ست رنگ میگزین

فہرست

ایڈیٹر: علینہ ملک۔عدیلہ سلیم۔ کہکشاں صابر
میگزین کمپوزر: علینہ ملک
میگزین ایڈیٹنگ: کہکشاں صابر
میگزین ڈیزائنگ: عدیلہ سلیم

☆-----☆-----☆

☆-----☆-----☆

☆-----☆-----☆

مضامین کالم:

☆-----☆-----☆

افسانے:

☆-----☆-----☆

انٹرویو:

☆-----☆-----☆

رنگ بہاراں:

☆-----☆-----☆

☆-----☆-----☆

تیری کیا تعریف کروں میں
اے مالک کل
میں کیا......
میری اوقات کیا؟
میرے لفظ تو ہیں......
حقیر سے
پر اتنا جانتی ہوں میں
گر ہے بندہ......
تیرا شکر گزار تو
تو عطا کرتا ہے
بے حساب اسے
تو رحیم ہے، تو کریم ہے
تیری ذات سب سے عظیم ہے
مجھ سے بھی ہو جا راضی
اے میرے رب
تیرے رحم کی ہوں طلبگار میں
کر لے میرا بھی شمار اب تو
اپنے شکر گزار بندوں میں
از: عائشہ واصف (کینیڈا)

﴿نعت رسول مقبول﴾

مرحبا یا مصطفیٰ ﷺ، مرحبا یا مصطفیٰ ﷺ

رحمت کا ستارہ وہ نور والا ہے

رحمت کا ستارہ وہ نور والا ہے

وہی تو رب کا پیارا رسول ﷺ مدینے والا ہے

لو ہوئی سوہنے کی آمد، مرحبا

اندھیروں میں ہوئے اجالے، مرحبا

بت پاش پاش ہوئے ، مرحبا

کشکول ٹوٹ گئے ، مرحبا

رحمت کا ستارہ وہ نور والا ہے

رحمت کا ستارہ وہ نور والا ہے

وہی تو رب کا پیارا رسول ﷺ مدینے والا ہے

رحمت کا وسیلہ تو ہے

خدا کا محبوب تو ہے

یتیموں کا سہارا تو ہے

بھٹکے ہوؤں کی منزل تو ہے

دنیا و آخرت کی لاتعداد

خواہشات کی تکمیل تو ہے

لو ہوئی سوہنے کی آمد، مرحبا

لو ہوئی مدینے والے سرکار کی آمد، مرحبا

مرحبا یا مصطفیٰ ﷺ، مرحبا یا مصطفیٰ ﷺ

از ـــ کہکشاں صابر (فیصل آباد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

اداریہ......

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب،   گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب۔
عالم آب وخاک میں تیرے ظہور کا فروغ،   ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب۔

اسلام وعلیکم............

الحمداللہ "ست رنگ میگزین" کے بارہویں شمارے اور 2017 کے آخری شمارے کے ساتھ حاضر خدمت ہیں۔ ماہ دسمبر اور ماہ النور ربیع الاول کا آغاز ہو چکا ہے۔ ربیع الاول کا مہینہ وہ بابرکت مہینہ جب سرزمین عرب پر ایک چاند چمکا جس کی روشنی نے عرش تا فرش ،مشرق تا مغرب کل عالم کو منور کر دیا اور صدیوں سے چھائے ہوئے جہالت کے اندھیرے اور گمراہی کی دلدل میں سر تا پیر ڈوبی ہوئی انسانیت کو ایک نئی زندگی بخشی۔ اللہ پاک قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں.....................

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾

یہ ماہ مبارک محسن انسانیت فخر موجودات، سرورکائنات حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت کے حوالے سے پوری تاریخ ماہ وسال میں منفرد اہمیت کا حامل ہے۔ یہ وہ بابرکت اور بہار آفرین مہینہ ہے جس کی آمد سے چمنستان دہر کی مرجھائی ہوئی کلیاں کھل اٹھیں۔ خزاں رسیدہ گلستان سرسبز وشاداب ہو گئے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات روشنی کا وہ مینار اور سرمایہ حیات ہیں جن کی پیروی کر کے ہم دنیا اور آخرت دونوں میں سرخ رو ہو سکتے ہیں۔

اب کچھ بات ہو جائے میگزین کی تو جناب تین ماہ کے طویل انتظار کے بعد "ست رنگ میگزین" اب اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ افروز ہے۔ "ست رنگ" ماہ دسمبر کا شمارہ اس مرتبہ بے شمار خصوصی ست رنگ سلسلوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے آپ کے سامنے پیش خدمت ہے اور امید کرتے ہیں کہ ہمیشہ کی طرح پسندیدگی کی سند پائے گا۔ ست رنگ کے پلیٹ فارم سے شروع ہونے والے دونوں سلسلے "ست رنگ میگزین" اور "ست رنگ ڈائجسٹ" آپ سب نئے اور پرانے لکھاریوں اور قارئین کے لئے ایسے سلسلے ہیں جہاں آپ اپنی بات اپنا پیغام بلا جھجھک لوگوں تک اور ہم تک پہنچا سکتے ہیں۔ گزشتہ میگزین کی پسندیدگی پر بہت شکریہ، ساتھ ہی میں ان سب دوستوں کی بھی مشکور ہوں جو اس محنت اور کاوش میں قدم بقدم ہمارے ساتھ ہیں۔ ہم اپنے مقصد میں کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں اور ہمیں کہاں کہاں اصلاح کی ضرورت ہے اس کے لئے ہم آپ کی قیمتی آراء کے منتظر رہیں گے۔ آخر میں بزبان اقبال بس اتنا کہوں گی۔

﴿ کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں ﴾

خوش رہیے اور دوسروں میں خوشیاں بانٹتے رہیے۔
جزاک اللہ خیر
دعا گو

علینہ ملک۔

محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تحریر: عدیلہ سلیم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے کوئی اسوقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی تمام خواہشات اس دین کے مطابق نہ ہوجائیں جو میں لے کر آیا ہوں (الحدیث)

اسلام کے معنی بندگی اور اطاعت کے ہیں۔ اسلام اللہ تعالی کی بھرپور اطاعت کا نام ہے اور یہ اطاعت محدود نہیں بلکہ تمام شعبہ ہائے زندگی میں ظاہر و باطن خلوت و جلوت میں کرنی ہے کیونکہ زندگی کے تمام شعبے جائز نا جائز اور حلال وحرام کے مسائل سے بھرے پڑے ہیں، لہذا کوئی بھی شعبہ اطاعت خداوندی سے خالی نہیں کیا جا سکتا۔

اطاعت خداوندی کیسے کرنی ہے؟ کس انداز سے کرنی ہے؟ کس پیمانے پر کرنی ہے؟ یہ سب تفصیل کسی نہ کسی عملی نمونہ کی محتاج ہے لہذا عملی شکل کے لیے اللہ تعالی نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب فرمایا۔ قرآن مجید میں پہلے تو جا بجا اللہ تعالی کی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا اور پھر اعلان فرمایا کہ

"جس نے رسول کی اطاعت کی ہے اس نے اللہ تعالی کی اطاعت کر لی (النساء آیت نمبر ۸۰)۔

اور پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ اور سیرت کو نمونہ عمل قرار دیکر اس پر عمل کرنیوالوں کو صفت بتائی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اُن لوگوں کے لیے عملی نمونہ ہے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتے ہیں یعنی اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ بالآخر قیامت آنی ہے اور روز حشر میں رب کائنات سے ملاقات ہوگی۔ اور حساب کتاب ہوگا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ

"بیشک تمہارے لیے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ عمل ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی اُمید رکھتا ہے (الاحزاب آیت نمبر ۲۱)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مفہوم ہے

کہ "دین کو فتنہ سے بچانے کے لیے ہجرت کرنے والا صدیق اور شہید کا درجہ پاتا ہے"

تقریباً ہر زمانے میں ہجرت کی ضرورت مختلف علاقوں میں رہتی ہے اور آج کا دور جو انتہائی پرفتن دور ہے بے حیائی اور فحاشی کا دور دورہ ہے، آج اپنے ایمان کی حفاظت مشکل ہوچکی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جان کی کوئی قیمت نہیں۔ گویا آج کے

دور میں اپنا ایمان اور جان بچانا مشکل ہو گیا ہے،اور ایمان ایسی چیز ہے کہ آخرت میں اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہو گا اور اس کی حفاظت جان سے بھی زیادہ ضروری ہے۔اگر کوئی شخص ایسے پرفتن علاقے میں رہتا ہو جہاں شیطان اور اس کی ذریات کا قبضہ ہو۔ایمان کی سلامتی نظر نہ آتی ہو اور نہ جان کی حفاظت ممکن ہو اور آخر ایسا شخص اپنی جان اور ایمان کی حفاظت کے لیے کیا کرے؟اس کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات میں روشنی اور رہنمائی ملتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو دراءؓ راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"جو شخص اپنی جان اور اپنے دین کو فتنے سے بچانے کے لیے کسی سرزمین سے ہجرت کر جائے ،وہ اللہ کے ہاں 'صدیق' لکھا جاتا ہے اور جب مر جاتا ہے تو اللہ شہید کی حیثیت سے اس کی روح قبض فرماتا ہے"(ابن مردویہ)۔

اللہ تعالی نے سورۃ التغابن میں ارشاد فرمایا۔

" کہ تمہارے مال اور اولاد (تمہارے لیے) آزمائش ہے۔

اور اس کی تشریح فرماتے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

تیرا اصل دشمن وہ نہیں ہے جسے تو قتل کر دے تو تیرے لیے کافی ہے اور وہ تجھے قتل کر دے تو تیرے لیے جنت ہے۔بلکہ تیرا اصل دشمن ہو سکتا ہے تیرا اپنا وہ بچہ ہو جو تیری ہی صلب سے پیدا ہوا ہے۔یا پھر تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا وہ مال ہے جس کا تو مالک ہے۔(بروایت حضرت ابو مالک اشعریؓ)

اس ارشاد کا کیا مطلب ہے اور قرآن کریم نے ھمارے مال و اولاد کو ہمارے لیے فتنہ اور آزمائش کیوں قرار دیا ہے؟ اس کی کتنی وجوہات ہیں جو ہمارے سامنے روز روشن کی طرح بالکل عیاں ہیں۔

اولاد اللہ تعالی کی ایک نعمت ہے۔مگر یہ انسان کو بڑی بڑی آزمائشوں میں ڈال دیتی ہے۔انسان اسی کے لیے کماتا ہے اور اس کے مستقبل کو روشن کرنے کی خاطر دن ورات کوشاں رہتا ہے۔انہیں کو پڑھانے لکھانے کے لیے اچھا کھانا اور اچھے لباس پہنانے کے لیے ہر طرح سے اور ہر طرف سے کماتا ہے۔نتیجتاً حلال و حرام کی کوئی تمیز نہیں رہتی اور آدمی اسی اولاد کی خاطر گناہ کر بیٹھتا ہے ۔اور مال تو ہے ہی آزمائش کہ اس کو کمانے اور مزید حاصل کرنے اور بڑھانے کی تگ و دو میں نہ نمازوں کا ہوش ہوتا ہے نہ دیگر عبادات کا سامان فروخت کرنے کے لیے جھوٹ بے دریغ بولا جاتا ہے اور یوں ان کی وجہ سے آخرت کے عذاب کا مستحق بن جاتا ہے۔اولاد اور مال انسان کا وہ فتنہ ہے۔جس کی محبت میں انسان سیدھے راستے سے بھٹک جاتا ہے۔خود کو بھٹکنے سے بچایا جائے اور اس فتنے کے شر سے محفوظ رہا جائے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ عالم کے لیے مبعوث ہوئے ،یہ وہ زمانہ تھا کہ تمام عالم پر جہالت کی

تاریکی چھا رہی تھی۔وحشت و درندگی کا دنیا پر تسلط تھا۔انسانیت،تہذیب،اخلاق کے نام شاید ان کتابوں میں نظر آسکتے تھے،مگر دلوں پر کوئی اثر نہ تھا۔

اپنے گھرانے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریر:

اے حاضرین!میں تم سب کے لیے دنیا اور آخرت کی بہبودی لے کر آیا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ عرب بھر میں کوئی شخص بھی اپنی قوم کے لیے اس سے بہتر اور افضل کوئی شے لایا ہو، مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں آپ لوگوں کو اس کی دعوت دوں۔بتلاؤ تم میں سے کون میرا ساتھ دے گا؟

یہ سن کر سب کے سب چپ رہ گئے۔حضرت علیؓ نے اٹھ کر کہا:یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوطالب سے کہا:تم اس کی بات مانا کرو اور جو کہا کرے سنا کرو۔یہ فقرہ سن کر مجمع خوب کھل کھلا کر ہنسا اور ابوطالب سے تمسخر کرنے لگا۔دیکھو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں کہہ رہا ہے کہ آج سے تم اپنے فرزند کا حکم مانا کرو۔

ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر لوگوں کو پکارنا شروع کیا۔جب سب لوگ جمع ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تم مجھے بتلاؤ کہ تم مجھے سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا جانتے ہو۔

سب نے ایک آواز میں کہا:ہم نے کوئی بات غلط یا بیہودہ تیرے منہ سے نہیں سنی۔ہم یقین کرتے ہیں کہ تو صادق اور امین ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

دیکھو میں پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہوں اور تم اس کے نیچے ہو۔میں پہاڑ کے ادھر ادھر بھی نظر کر رہا ہوں۔اچھا اگر میں یہ کہوں کہ رہزنوں کا ایک مسلح گروہ دور سے نظر آرہا ہے،جو مکہ پر حملہ آور ہو گا کیا تم اس کا یقین کر لو گے؟

لوگوں نے کہا:بے شک!کیوں کہ ہمارے پاس تیرے جیسے راست باز آدمی کے جھٹلانے کی کوئی وجہ نہیں۔خصوصاً جب کہ وہ ایسے بلند مقام پر کھڑا ہے کہ دونوں طرف دیکھ رہا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:یہ سب کچھ سمجھانے کے لیے ایک مثال تھی۔اب یقین کر لو کہ موت تمہارے سر پر آرہی ہے اور تم نے اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور میں عالم کو آخرت کو بھی ایسا دیکھ رہا ہوں جیسا کہ دنیا پر تمھاری نظر ہے۔

اس دل نشین وعظ سے مطلب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ تھا کہ نبوت کے لیے ایک مثال پیش کریں کہ کس طرح ایک شخص عالم آخرت کو دیکھ سکتا ہے جب کہ ہزاروں اشخاص نہیں دیکھ سکتے۔

آنکھ کتنی ہی روشن اور بصیر کیوں نہ ہو۔ جب تک آفتاب اور ماہتاب کا نور معین اور مددگار نہیں اس وقت تک آنکھ بے کار ہے۔ اسی طرح سے نور عقص اور نور بصیرت سے حق اور باطل کا فرق جب ہی نظر آسکتا ہے کہ جب نور نبوت اور شمع ہدایت اس کی ہادی اور رہنما ہو۔جس طرح شب اندھیر میں آنکھ کی روشنی کام نہیں دیتی اسی طرح ضلالت اور گمراہی کے تاریک میں عقل کی روشنی کام نہیں دیتی۔ عقل بھی اگر چہ محبت ہے۔مگر نا تمام ہے مرتبہ بلوغ تک نہیں پہنچی ،حجت بالغہ تو انبیاء علیہم الصّلاۃ و السّلام کی بعثت ہے۔جس پر آخرت کے دائمی عذاب و ثواب اور جزا و سزا کا مدار ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی شان:

1: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسیحؑ کی طرح جھٹلائے اور ستائے گئے، پھر بھی صابر و شاکر پائے گئے۔

2: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یحیٰیؑ کی طرح بیابانوں اور بستیوں میں اللہ کی آواز کو پہنچایا۔

3: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیسیٰؑ کی طرح اللہ کے گھر عظمت و حرمت کو از سر نو زندہ فرمایا۔

4: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایوبؑ کی طرح صبر و شکیبائی کے ساتھ گھاٹی میں تین سال تک محصوری کے دن کاٹے اور پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل اللہ کی ثنا گزاری سے لبریز اور زبان ستائش گوئی سے زمزمہ سنج رہی۔

5: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوحؑ کی طرح قوم کے برگشتہ بخت لوگوں کو خفیہ اور اعلانیہ خلوت اور جلوت میں میلوں اور جلسوں، گزرگاہوں، اور راہوں پر، پہاڑوں اور میدانوں میں اسلام کی تبلیغ فرمائی اور لوگوں کو ان کے افعال بد سے نفرت دلائی۔

6: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ نے ابراہیمؑ کی طرح نافرمان قوم سے علیحدگی اختیار کی اور وطن کو چھوڑ کر شجرہ طیبہ اسلام کے لگانے کے لیے پاک زمین کی تلاش میں رہ نورد ہوئے۔

7: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب ہجرت کو داؤدؑ کی طرح نرغہ سے نکلنے میں کامیاب ہوئے۔

8: یونسؑ کی طرح (جنھوں نے تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہ کر پھر نینویٰ میں منادی کو جاری رکھا) غار ثور کے شکم میں تین دن رہ کر پھر مدینہ طیبہ میں کلمتہ اللہ کی آواز کو بلند فرمایا

9: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موسیٰؑ کی طرح (جنھوں نے بنی اسرائیل کو فرعون مصر کی غلامی سے آزاد کرایا تھا) شمالی عرب کو شاہ قسطنطنیہ کی بند مملوکیت سے اور شرقی عرب کو کسرائے ایران کے حلقہ غلامی سے اور جنوبی عرب کو شاہ حبش کے طوق بندگی سے نجات دلائی۔

10: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلیمانؑ کی طرح مدینہ منورہ میں اللّٰہ کے لیے ایک گھر بنایا جو ہمیشہ کے لیے اللّٰہ کی یاد

کرنے والوں سے معمور اور ضیاء توحید سے پرنور رہا ہے۔ جسے کوئی بخت نصر جیسا سیاہ بخت ویران نہیں کرسکا۔

11: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوسفؑ کی طرح اپنے ایذا رساں وستم پیشہ برادران مکہ کے لیے نجد سے (بتوسط ثمامہ بن اثال) غلہ بہم پہنچایا اور بالآخر فتح مکہ کے دن (یوسف:29) کا مژدہ سنا کر انتم الطلقاء کے فرمودہ سے انہیں پابند منت و احسان بنایا۔

وقت واحد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موسیٰؑ کی طرح واحد حکومت تھے۔ اور ہارون کی طرح صاحبِ امامت تھے۔ ذات مبارک میں نوحؑ کی سی سرگرمی، ابراہیمؑ جیسی نرم دلی، یوسفؑ کی سی درگزر، داوٴدؑ کی سی فتوحات، یعقوبؑ کا سا صبر، سلیمانؑ کی سی سطوت، عیسیٰؑ کی سی خاکساری، یحییٰؑ کا سا زہد، اسماعیلؑ کی سی سبک روحی کامل ظہور بخش تھی۔

ے اے کہ بر تخت سیادت ز ازل جا داری

آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

خورشید رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اگرچہ تمام مقدس رنگ موجود تھے لیکن رحمۃ للعالمین کا رنگ وہ نور ہے کہ جس نے تمام رنگیوں کو اپنے اندر لے کر دنیا کو ایک برگزیدہ وچیدہ روشنی سے منور کر دیا ہے۔ ذرہ بے مقدار کی کیا تاب کہ خورشید عالم افروز کی جلوہ نمائی میں آئینہ داری کرے۔ رب کریم میری حسن نیت پر نظر فرما کر میرے زلات کو عفو فرمائے اور امت مسلمہ کو سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا کریں۔ آمین

اول و آخر محبت
"حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم"

کہکشاں صابر

اول و آخر "محبت" (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

ازقلم۔۔۔ کہکشاں صابر

عید میلا دالنبی، عیدوں کی عید یا خوشی کا دن......

یہ دن مسلمان ہر سال اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی مناسبت سے مناتے ہیں۔ اسلامی سال کا تیسرا مہینہ یعنی ربیع الاول ہے۔ ہمارے رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی خلقت تمام جہانوں بلکہ تمام کائنات سے پہلے ہوئی جس کے بارے میں صحیح احادیث مبارکہ کا ذخیرہ ہماری رہنمائی کرتا ہے اور نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت تمام انبیاء کرام کے آخر میں ہوئی وہ خلق کے لحاظ سے اول اور بعثت (ظہور) کے لحاظ سے آخر ہیں۔

ربیع اول کا مہینہ شروع ہوتے ہی ہر طرف جشن کا سماں ہوتا ہیں خوشیوں کا جہاں آباد ہو جاتا ہیں ہر گھر، ہر محلے، بازار پر نور ہو جاتے ہیں ہر طرف روشنیوں کا بسیرا ہوتا ہے کیونکہ اس ماہ ہمارے پیارے رسول پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو صرف اس جہاں اسلام کے ہی نہیں، دو جہانوں کے لئے رحمت اور نور بن کر اس دنیا میں تشریف لائے ہمارے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اس دنیا میں تشریف لائے تو عرش سے فرش تک ہر چیز نے جشن منایا خوشیاں منائی۔ تو پھر ہم کیوں نہ خوشیاں منائے ہم کیوں نہ گھر کو سجائے

خوشیاں سب ہی مناتے ہیں میرے سرکار آتے ہے
دیوانے جھوم، جھوم جاتے ہیں میرے سرکار آتے ہے

ویسے تو میلا دالنبی اور محافلِ نعت کا انعقاد پورا سال ہی جاری رہتا ہیں، لیکن خاص ماہِ ربیع الاول میں عید میلا دالنبی کا تہوار پوری مذہبی عقیدت اور احترام سے منایا جاتا ہے۔ یکم ربیع الاول سے ہی مساجد اور دیگر مقامات پر میلا دالنبی اور نعت خوانی کی محافل شروع ہو جاتی ہیں جن میں علماء اکرام آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت، آپ کی ذات مبارکہ اور سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اسی طرح مختلف شعراء اور ثناء خواںِ رسول آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں نعتیہ گلہائے عقیدت اور درود وسلام پیش کرتے ہیں۔ خواتین اور بچے گھروں میں ذکر رسول کی محفل و میلاد کراتے ہیں۔

قطرہ قطرہ درود پڑھتا ہے،
ذرہ ذرہ درود پڑھتا ہے
میرے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات پر
میرا اللہ درود پڑھتا ہے۔

وہ منظر وہ سماء کیا ہوگا جب میرا اسو ہنا اپنے ہاتھوں سے اپنی امتیوں کی بھیجی ہوئی درودوں کی مالا ہاتھ میں سجائیں گے......

"سبحان اللہ"

اللہ رب العزت نے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانیت سے افضل اور اعلیٰ مقام ومرتبہ عطا فرمایا ہے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے ایسی خوبیاں اور خصوصیات بھی عطا فرمائی ہیں۔ جو تمام انبیاء اور کل کائنات سے آپ کو ممتاز کرتیں ہیں۔ نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ورفعت کے بیان میں اللہ تعالیٰ نے سیکڑوں خصوصیات آپ کو دے رکھیں ہیں۔ کتب وحدیث وسیرت میں جن کا تفصیلی ذکر موجود ہے اور باقاعدہ اس موضوع پر الگ سے کتب بھی موجود ہیں......

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائیش پر کئی معجزات ہوئے ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: کہ "میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم مٹی اور پانی کے درمیان تھے"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ پیدائیش کے بارے میں مختلف روایات ہیں اہل سنت کے نزدیک زیادہ روایات 12 ربیع اول کی ہے اگر چہ کچھ علماء 9 ربیع اول کو درست کہتے ہیں اہل تشع 7 ربیع اول کو درست سمجھتے ہیں

ہم جیسے عام لوگوں کے لیے تو پورا مہینہ ہی رحمتوں اور برکتوں والا ہے کیونکہ اس مہینے اللہ نے ہم پر اتنا بڑا احسان عظیم کیا بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم نعمت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ ہے۔

درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے ہی بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود ان ہی میں سے ایک پیغمبر اٹھایا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے لوگ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے (سورہ آل عمران)

آقا و مولی صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ عظیم نعمت ہیں کہ جن کے ملنے پر رب تعالیٰ نے خوشیاں منانے کا حکم بھی دیا ہے۔ ارشاد ہوا،

(اے حبیب!) تم فرماؤ "یہ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت (سے ہے) اور اسے چاہیے کہ خوشی کریں، وہ (خوشی منانا) ان کے سب دھن و دولت سے بہتر ہے"۔ (یونس، 58)

ایک اور مقام پر نعمت کا چرچا کرنے کا حکم بھی ارشاد فرمایا، "اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو"۔ (الضحی 11، کنزالایمان)

سمندروں کی سیاہی ختم ہوجائے گی تمام درختوں کی لکڑیوں سے بنے کاغذ ختم ہوجائیں گے نہیں ختم ہوگا تو میرے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی میٹھی میٹھی پیاری، پیاری باتیں۔ قربان جاؤں میں اس دوجہاں کے مالک پہ۔

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف یہی خصوصیات نہیں کہ وہ نہایت مستند ذرائع سے ہم تک پہنچی ہے بلکہ اس کی یہ خصوصیات ہے کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ہر پہلو میں اتنی تفصیلات ملتی ہے جو تاریخ کے کسی دوسرے شخص کی زندگی میں نہیں ملتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت عملی سیرت ہے تمام دنیا میں یہ فخر و امتیاز صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم اور اصولوں کے ساتھ اپنے عمل اور اپنی مثال پیش کی۔

میں فقط خاک ہوں مگر محمد ﷺ سے ہے نسبت میری

یہ ایک رشتہ جو میری اوقات بدل دیتا ہے

رب ذوالجلال نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کی محفل میں اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور فضائل کا ذکر فرمایا۔ گویا یہ سب سے پہلی محفل میلاد تھی جسے اللہ تعالیٰ نے منعقد فرمایا۔ اور اس محفل کے شرکاء صرف انبیاء کرام علیہم السلام تھے۔ حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری اور فضائل کا ذکر قرآن کریم کی متعدد آیات کریمہ میں موجود ہے۔ اور خدا نے کھائی ہے اس خاک راہ گزر کی قسم......

جہاں جہاں میرے سرکار نے قدم رکھا

جہاں جہاں میرے سرکار نے قدم رکھا

خدا تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا اور پوری دنیا میں آپ کو منفرد اور معزز مقام عطا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کی ہمہ گیریت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ مسلمان تو مسلمان، کفار بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں......

صحیح بخاری جلد دوم میں ہے " کہ ابولہب کے مرنے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسے خواب میں بہت بری حالت میں دیکھا اور پوچھا، مرنے کے بعد تیرا کیا حال رہا؟ ابولہب نے کہا، تم سے جدا ہو کر میں نے کوئی راحت نہیں پائی سوائے اس کے کہ میں تھوڑا سا سیراب کیا جاتا ہوں کیونکہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کیا تھا" امام ابن جزری فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی خوشی کی وجہ سے ابولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے کہ اس کے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے۔ حالانکہ اس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مومن امتی کا کیا حال ہوگا۔ جو میلاد کی خوشی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے سبب مال خرچ کرتا ہے۔ قسم ہے میری عمر کی، اس کی جزا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے افضل وکرم سے جنت نعیم میں داخل فرمادے

کسی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے اعلیٰ ترین مرتبے پر فائز تھے۔ اس کی گواہی قرآن نے بھی دی اور صحابہ وازواج مطہرات رضی اللہ عنہم نے بھی۔ یہاں تک کہ آپ کے بدترین مخالفین، جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر طرح طرح کے الزامات تو لگائے لیکن کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور کردار کی بابت ایک لفظ بھی نہ کہہ پائے۔

ایک مسلمان کی حیثیت سے انفرادی اور اجتماعی زندگی بسر کرنے کیلئے ہمیں ہر شعبہ زندگی میں سرکار دوعالم کی رہنمائی کی ضرورت ہے حضور ختم المرسل نے حیات انسانی کے ہر شعبے، ہر گوشے میں مکمل ہدایات اور مثالی اعمال کے ذریعے ہمیں سیدھا، سچا اور بہترین راستہ بتایا ہے پھر انسانوں کے ہر طبقے اور گروہ کیلئے اس سیرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں نصیحت پزیری اور عمل کی رہنمائی موجود ہے......

جو لوگ بچپن میں ناسازگار ماحول میں گھر جاتے ہیں ان کیلئے آمنہ کے لال اور در یتیم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں تسلی واطمینان کا سامان ہے نوجوانوں کیلئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاداری میں نمونہ عمل ہے جو کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ حیادار تھے تاجروں کیلئے مکہ معظمہ کے اس تاجر کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ جس کے تجارتی لین دین کی سچائی اور معاملے کی صفائی کا شہرہ ملک شام تک ہے

اس طرح اگر تم حکمران ہوتو سلطان عرب کا حال پڑھو، اگر رعایا ہوتو قریش کے مجاہد کو ایک نظر دیکھو اگر تم استاد اور معلم ہوتو صفہ کی درسگاہ کے معلم کو دیکھو، اگر تم بیویوں کے شوہر ہوتو حضرت خدیجہ الکبری اور حضرت عائشہ صدیقہ کے مقدس شوہر کی حیات پاک کا مطالعہ کرو اگر اولاد والے ہوتو فاطمہ کے باپ اور حسن و حسین کے نانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حال پڑھو مزدور و محنت کش طبقہ کے افراد مسجد نبوی کے معمار اول کو دیکھیں جنہوں نے محنت میں عظمت کا پیغام دیا

غرض تم جو کوئی بھی ہو اور کسی حال میں بھی ہو تو تمھاری زندگی کیلئے نمونہ، تمھاری سیرت کی درستی اور اصلاح کیلئے سامان، تمھارے ظلمت خانہ کیلئے ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کا نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کامل و سیرت پاک میں ہر وقت مل سکتا ہے

اس لئے طبقہ انسانی کے ہر ہر طالب اور حق کے متلاشی کیلئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح ہدایت کا نمونہ اور نجات کا ذریعہ ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد باری ہے

"یعنی میں اخلاق عالیہ کی تکمیل کیلئے آیا ہوں"

بقول اقبال؛

یہ اعجاز ہے ایک صحرانشیں کا

بشیری ہے آئینہ دار نزیری

قیامت کے روز کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکے گا کہ ہمارے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل و احوال نہیں تھا بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دروازہ کھول دیا ہر ایک کے لیے "... گمراہی کے راستے کم ہے جنت کے دروازوں سے تو بہت کم".

نقش قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے

اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

صرف ایک رسی کو مضبوطی سے تھام کر ہم ہر تکلیف سے نجات حاصل کر سکتے ہیں

ارشاد ہو" کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو"

اللہ کی رسی مطلب قرآن پاک اور قرآن پاک کی چلتی پھرتی مثال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اگر ہم حدیث و سنت پر عمل کرتے ہیں تو ہم قرآن پاک پر عمل کر رہے ہیں اور اگر قران پر عمل کر رہے ہیں تو ہم نے اللہ کی رسی مضبوطی سے تھام رکھی ہیں

سید سلمان ندوی لکھتے ہیں:

"ایک ایسی شخصی زندگی جو ہر حالت انسان کے مختلف مظاہر کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہے وہ صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے" • ارشاد باری تعالی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ایک کامل ترین انسان کی سیرت ہے جسے کبھی بھی انسانیت سے علیحدہ کر کے الوہیت کا مقام نہیں دیا گیا

الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات میں انجمن تھے"

زندگیاں بیت گئی اور قلم ٹوٹ گئے

تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہو

☆......☆......☆

امن کا رہبر میرا نبی

تحریر: خاکہ مکہ (راولپنڈی)

" جب چھڑا تذکرہ انکے رخسار کا
والضحیٰ پڑھ لیا والقمر کہہ دیا
صلی اللہ علیہ والہ وسلم ......"

میلاد عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی پیدائش کے ہیں۔ ہم میلاد مناتے ہی اس لئے ہیں کیوں کے ہم ان کے آنے کی خوشی مناتے ہیں۔ یہ جو آج ہمیں دین اسلام ملا انہی کی نسبت سے ملا ہے۔ اللہ پاک فرماتے ہیں ،میری دی ہوئی نعمتوں کا شکرادا کرو تو پھر جس کو اللہ نے بھیجا ہی رحمت بنا کر ہے انکے لئے اگر درود وسلام کی محفل سجاتے ہیں تو کیا حرج ہے الحمداللہ ہم شکر کرتے ہیں اللہ کا کے اس نے ہمیں اپنا محبوب دیا جس کے آنے سے ظلم ختم ہوا..... عورت کو اسکا مقام ملا...... اور سب سے بڑھ کر اللہ نے ایک نور زمین پر پیدا کر کے ہمیں اس کا امتی بنا دیا اور جتنا شکر بجالائیں کم ہے کہ اللہ نے اپنا محبوب ہمیں دے دیا...... وہ محبوب جس سے روشناس کرانے کیلئے اللہ نے سات دن میں کل کائنات بنا ڈالی صرف ایک محمد ﷺ سے ملوانے کے لئے اللہ نے اماں حوا اور بابا آدمؑ کو پیدا کیا اور نسل بڑھائی تا کہ محمد عربی ﷺ کا ظہور ہو اور پھر ایک دن 12 ربیع الاول کو اللہ نے ایک نور پیدا کیا جس کی روشنی سے دونوں جہاں روشن ہو گے کعبے میں رکھے بت گر گے۔

اللہ کی محبت اپنے محبوب سے وہ ہم انسانوں کے بس میں نہیں کے بیان کر سکیں مگر جو حالات اور واقعات پڑھے اس سے یہی کہ سکتی ہوں کے جب حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بطن میں میرے سرکار تھے تو سب کو پتہ ہے کے ایک بادل آپ پر سایہ کیے رکھتا تھا یہ تو محبت کا انداز ہے کے اس نے اپنے نبی کو ماں کے بطن میں بھی ذرا سی تکلیف کے بنا رکھا اور انکی آمد کے وقت اماں حلیمہ سعدیہ نے جب اس نور کو اٹھایا ہو گا تو کتنا لطف آیا ہو گا حلیمہ کو کے رب نے اسکی گود میں سرور کونین کو دے دیا...... سبحان اللہ

"نثار جاؤں تجھ پر اے حلیمہ سعدیہ
تیری گود میں اللہ نے نور اپنا دے دیا"

اللہ کے انعام:

جس طرح اللہ نے اپنے عام بندے جیسے کے ہم امت مسلمہ پر انعام کیے ویسے ہی اللہ اپنے محبوب پر کیسے نہ انعام کرتا؟

اللہ نے نبی پاک ﷺ کو جسمانی صلاحیت دے رکھی تھی آپ ﷺ فرشتوں کو، جنات اور شیاطین کو دیکھ سکتے تھے یعنی ان سے بات کیا کرتے تھے اور آپ نے جبرئیلؑ کو کتنی مرتبہ انکی اصل حالت میں دیکھا تھا۔ ایک عام انسان صرف اپنے سامنے ہی جو کچھ ہو رہا ہو وہی دیکھ سکتا ہے مگر اللہ نے نبی پاک ﷺ کو یہ صلاحیت دی کے وہ آگے اور پیچھے دونوں کا علم رکھتے تھے۔

اللہ نے آپکو عام انسان سے زیادہ قوت وسماعت دی تھی ایک عام انسان جو بات نہیں سن سکتا وہ آپ ﷺ سن سکتے تھے جیسے عذاب قبر اور

جانور وغیرہ کی باتیں سن سکتے ہیں ۔

حدیث ......رسول اللہ ﷺ نے ارشا فرمایا:

میں وہ چیزیں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور میں وہ باتیں سن سکتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے ۔ (الترمزی)

رسول اللہ ﷺ نے کہا تھا کسی کو کسی پر برتری حاصل نہیں سوائے تقویٰ کے حضور ﷺ نے کبھی امتیاز نہیں رکھا

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز

نا کوئی بندہ رہا، نا کوئی بندہ نواز

رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ درگزر کا حکم دیا آپ خود درگزر فرمایا کرتے تھے آپکے چچا کا کلیجہ کھا لینے والی عورت اور ابو سفیان کو معاف کیا آپ ﷺ کو دنیا میں سب سے آخر میں اسی لئے بھیجا گیا تا کہ آپ لوگوں کو گمراہی سے بچا لیں جس دور میں جہالت عام تھی ہر برائی اس دور میں کی جاتی تھی تب آپ ﷺ کا نور جب آیا تو حق اور باطل قوتوں کا فرق واضع ہو گیا۔ آپ نے انسان کو احترام انسانیت کا تصور دیا۔

محبت والے شوہر: آپکو اگر چہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہت محبت تھی لیکن یہ محبت کبھی دوسری ازواج کی حق تلفی کا سبب نا بنی۔ چناچہ اپنی زندگی کے آخری ایام آپ نے سب کی رضامندی سے اماں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں بسر کیے۔

حضرت فاطمہ سے کسی نے پوچھا نبی پاک ﷺ سب سے زیادہ کس سے محبت کرتے ھیں آپ نے ارشادفرمایا کے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اور جب کسی نے اماں عائشہ سے یہی سوال پوچھا تو آپؓ نے ارشادفرمایا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۔

آپ نے کبھی کسی بیوی کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ آپ ﷺ کو اپنی تمام ازواج سے محبت تھی آپ نے کبھی کسی میں کوئی فرق نا کیا اماں خدیجہ الکبریٰؓ کی وفات آپ کے لئے بہت بڑا سانحہ تھی۔ کیوں کے آپ ﷺ پر جب پہلی وحی نازل ہوئی تھی۔ تو وہی آپکی ساتھی تھی آپ کے ساتھ شریک تھی آپ کو محبت سے سمجھایا تھا کے اللہ آپ پر بوجھ نہیں ڈالے گا کیوں کے وہ جانتی تھیں کے رسول اللہ، اللہ کے محبوب ہیں۔

رسول اللہ ﷺ اس وقت بھی نبی تھے جب آدم علیہ سلام اس دنیا میں تشریف لا رہے تھے کیوں کے اللہ نے ساری کائنات بنائی ہی محبوب کے لئے تھی اللہ نے تو نبوت دینی ہی نبی پاک ﷺ کو تھی اسی لئے سب پیغمبر آئے اور پھر اللہ نے سب دکھانے کے لئے کے اب بس ایک ہی نبی جس پر تمام نبوت ختم یہی آخری نبی اس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اللہ نے قرآن میں کہیں ہم پر احسان نہیں جتایا اس نے ہمیں ہاتھ دیے صدقے کے لئے، زبان دی ذکر کے لئے، آنکھ دی دیدار مصطفیٰ ﷺ کے لئے اس نے احسان نہیں جتایا ہاں پر اپنا محبوب دیا اور اور کہا کے میں نے تم پر احسان کیا

اللہ نے کہا تھا کے اگر میں قرآن پاک ایک پہاڑ پر اتارتا تو وہ ریزہ ریزہ ھو جاتا، پر جب نبی آخر زمان پر اللہ نے اتارا تو کتنا کرم کیا اور یہی نہیں اللہ نے اپنے محبوب کے ہر خوش نصیب امتی کے دل میں اس کو محفوظ کیا۔

غرض یہ کے رسول اللہ ﷺ نے صرف اور صرف اللہ کے ہر احکام کو پورا کیا اور آنے والی امت کو سمجھا دیا کے اللہ کی اتباع اور عبادت، ہی راہ

نجات ہے۔

اللہ کو پانے کا بہترین ذریعہ حضور اکرم ﷺ ہیں جس کو اللہ کو طلب ہو وہ نبی ﷺ سے محبت کرے اللہ ہر اس شخص سے بہت محبت کرتا ہے جو اللہ کے محبوب کو اپنا محبوب بناتے ہیں۔

سارا خلاصہ یہ ہے کے نبی پاک ﷺ سے محبت اور دنیا میں انکا ذکر وہی کر سکتے ھیں جو اس روح زمین پر آنے سے پہلے نبی پاک ﷺ کی محفل میں شریک ہو کر آئے ہوتے ہیں۔ نبی پاک ﷺ کی محبت حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ان پر درود پاک پڑھنا ہے۔

آپ کوئی بھی درود پاک پڑھنا اپنا معمول بنالیں اور پھر جس کو محبوب سبحانی ،محبوب خدا ،محبوب کے کل کائنات مل گیا سمجھو اسکو اللہ مل گیا۔

دعا ہے وہ ہمیں ہمیشہ حق کے ساتھ رکھے اور دین کے کام کرنے اور اپنے پیارے دین کو پھیلانے میں ہمارا بھی حصہ ڈالے اور حشر تک ہمیں عید میلاد النبی ﷺ منانے والا رکھے۔

ہماری نسلوں میں عاشق رسول ﷺ پیدا کر اور ہماری بخشش کر اور ایمان پر موت دے ہمارے دلوں کو عشق مصطفیٰ ﷺ سے بھر دے۔

(آمین)

☆ محمد علی جناح مسلمانوں کے عظیم قائد ☆

تحریر:علینہ ملک

-تاریخ گواہ ہے کہ محمد علی جناح ہندوستان میں مسلمانوں کے سب سے عظیم قائد تھے. تحریک پاکستان کو کسی بھی زاویے سے جانچا اور پرکھا جائے تو یہی حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے عظیم قائد محمد علی جناح نظریاتی بنیادوں پر برصغیر جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کی اسلامی مملکت کے داعی تھے. جناح ایک عہد آفرین شخصیت، عظیم قانون دان، عبقری سیاستدان اور بلند پایہ مدبر تھے ان میں غیر معمولی قوت عمل اور عزم وجزم کا لازوال جذبہ تھا. اس کے علاوہ وہ بے پناہ صبر وتحمل اور استقلال واستقامت جیسی صفات سے بھی متصف تھے. بہر حال اس تلخ حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ گذشتہ کئی دہائیوں سے تحریک پاکستان کی جدوجہد کے عظیم مقاصد کو سبوتاژ کرنے اور اکھنڈ بھارت کے مخصوص مفادات کو آگے بڑھانے کے لئے اغیار، کچھ ناعاقبت اندیش دانشوروں کی اختراع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قائداعظم کی شخصیت کو من پسند معنی پہنا کر نئی نسل کو تحریک پاکستان کے مقاصد سے گمراہ کرنے کی منظم کوشش میں مصروف ہیں ...... بھارتی سیاسی دانشوروں کی طرف سے پاکستان کی تاریخ کو مسخ کیا جانا تو کوئی نئی بات نہیں لیکن صد افسوس کہ اس منظم پروپیگنڈہ مہم کا منہ توڑ جواب دیتے اور نئی نسل کو تحریک پاکستان کے حقائق سے آگاہ کرنے کے بجائے ریاستی سطح پر نہ تو مربوط کوششیں کی جارہی ہیں اور نہ ہی سرکاری اور نیم سرکاری فورم تشکیل دیئے گئے جو سول سوسائٹی میں مملکت پاکستان کی اساس کے بارے میں تیزی سے پھیلنے والے پروپیگنڈے کا مناسب توڑ کر سکے..........

آئے اب ایک نظر اس امر پر ڈالتے ہیں کہ تحریک پاکستان کے حوالے سے قائداعظم کے سیکولر ہونے کے پروپیگنڈے کی کیا حقیقت ہے. یہ درست ہے کہ ہندوستان میں برطانوی حکومت ہند کے زمانے میں قائداعظم نے اپنا سیاسی سفر اس وقت کی واحد سیاسی جماعت کانگریس کے پلیٹ فارم سے ہی شروع کیا تھا لیکن جب وہ کانگریس میں تھے تب بھی ان کی بہترین صلاحیتیں ہندوستان میں مسلمانوں کے سیاسی حقوق کی بحالی کی آواز بلند کرنے کے حوالے سے ہی سامنے آتی رہیں. 1929ء میں مسلم زعماء کی آپس کی چپقلش کے باعث چند سال کے لئے لندن چلے گئے تھے لیکن جب وطن واپس آئے تو مسلم لیگ کی تنظیم نو کی اور 1937 میں تحریک پاکستان کی ابتدا کی.......... تحریک پاکستان کی دس سالہ تاریخ گواہ ہے اور تحریک کے دوران قائداعظم کے سینکڑوں بیانات ان کی فکر ونظر کے شاہد ہیں لہذا نوجوان نسل کی تشفی کے لیے قائد کی تقریروں کے چند اقتباسات ہی کافی ہیں. جن کے مطالعے کے بعد کسی اور وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی.

_1 ...... پندرہ اکتوبر 1937 میں لکھنو کے خطبہ صدارت میں قائداعظم نے فرمایا، آٹھ کروڑ مسلمانوں کو خائف ہونے کی ضرورت نہیں ان کی تقدیر ان کے اپنے ہاتھوں میں ہے اور وہ ایک متحد ٹھوس اور منظم طاقت کی حیثیت سے ہر خطرے اور مزاحمت کا مقابلہ کر سکتے ہیں، مسلمانوں تمہارے اپنے ہاتھوں میں ساحرانہ قوت موجود ہے اب تمہیں اپنے فیصلوں پر ڈٹ جانا چاہئے.

_2 ...... 15 نومبر 1942ء میں قائداعظم نے جالندھر میں آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹ فیڈریشن سے خطاب کرتے ہوئے کہا: آپ

ہندوستان کے مسلمان طلباء کی اس طرح تنظیم کیجیے کہ وہ اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے ایک نقطہ پر جمع ہو جائیں اور ملت اسلامیہ کی معاشرتی، اقتصادی، اور ترقی وارتقاء کے لیےتعمیری لائحہ عمل ترتیب دیں. ثقافت اسلامی اور تعلیمات محمدی کا احیاء کریں اور ہندوستان کی مختلف اقوام کے درمیان بھائی چارے اور خیر سگالی کے احساسات کو آگے بڑھائیں.

_3 ...... 27 مارچ 1947 میں بمبئی چیمبر آف کامرس سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا: میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرے دل میں ہندو قوم کی بہت عزت ہے ان کا اپنا دھرم ہے اپنا فلسفہ ہے وہ اپنا تمدن رکھتے ہیں. عین اسی طرح جس طرح مسلمان اپنا ایمان، فلسفہ حیات اور تمدن رکھتے ہیں لیکن دونوں الگ الگ قومیں ہیں اور میں پاکستان کے لیےلڑ رہا ہوں کیونکہ ہمارے مسائل کا حل یہی ہے ہم ہندوؤں کو یقین دلاتے ہیں کہ پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ اور برادرانہ سلوک کیا جائے گا، اس کے ثبوت میں ہماری تاریخ شاہد ہے اسلامی تعلیمات نے ہمیں یہی سکھایا ہے.

ممتاز عالم دین مولانا شبیر احمد عثمانی جنھوں نے قائداعظم کی نماز جنازہ کی امامت بھی کی تھی نے کہا کہ ہندوستان نے اورنگزیب عالمگیر کے بعد اتنا بڑا مسلمان پیدا نہیں کیا جس نے مسلمانان ہند کی بربادی اور مایوسی کو فتح میں بدل دیا. مجلس احرار کے سربراہ سید عطاءاللہ شاہ بخاری جنھوں نے پاکستان بننے کے بعد لاہور کے ایک جلسہ عام میں یہ کہہ کر اپنی جماعت توڑنے کا اعلان کیا تھا کہ متحدہ ہندوستان کی حمایت ان کی غلطی تھی جناح صاحب کی سوچ جیت گئی میری سوچ ہار گئی.

غرض ایسی بے شمار مثالیں اور اقتباسات موجود ہیں جن سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ قائداعظم اقلیتوں کے سیاسی حقوق اور ان کی زندگیوں کو تحفظ دینے کے حامی تو ضرور تھے لیکن انہیں خراج عقیدت پیش کرنے کا اس سے بہتر کوئی اور عمل نہیں ہوسکتا کہ ہم قومی یکجہتی کے حوالے سے ان کی تعلیمات پر عمل کرکے پاکستان کو کرپشن، بدانتظامی اور بدعنوانی کے موجودہ بحران سے نکال کر ایک عظیم تر مملکت بنا سکتے ہیں............ انشاءاللہ

﴿ماں﴾

زندگی کا ہر سفر آساں لگتا ہے

یہ میری ماں کی دعاؤں کا اثر لگتا ہے

میرا وجود تیرے دم سے ہے ماں

میری خوشی تجھ سے جڑی ہے ماں

تیرا سکھ تیری ہنسی، مجھے عزیز ہے ماں

تیرے قدموں کے نیچے، میری جنت ہے ماں

تیرا ساتھ، میری دولت ہے ماں

تجھ سا پر خلوص رشتہ، کوئی نہ دیکھا ماں

تجھ سے بڑھ کر کچھ نہیں اے ماں

از: عائشہ واصف (کینیڈا)

☆......☆......☆

☆ دعا سے بدل جاتی ہے تقدیر ☆

از : تابندہ جبین۔

دعا کا موضوع کوئی نیا اور اچھوتا موضوع نہیں ہے۔ یہ موضوع اتنا ہی قدیم ہے جتنا کے خود انسان قدیم ہے۔ حضرت آدم کو جو رب کریم نے جو دعا سکھائی وُہ قرآن میں موجود ہے۔ اسطرح پے در پے باقی انبیاء کی بھی دعا موجود ہے۔

حضرت محمدﷺ ہمارے پیارے نبی ہیں، اللہ تعالی نے نبی کریم کے ذریعے ہمیں یہ پیغام پہنچایا ہے کہ دنیا کے آخر تک کس طرح سے ہم اپنی زندگی کو بہتر بنا سکتے ہیں. شرعی اصطلاح میں دعا کا مفہوم مدد طلب کرنا ہے. دعا بذات خود عبادت کا مقام رکھتی ہے رب کریم نے قران پاک میں فرمایا ہے کے "اور تمھارے رب نے فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دعا طلب کرتے رہو, میں تمھاری دعاؤں کو قبول کرتا رہو گا. یقیناً جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ ابھی ابھی ہو کے جہنم میں پہنچ جائیں گے ". (سورۃ المومن: ۴۰)

یعنی دعا ہمیں اس یقین کے ساتھ مانگنی چاہیے کہ قبول ہوگی اور ہمارا پروردگار ہمیں ۷۰ ماؤں سے بڑھ کر ہم سے محبت کرتا ہے ہم اپنے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہمارا رب ہماری ماضی حال مستقبل سے خوب واقف ہے بعض دعائیں قبول نہیں ہوتی اس مطلب یہ ہرگز نہیں کے وہ ہمیں پسند نہیں کرتا بلکہ وہ ہمیں ہمارے طلب سے زیادہ بہتر دینا چاہتا ہے. ایک مومن کے تمام طاقتوں وسائل کا حاصل توکل اللہ ہے قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے کے: آپ فرما دیجیے! مجھے اللہ کافی ہے, توکل کرنے والے اس پر توکل کرتے ہیں (الزمر: ۳۰۷)

انسان اپنی نادانی کی وجہ سے جلد بازی کرنے لگتا ہے اور اپنے وجود کو سوچ سمجھ سے خالی کرنے لگتا ہے. لیکن اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے لئے توبہ کا دروازہ کھول رکھا ہے اور جس سے بندہ توبہ کر کے اپنا نام نیک لوگوں میں شامل کر سکتا ہے. دعا کے یہ بھی ضروری ہے کے انسان تدبیر بھی کریں مثال کے طور پر اگر کوئی شخص بیمار ہے تو وہ علاج و معالجہ اختیار نہیں کرتا تو یہ غلط ہے. صحت کے ممکنہ اسباب اختیار کرے اور دعا کرے. انسان کو دعا ہمیشہ پورے دل کے ساتھ مانگنی چاہیے ایسا نا ہو زبان سے دعا مانگ رہے ہو اور دل کسی اور طرف متوجہ ہے. حدیث پاک ہے کے "غافل اور بے پروہ دل والے بندے کی دعا قبول نہیں فرماتا" یعنی ہمیں دعا اس یقین اور اطمینان کے ساتھ مانگنی چاہیے کہ قبول ہوگی اور اگر ہماری مانگی ہوئی دعائیں قبول نہیں ہوتی ہمیں دل برداشتہ شکستہ دل ہونے کے بجائے ہمیں اس بات پے غور کرنا چاہیے اللہ ہمیں ہم سے بہتر جانتا ہے اور ہمارے یقین کا تقاضا ہی یہں ہونا چاہیے کے ہم اللہ کی رضا میں پورے دل سے راضی ہو.

بقول علامہ اقبال: تقدیر کے پابند جماط و نباتات

مومن فقط احکام الہی کا ہے پابند۔

☆......☆......☆

ناولٹ ☆'ونی'☆

(پہلا حصہ)

تحریر :مریم ندیم

وہ سردیوں کی ایک اداس شام جو اپنی اداسی اس کے دامن میں میں بھرنے چلی آئی تھی کل تک تو سب تھا پر انسان کونسا جانتا ہے آنے والا وقت اسکے لیے کیا لے کے آئے گا کل تک وہ بھی نہیں جانتی تھی کہ اس کی تقدیر اسکے لئے کیا فیصلہ لکھ چکی ہے۔

منو نے بہت بے یقینی سے اپنے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا ابا آپ ہی تو دعا میں مانگتے تھے، کہ اللہ آپ کی منو کوئی دکھ نہ دے تو یہ کیوں کر رہے آپ میرے ساتھ , کیوں یہ عمر بھر کا دکھ میری جھولی میں ڈال رہے ,منو نے روتے ہوئے اپنے باپ سے سوال کیا!

منور احسان کا جھکا ہوا سر مزید جھک گیا ان میں ہمت ہی نہ رہی کہ وہ اپنی بیٹی کی طرف دیکھ سکیں۔

وہ بیٹی جسے انہوں نے بہت دعاؤں کے بعد حاصل کیا تھا دو بیٹوں کے ہوتے ہوئے بھی منور احسان کی شدید خواہش تھی کہ ان کا رب انہیں بیٹی کی رحمت سے بھی نواز دے چودہ سال بعد منو کے پیدا ہونے پہ وہ بہت خوش تھے کہ اللہ نے ان کی سن لی تھی وہی کیا گھر کا ہر فرد اس چھوٹی سی گڑیا کو دیکھ کر بہت خوش تھا اس کے بھائیوں کا بس نہیں چلتا تھا وہ اسے ابھی پورے گاؤں میں گھمالایں اور اس کی دادی انہیں اٹھانے نہ دیتی تھی کہ وہ اسے گرا دیں۔

وجی بھائی تو دادی سے پورا ایک دن ناراض رہے وہ چھوٹی گڑیا کو ہاتھ کیوں نہیں لگانے دیتی جب کہ ان کے خیال میں وہ اس سے چودہ سال بڑے ہیں تو وہ اسے آسانی سے سنبھال لیں گے اور اسے گود میں لینے کے بعد انہوں نے بے ساختہ کہا تھا یہ میری گڑیا ہے دادی میں اسے کسی کو نہیں دوں گا منور احسان نے مسکرا کے اس سے منو کو لے کے مجد احسان کو دیتے ہوئے کہا یہ گڑیا تم دونوں بھائیوں کی گڑیا ہے اس کے ساتھ مل کے کھیلنا پر اسے کبھی ٹوٹنے نہیں دینا۔

اور آج وہ خود اس کی ذات کو اس کے اعتماد کو توڑ آئے تھے، وہ کیسے باپ تھے جو اپنی بیٹی کے سارے خواب توڑ سکتے تھے،منو مجھے معاف کر دے تیرا ابا پ بہت مجبور ہو گیا تھا انہو نے روتی ہوئی منو کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا تھا،منو نے تڑپ کر ان کے ہاتھوں پہ اپنے ہاتھ رکھتے ہوئے اپنے باپ کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا، ابا ایسا مت کریں مجھے میرے رب کے آگے گنہگار مت کریں، آپ بس وجی بھا کو بلا لیں وہ سب ٹھیک کر دیں گے وہ اس مسئلے کا بہتر حل نکال لیں گے۔

وجاہت کا نام سنتے ہی منور احسان کو غصہ آ گیا،منو بس اس شخص کا نام کبھی میرے سامنے مت لینا وہ شخص جو تیرے باپ کو ساری برادری میں ذلیل و رسوا کر کے چلا گیا تجھے لگتا ہے وہ ہمارے مسلوں کا حل نکالے گا جس کے لیے دو بھائیوں کا ٹوٹ جانا کوئی معنی نہیں رکھتا تھا، ابا وجی بھا نے اس وقت جو کیا اپنے حق کے لیے کیا انہیں کسی کو پسند کرنے یا نہ کرنے کا حق ان کے مذہب نے دیا ہے ابا لوگوں کی باتوں میں آ کے اس حقیقت سے نظریں مت چرایے وہ آپ کے بیٹے ہیں اور ہمیشہ رہے گے-وجاہت بھا کے معاملے میں وہ ایسی ہی حساس تھی، وجاہت

کے خلاف وہ ایک لفظ بھی نہیں سن سکتی تھی، اس لیے اپنے باپ کے منہ سے اپنے ماں جایے کی تذلیل پر گستاخ ہوگئی۔

منور احسان کو اس کا گستاخانہ لہجہ مزید غصہ دلا گیا، زرینہ نے جلدی سے آگے بڑھ کر منو کو اپنے باپ کے سامنے سے ہٹایا بس کر جا منو کیسے اپنے باپ کے سامنے زبان چلا رہی ہے، منو اپنی ماں کی طرف دیکھا امو میں زبان نہیں چلا رہی میں وہ سچ ابا کو بتا رہی جس سے وہ پچھلے دو سال سے نظریں چرا رہے، وجاہت بھائی نے جو کیا وہ ان کا حق تھا وہ اس گھر سے خود نہیں گئے تھے، انہیں ابا نے نکالا تھا پر پھر بھی انہی کو مورد الزام ٹھرایا جاتا، زرینہ جانتی تھی اسے وجاہت سے کتنی محبت تھی اسے کتنی تکلیف ہوتی تھی جب کوئی کہتا تھا کہ وجاہت نے غلط کیا، منو ایک دفعہ پھر اپنے باپ سے جواب طلبی کے لیے اس کے سامنے جا بیٹھی اچھا چلیں مان لیتے ہیں وجی بھا نے غلط کیا پر میرا قصور بتائیں میں نے کیا غلط کیا ہے جو آپ میرے لیے یہ فیصلہ کر آئے ہیں، منور احسان نے اس کی طرف دیکھا جو آج یہ ارادہ کر چکی تھی کہ وہ آج ان سے سارے حساب پورے کرے گی، انہوں نے اس کے سامنے سے اٹھتے ہوئے بہت شکست خوردہ لہجے میں خود کو کہتے سنا کل تک خود کو اس نکاح کے لیے تیار کر لینا یا مجدد کا جنازہ دیکھنے کے لیے تیار کر لینا۔

منو نے بہت بے یقینی سے سر اٹھا کر منور احسان کو باہر جاتے دیکھا اور اسے ایک لمحے میں اندازہ ہو گیا دوسرا فیصلہ اس کے باپ کے لئے زیادہ مشکل کیوں ہے۔

ابا! منو کے لہجے میں ایک دم سے ہار آ گئی منور احسان مڑے بغیر کہا تھا وجاہت کو فون کرنے سے پہلے ایک دفعہ ضرور یہ سوچ لینا کہ تمھارا باپ ایک بیٹا پہلے ہی کھو چکا ہے کل تمہارے انکار کے بعد دوسرا بھی کھو دے گا اور مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ میں اپنے بیٹے کو سولی پر لٹکا دیکھ سکوں کہتے ہی منور احسان کمرے سے باہر نکل گئے۔

****

بابا سائیں قتل کی معافی بھی دی جا سکتی ہے لازمی نہیں کہ بیٹے کے بدلے بیٹا ہی مارا جائے، او پتر جی ہم نے کب کہا ہے کہ منور کل پنچایت میں اپنے بیٹے سے ہی دستبردار ہو دوسرا راستہ بھی تو دیا ہے نہ ہم نے، اور مجھے تو یہ نا بتا کیا غلط ہے اور کیا صحیح، نمبرداری پلیٹ میں رکھ کر نہیں ملی ورثے میں ملی ہے، تو بس مجھے یہ بتا کل منور کی بیٹی سے پنچایت میں نکاح کرے گا یا نہیں تو میں تیرے بھتیجے کی ونی کر کے لاؤں منور کی بیٹی کو، سجاول کو اپنے باپ کی پستی کا اندازہ تو تھا پر وہ اس حد تک گر جائیں گے یہ نہیں سوچا تھا۔ خدا کے قہر سے ڈریں بابا سائیں اس گاؤں کی نمبر داری ملی ہے خدائی نہیں، جو آپ کسی کے لیے کوئی بھی فیصلہ اپنی مرضی سے کریں گے اور یہ قتل بھی آپ ہی کی کوئی چال ہو گی، کیونکہ وہ جانتا تھا اس کا باپ اپنے فائدے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتا ہے، ورنہ جانتے تو آپ بھی ہیں بلاول بھائی کتنے پانی میں تھے، شرم کر سجاول اپنے مرحوم بھائی کے لیے کیسے لفظ استعمال کر رہا ہے، شرم تو آپ کو آنا چاہیے بابا سائیں اپنے ظلم کی انتہا پر، بس سجاول اب ایک اور لفظ نہیں کل پنچایت میں نکاح کے کاغذوں پر دستخط کرنے کے لیے آ جانا، ورنہ لڑکی تو میں ہر صورت میں ونی کروا کے لاؤں گا حویلی میں چاہے اپنے نام پر ہی کیوں نہیں سجاول کے کانوں پہ یہ لفظ کسی ہتھوڑے کی مانند برسے تھے۔

****

مراد سیال جانتے تھے وہ اپنے اس بیٹے کی سوچ کبھی نہیں بدل سکتے تھے یا شاید انہیں افسوس تھا کے انہوں نے آگے پڑھنے کیلئے باہر کیوں بھیجا تھا، سجاول ایک جاگیردار ہو کے بھی اپنے دوسرے دونوں بھائیوں کی طرح ظلم کا قائل نہ تھا، اور مراد سیال کے لیے ایک وہی تھا، جوان کے غلط فیصلوں پر بولتا تھا، ورنہ باقی دونوں بیٹوں میں تو اتنی ہمت نا تھی کہ اپنے باپ کے کسی فیصلے پر انکار کر سکے، چاہے وہ کسی کا ناحق قتل ہو یا کسی کی زمین پر قبضہ کر لینا، سجاول کو اپنے باپ کے غلط رویوں کا بہت دکھ ہوتا جب اسے گاؤں آنے پر اپنے باپ بھائیوں کے کسی نئے کارنامے کا علم ہوتا، وہ بہت کوشش کے بعد بھی اپنے باپ کو ظلم وزیادتی کرنے سے نہیں ہٹا پایا تھا، اس لیے وہ گاؤں بہت کم آتا گاؤں سے اس کا رشتہ صرف اس کی ماں کی وجہ سے قائم تھا، جو پچھلے کچھ عرصہ سے بہت بیمار تھی فالج کا ایک دفعہ ہونے والا اٹیک انکے لئے بہت سخت ثابت ہوا تھا، وہ چلنے پھرنے سے مفلوج ہو گئی تھی، سجاول نے انکا علاج بھی بہت کرایا تھا، ایک وہی تو تھا جس کو انکی فکر تھی بیماری کے بعد تو ان کے اپنے شوہر کے پاس ان کے لیے وقت نا تھا، سجاول نے انکا علاج بھی بہت کرایا تھا پر تھوڑی بہتر ضرور ہو جاتی پر مکمل ٹھیک نہیں ہو پا رہی تھی، سجاول انہیں شہر اپنے ساتھ لے کے جانا چاہتا تھا پر وہ ہر دفعہ منع کر دیتی، وہ جانتا یہ بھی اس کے باپ کا حکم ہو گا اس کی ماں کے لیے، اور پچھلی دفعہ گاؤں آنے پہ اس نے وہ لڑکی دیکھی تھی، جو اس کے دل پہ اپنا قبضہ جما چکی تھی، بات یہ نہ تھی کہ اس سے پہلے حسین لڑکی نہیں دیکھی تھی، پر اتنا حیادار حسن نہیں دیکھا تھا۔

وہ جہاں سے آیا تھا وہاں لڑکوں لڑکی کی دوستی عام سی بات تھی، اسکی بھی کئی لڑکیوں سے دوستی تھی، اس نے اپنے گاؤں کی پہلی لڑکی دیکھی تھی جو شہر پڑھنے جا رہی تھی وہ بھی کالج لیول پر،" اسے لگا یا تو اس کے گھر والے بہت روشن خیال واقع ہوئے تھے اس گاؤں میں یا وہ خود پڑھے کا بہت شوق رکھتی تھی، وہ گاؤں اپنی ماں سے مل کر واپس جا رہا تھا، جب وہ افضل چچا کے پاس کھڑی شہر کی طرف جانے والی سڑک پر ادھر سے ادھر دیکھ رہی تھی، جب وہ گاڑی سے اتر کر افضل چچا سے ملنے لگا...... "یہاں کیوں کھڑے ہیں چچا! آپ تو اس وقت ڈیرے پر ہوتے ہیں، اس نے چچا سے وہاں کھڑے ہونے کی وجہ پوچھی بس بیٹا میں منو بیٹی کو بس پر چڑھا کر جاتا ہوں، وہ افضل چچا سے کافی آگے سڑک پر کھڑی تھی اس نے دو سیکنڈ کے لیے پیچھے مڑ کر دیکھا تھا، اسی لمحے سجاول نے اس کی طرف دیکھا کالی چادر سر پر اوڑھے ایک کندھے پر بیگ ڈالے وہ خوب صورت سی لڑکی بہت کم عمر لگ رہی تھی، خیریت چچا شہر خیر سے جانا! کیونکہ وہ جانتا تھا اس کے گاؤں کے لوگ یا تو کسی علاج کے لیے جاتے ہیں یا شادی بیاہ کی تیاریوں کے لیے، افضل چچا کا یوں صبح صبح شہر جانا اس کے لیے حیرت کا باعث تھا، ہاں بس بیٹا منو شہر پڑھنے کے لئے جاتی ہے منور بھائی کچھ دیر پہلے چھوڑ کر گئے تھے کہ میں آج اسے بس میں چڑھا دوں انہیں گھر میں کام تھا تو تب سے ہم یہاں کھڑے بس کا انتظار کر رہے ہیں۔

بسوں کی تو ہڑتال ہے آج چچا کیا! آپ سے کس نے کہا یہ! اس نے پیچھے مڑ کر بہت جھنجھلائی آواز میں اس سے پوچھا، سجاول نے اس کی طرف دیکھا جسے شاید یہ خبر بلکل اچھی نہیں لگی تھی۔ اس نے مسکرا کے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا، میں نے صبح خبریں دیکھی تھی منو کو اس ٹائم اس شخص کی مسکراہٹ بلکل اچھی نہیں لگی تھی، اس نے افضل چچا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا چچا آپ پھر مجھے گھر تک چھوڑ دیں، اگر آپ کا جانا ضروری ہے تو میں چھوڑ دیتا ہوں، میں بھی شہر ہی جا رہا ہوں اسے خود پر حیرت ہوئی اس نے اسے یہ آفر کیوں کی، افضل چچا نے

منو کی طرف دیکھا اور کہنے لگے ہاں منو سجاول سائیں چھوڑ دے گے تمہیں میں چلا چلتا ہوں ساتھ ،نہیں چچا کوئی خاص ضروری نہیں میں گھر جاؤ گی اس نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یہ بات کہی جو ابھی تک اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور اسے اس کا اپنی طرف یوں ٹھٹھکی باندھے دیکھنا بلکل اچھا نہیں لگا ،چلو میں چھوڑ آؤں تمہیں ،نہیں میں چلی جاتی ہوں آپ اپنے کام پر چلے جائیں ،یہ کہہ وہ واپس چلی گئی یہ جانے بغیر کہ سجاول کی نظروں نے بہت دور تک اس کا پیچھا کیا تھا – وہ حیران رہ گیا تھا اس لڑکی کا اعتماد دیکھ کر یا شاید اسے اس کا منع کر دیا جانا اچھا نہیں لگا۔

یہ کون ہے چچا !اس نے افضل سے پوچھا منور بھائی کی بیٹی ہے امینہ شروع سے بہت شوق تھا پڑھنے کا اب شہر پڑھنے جاتی ہے ،انہوں نے بہت فخر سے اسے بتایا تھا ،اللہ اسکو اس کے مقصد میں کامیاب کرے ،چلو سجاول بیٹے میں چلتا ہوں جی چچا ٹھیک ہے ،وہ اس سے اجازت لیتے آگے بڑھ گئے۔

مراد سیال کا یہ بیٹا دوسرے دونوں بیٹوں سے بہت الگ تھا ،وہ جب بھی آتا ان سے ضرور مل کر جاتا ،وہ ان کی بہت عزت کرتا تھا ،یہی وجہ تھی جو انہوں نے منو کو اس کے ساتھ جانے کا کہا کیونکہ وہ جانتے تھے وہ عورت ذات کی بہت عزت کرتا ہے ،دوسری ملاقات بھی اس سے افضل چچا کی وجہ سے ہی ہوئی تھی ،جب وہ ان کی بیٹی کی شادی پر مہندی والے دن شادی کے اخراجات کے لیے پیسے دینے گیا تھا ،وہ گھر کے صحن میں افضل چچا کے پاس بیٹھا تھا ،وہ صحن میں داخل ہوئی تھی چادر میں اپنا وجود چھپائے ہوئے تھی ،اس نے افضل چچا کو سلام کیا تھا ،اسی لمحے افضل چچا کو اندر سے کسی نے بلایا تھا ،وہ بھی آگے بڑھ گئی تھی جب اس نے اسے آواز دے کر اپنی طرف متوجہ کیا تھا – کیا میں آپ سے بات کر سکتا ہوں؟

جی نہیں اس نے بغیر مڑے جواب دیا ، وہ زرد رنگ کے کپڑے پہنے کھڑی تھی ،سجاول کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی ،کیوں کوئی خاص وجہ ،جی نہیں بس مجھے آپ سے بات کرنا اچھا نہیں لگتا ،ارے کیوں میری شکل اتنی بری تو نہیں کہ کوئی لڑکی مجھ سے بات نہ کرے باقسم بہت سی لڑکیاں اس عاجز سے بات کرنے کے لیے ترستی ہیں ،ترستی ہوں گی نہیں میرے خیال میں پاگل ہوں گی اس نے اس کی طرف دیکھ کر بہت اعتماد سے کہا تھا ،اس نے منو کی بات پر ایک جاندار قہقہہ لگایا اور اگر میں آپ کے لیے رشتہ بھیجنا چاہوں تو ،وہ ان آنکھوں میں اپنے لیے پسندیدگی دیکھ چکی تھی پر وہ یہ بات کہہ دے گا اس کا اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا –تو میں انکار کر دوں گی اس نے فٹ سے جواب دیا ، سجاول سیال کی مسکراہٹ غائب ہوگئی کیوں کیا میں وجہ جان سکتا ہوا نکار کی اس نے منو سے پوچھا تھا بس مجھے آپ برے لگتے ہیں اس نے بغیر کسی ہچکچاہٹ لیے کہا برا لگنے کی وجہ جان سکتا ہوں ،کیونکہ آپ مراد سیال کے بیٹے ہیں ،اور مجھے سیال بلکل اچھے نہیں لگتے کیونکہ وہ بہت بےرحم ہیں اس نے بہت آرام سے اس کے سر پر بم گرایا تھا –

وہ کہہ کر آگے بڑھ گئی پر سجاول سیال شاک کی سی کیفیت میں وہی کھڑا رہ گیا اس کا مراد سیال کا بیٹا ہونا اس کے لیے طعنہ بن گیا تھا ،اس نے تو ہمیشہ عورت کو عزت واحترام کی نظر سے دیکھا تھا کیا اسے اس کی آنکھوں میں اپنے لیے کوئی احترام نہیں دکھا یا وہ اسے صرف مراد سیال کا بیٹا ہونے کی وجہ سے برا انسان مان لیا تھا –

****

منو حرا کے ساتھ دوسری دفعہ سیالوں کی زمینوں پر آئی تھی، پہلی دفعہ وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ ان کے جامن کے درخت سے جامن توڑنے آئی افضل چچا حرا کے ابو سیالوں کی زمینوں کی دیکھ بھال پر مامور تھے، افضل نے ہنستے ہوئے اس سے کہا تھا منو بیٹا آپ کی تو اپنی زمینوں پر جامن کے بہت سے درخت ہیں تو اسی درخت سے کیوں پھل توڑنا چاہتی ہو، اس نے جھنجھلا کے افضل چچا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا چچا ہمارے درخت کا پھل اتنا میٹھا نہیں نہ جتنا ان درختوں کا میٹھا، اور دیکھیں اتنے برے لوگوں کی زمین پر اتنے میٹھے پھل عجیب نہیں ہو گیا، وجی نے فوراً اسے ٹوک دیا کہ وہاں موجود لوگوں میں سے کوئی اور سن لیتا تو ان کی شکایت لگ جاتی، اس نے معصوم لہجے میں چچا سے پوچھا! ارے منوا یسے نہیں کہتے پھل کے میٹھے ہونے نہ ہونے میں لوگوں کا اچھا برا ہونا شامل نہیں ہوتا بس زمین کا فرق ہوتا ہے یا کوئی کھادرہ گئی ہو گی جو تمہارے جامن کے درخت پر میٹھا پھل نہیں آیا، تو ٹھیک ہے چچا آپ اگلی دفعہ جو کھادرہ گئی وہ سیالوں کے جامن میں نا لگایے گا میرے ابا کو بتا دیجیے گا وہ ہماری زمین کے لیے لے آئے گے اور مارا پھل بھی میٹھا آئے گا پھر میں ادھر سے جامن لینے نہیں آیا کروں گی اب تو توڑ لینے دیں نا افضل چچا نے اس کی بات پہ زوردار قہقہہ لگا کر اسے جامن توڑنے کی اجازت دی جلدی سے توڑ کر تینوں گھر کو چلے جانا۔ انہوں نے آگے بڑھتے ہوئے ان سے کہا، اور دوسری دفعہ وہ اب حرا کے ساتھ آئی تھی افضل چچا کے لیے کھانا لے کر افضل چچا کھانا کھانے لگے اور وہ اجازت لے کے باغ کی سیر کو نکل گئی، زمینوں کے ساتھ ہی مالٹوں کا باغ تھا، حرا منو سے کہنے لگی تو پھر کیسا لگ رہا کالج جانا میرے بغیر، بہت اچھا، منو نے اسے چڑانے کو کہا ہاں بھئی اچھا کیوں نہیں لگے گا تمہارے ابا نے تمہاری خواہش جو پوری کر دی، بہت خوش نصیب ہو تم منو ہاں یہ تو ہے منو نے اداس لہجے میں کہا، حرا نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا" کیا ہوا اداس کیوں ہو رہی بس ایسے ہی وجی بھا کا خیال آ گیا، تمہیں پتہ وہ کہتے تھے میری منو ضرور کالج جائے گی۔

اور میں خود اپنی منو کو لایا لے جایا کروں گا اور دیکھو میں کالج بھی جانے لگ گئی ہوں پر وہ نہیں ہیں، حرا نے آگے بڑھ کر اس کے آنسو پونچھے، منو رو تو نہیں، وہ نہیں ہیں تو کیا ہوا وہ واپس تو آئیں گے نا ایک دن تو وہ اپنی منو کو ایک اعلیٰ مقام پر دیکھ کر کتنا خوش ہو گے، حرا نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا تھا، ہاں شاید وہ آ جائیں، شاید نہیں یقیناً وہ ضرور آئے گے اپنی منو سے کیا ہر وعدہ نبھانے انشاءاللہ منو نے کہہ اپنی آنکھیں صاف کی۔ کیوں کہ یقین تو اسے بھی اپنے بھائی پر بہت تھا کہ وہ ضرور واپس آئیں گے۔

منو کو اپنے دونوں بھائیوں سے بہت پیار تھا، پر بڑے بھائی سے رشتہ میں عزت واحترام اپنی جگہ لڑائیاں محبت بھری بہت تھی، وہ اس کی ہر ضرورت بن کہے پوری کر دیتے تھے، اسے یہاں تک لانے میں سب سے زیادہ ہاتھ انہی کا تھا، ورنہ ابا نے تو مڈل تک ہی پڑھا کے کہہ دیا تھا اتنی پڑھائی ہی بہت ہے، پر وہ وجی بھا ہی تھے جو ابا سے ضد کر کے اس کا شہر جا کے داخلہ کروا آئے تھے۔

مجد د بہت چھوٹا تھا جب ایک دفعہ سکول جاتے ہوئے ایک ایکسیڈنٹ میں وہ ایک ٹانگ اور زبان سے محروم ہو گئے تھے، وہ بہت روئی تھی ان کی یہ حالت دیکھ کے وجی بھا مجد د بھائی اب کیا کبھی ہمارے ساتھ باہر نہیں جائیں گے اس نے روتے ہوئے وجاہت سے سوال کیا! کیوں نہیں جائیں گے گڑیا ہم خود دونوں انہیں ساتھ لے کر جایا کریں گے، وہ رو وہ چیز کیا کریں گے جو وہ پہلے کرتے تھے، ان کا وہی یقین

ہی تھا جو مجد د کو زندگی کی طرف واپس لے آیا تھا، ان کو وہیل چیئر پر بٹھا کر اپنے ساتھ سکول لے کر جاتے، پر میٹرک کے بعد ابا اپنے بیٹے کو شہر بھیجنے پر تیار نہ ہوئے، کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے وہ انہیں مزید مشکل میں ڈالے، بس اس کے بعد مجد د بھائی ابا کے ساتھ زمینوں پر ہی رہنے لگے، وجاہت بھائی آگے پڑھنے کے لئے شہر چلے گئے۔

وہ ہر ہفتے کے دو دن گھر ہی گزارتے، ان دو دنوں میں وہ تینوں ہر کام ساتھ کرتے، منو کو وہ دونوں اکٹھے بیٹھ کر پڑھاتے جہاں منو کی غلطی ہوتی وہی وجاہت بھائی مجد د سے کہہ کر اسے ایک تھپڑ لگاتے اور پھر دونوں خوب ہنستے تھے، اس کے پاس اپنے بھائیوں کی محبت سے بھرے بہت لمحے تھے جو وہ حرا کو سناتے نہ تھکتی تھی۔

پھر وجی بھا کی شادی کی بات ہونے لگی گھر میں وہ اپنی تایا زاد کزن انیسہ سے بچپن سے منگنی میں جڑے تھے، طوفان تو تب آیا جب وجی بھا نے شادی سے انکار کر دیا، یہ کہہ کر وہ شہر میں کسی اور کو پسند کرتے ہیں "انیسہ سے ان کا تعلق پسند کا چاہے نہ تھا پر وہ دونوں شروع سے ایک ساتھ جڑے تھے انیسہ باجی تو ان کے علاوہ کسی اور کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی، ابا کو لگا ان کے بڑے بیٹے نے ان کے منہ پر طمانچہ دے مارا ہے وہ بیٹا جو آج تک اپنی ہر ذمے داری بغیر کہے پوری کرتا آیا ہے وہ ان کو کیسے خاندان میں ذلیل کروا سکتا ہے......".

وجی بھا نے ابا کو سمجھانے کی ہر کوشش کر لی پر ابا کی ناہاں میں نہ بدل سکے وجی بھا نے تایا سے جا کر بات کر کے اس شادی سے انکار کر دیا اور تایا نے اپنے بھائی سے ہر رشتہ ختم کر دیا۔

ابا نے ان کے فیصلے سے دلبر داشتہ ہو کر وجی بھائی کو گھر سے نکال دیا، وہ اپنے بیٹے کے اس فعل کو کبھی معاف نہ کرنے کا عہد کر چکے تھے، وہ ان کے بڑے بیٹے تھے، ان کا مان تھا پر وہ اس مان کو روند کر چلا گیا۔

"منو نے وجی بھا کو پہلی دفعہ ابا کے سامنے روتے دیکھا تھا ابا میں مانتا ہوں میری غلطی ہے پر اتنی تو نہیں کہ آپ مجھے گھر سے نکال دیں میرے خون کے رشتے چھین لیں میں کیسے رہوں گا آپ سب کے بغیر ہی تیری سزا ہے وجی تو نے مجھ سے میرا بھاء چھین لیا برادری میں سب کے سامنے مجھے ذلیل کروا دیا ابا نے بہت سختی سے پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا اماں نے بہت کوشش کی کہ ابا کسی طرح مان جائیں وہ سب بہت اداس تھے مجد د بھائی کتنا رو رہے تھے جب وہ دونوں کو ایک دوسرے کا خیال رکھنے کا کہہ رہے تھے وہ تو ان سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتے تھے پر ان کے آنسو بتا رہے تھے ان کو چھوڑنے کا انہیں کتنا دکھ ہے اور منو تو بضد تھی کہ وہ اسے اپنے ساتھ لے کر جایے کتنی مشکل سے اسے بہلایا تھا یہ کہہ کر کہ مجد د کو ہم دونوں کی بہت ضرورت ہے اگر میں نہیں ہو گا تم تو پاس ہو گی اس کا خیال کرنے کے لیے وہ اس سے وعدہ لے کر گئے تھے کہ وہ ان کا بہت خیال رکھے گی اور وہ اس سے شہر ملنے آتے رہے گیا وران دونوں نے اپنے کیے وعدے نبھائے با خوبی نبھائے تھے۔وجی بھائی ہر جمعہ کے دن اس سے ملنے آتے سکول کے باہر سب کا پوچھتے اور وہ ہر دفعہ ان سے واپس آنے کا کہتی، اور وہ ہر دفعہ اس سے کہتے ابا کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہو جائے پھر پکا پکا گاؤں آ جاؤں گا، تمھاری بھابھی کو ساتھ لے کر انہوں نے اسے سائرہ بھابھی کی بہت تصویریں دکھائی تھی، پر کبھی ملوایا نہیں تھا، اس نے وہ تصویریں لے جا کر اماں اور مجد د بھائی کو بھی دکھائی تھی وہ انھیں ان کی ساری باتیں بتاتی تھی پر وہ تینوں کبھی ابا کے سامنے ان کا ذکر نہ کرتے تھے، پر منو راحسان جانتے تھے وہ وجاہت سے ملتی ہے پر انہوں نے اسے کبھی روکا نہیں

چاہا تھا، پھر وجی بھا کو ایک سال پہلے کراچی نوکری مل گئی تو انہوں نے اس سے کہا منو اب میں ہر ہفتے ملنے نہیں آ پایا کروں گا تم میرا نمبر رکھو اور مجھ سے روز بات کیا کرنا وجی بھا ابا کے نمبر سے بات کروں گی، تو وہ مجھے بہت ڈانٹنے گے تو پاگل لڑکی میں کب کہہ رہا ابا کے نمبر سے بات کرو، ابا سے کہنا موبائل لا کر دیں۔ وہ لا دیں گے اس نے ان سے پوچھا! ہاں اپنے وجی بھا سے بات کرنے کے لیے تھوڑی ضد کر لینا......"

اور اس نے ایسا ہی کیا تھا ابا نے اسے افضل چچا کے بیٹے سے کہہ کر اسے موبائل منگوا دیا پھر وہ ہر دوسرے دن ان سے خود بھی بات کرتی اور سپیکر آن کر کے امو مجد کی بھی کرواتی مجد بھائی اشاروں سے وجی بھا کے سوالوں کے جواب دیتے اور وہ ان کی بات سمجھ کر وجی بھا کو بتاتی جاتی وجی بھا کے جانے کے بعد اسے لگتا تھا ان کے گھر میں اب کوئی نہیں رہے گا، مجد کے ساتھ اس نیم کے پیڑ کے نیچے بیٹھ کر اسے لگتا یہ پیڑ بھی ان کی خاموشی پر ہنستا ہے، مجد بھائی ابا کو تنہا کام کرتے دیکھ کر کڑتے رہتے پھر وہ ابا کے ساتھ زمینوں پر جانے لگے، وہ وہاں بیٹھ کر نوکروں کو بتا کر ہر کام کروا لیتے آہستہ آہستہ وہ حساب بھی کرنے لگے، اسی سے ابا کا بوجھ بہت حد تک کم ہو گیا، منور احسان کی کچھ زمین گاؤں کے اختتام پر تھی۔

"سرگودھا شہر کا فیصلہ ان کے گاؤں سے بیس منٹ کی مسافت پر تھا آنے والے وقت میں شہر پھیل کر ان کے گاؤں تک آ جانا تھا بہت سے لوگ وہ زمین ان سے خریدنا چاہتے تھے پر وہ ورثے میں ملی زمین بیچنے کے حق میں نہیں تھے۔ مراد سیال منور احسان سے کئی دفعہ اس زمین کو لینے کی بات کر چکے تھے پر ہر دفعہ انھیں جواب انکار کی صورت میں ملتا تھا وہ منور احسان کی شرافت کی وجہ سے ان کا احساس کر جاتے تھے، ورنہ ان کے لیے کسی کی زمین جائیداد پر قبضہ کرنا کچھ مشکل نہ تھا، کچھ ان کے بڑے بیٹے کا خوف تھا، وہ پڑھا لکھا نوجوان کافی عرصہ سے گاؤں کے لوگوں کو بے وجہ ظلم نہ سہنے کا سبق سکھا رہا تھا، ایک دفعہ جب ان کے بڑے بیٹے نے افضل کو بیماری کے سبب کام پر نہ آنے کی وجہ سے مارا تھا، تو وہ لڑکا بلاول کو گرفتار کروانے کے لیے پولیس بلوانے والا تھا کس مشکل سے انہوں نے بلاول سے معافی منگوا کر بات کو آگے بڑھنے سے روکا تھا، انہیں پہلی مرتبہ اپنی نمبر داری خطرے میں محسوس ہوئی تھی، ورنہ آج تک تو گاؤں میں کوئی ان کے سامنے نظر اٹھا کر بات نہیں کر سکا تھا، انہیں اندازہ ہو گیا تھا وہ نئی نسل کا نوجوان ان کے ارادوں میں کامیاب نہیں ہونے دے گا، اور وجی بھا چچا کو سمجھانے لگ گئے۔ چچا آپ چھوڑ کیوں نہیں دیتے، ان کی زمینوں پر کام کرنا اور افضل چچا نے کہا نہ پتر کیوں سیالوں کو اپنا دشمن بناتا ہے، اور میرے باپ دادوں نے سیالوں کی زمینوں پر کام کیا ہے، میں نے بھی اپنی ذمے داری پوری کرنی ہے، تو پریشان نہیں ہو میرے لیے، اور انہوں نے بہت افسوس سے ان کی طرف دیکھ کر سوچا تھا، کہ کیا وہ کبھی گاؤں کے لوگوں کے دلوں سے سیالوں کا ڈر نکال پائے گے، اور ان کے جانے کے بعد یہ سب ہو گیا۔

"مراد سیال نے جب سے سنا تھا چائنہ والے ان کے باہر والی زمین پر بجلی کا پلانٹ کا ٹھیکا لینے والے ہیں وہ تب سے منور احسان کی زمین کے پیچھے پڑ گئے تھے ان کا گاؤں سرگودھا اور سلانوالی شہر کے درمیان میں آتا تھا انکے گاؤں کے چاروں طرف پہاڑ تھے انکے گاؤں کے بہت سارے لوگوں کی روزی روٹی کا دارومدار ان پہاڑوں پر مزدوری کرنے پر چلتا تھا الیکشن کے ہونیکی وجہ سے وہاں بہت ترقیاتی کام ہو رہا تھا

جس میں حکومت کا ایک منصوبہ وہاں بجری کا پلانٹ لگانے کا تھا مراد سیال چاہتا تھا منور احسان اپنی وہ زمین انہیں بیچ دیں اس دن بھی وہ اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ بات کرنے کے لیے منور احسان کے ڈیرے پر جا پہنچے بات بڑھتے بڑھتے ہاتھ و پائی تک جا پہنچی مراد سیال نے غصے میں آ کر پسٹل نکال لیا اور منور احسان کے بیٹے کی کنپٹی پر رکھ دیا اور منور احسان سے کاغذوں پر سائن کرنے کا کہا منور احسان نے جب اپنے بیٹے پر بندوق تنی دیکھی تو انہوں نے غصے میں آ کر بندوق چھیننی کی کوشش کی جس میں بندوق سے گولی نکل کر مجد کے بازوں میں جا لگی منور احسان اپنے معصوم بیٹے کا خون نکلتا دیکھ کر جلال میں آ گئے اور بندوق چھین کر فائر کر دیا جو مراد سیال کی دائیں سائیڈ پر کھڑے بلاول کے سینے میں جا اترا مراد سیال اپنے بیٹے کی طرف بڑھے اور اس کی حالت دیکھ کر اپنے بندوں کو فورا ہسپتال چلنے کا حکم دیا پر وہ جاتے جاتے منور احسان کو دھمکی دے کر گئے تھے کہ اگر ان کا بیٹا زندہ نہ بچا تو وہ ان کی آنے والی نسلوں کا وہ حال کریں گے جو انہوں نے کبھی کہیں دیکھا نہیں ہو گا بلاول سیال دو دن زندگی موت کی جنگ میں رہا اور اس دوران منور احسان کے اٹھتے بیٹھتے ہونٹوں پر اس کی زندگی کی دعا رہ جاتی ہے۔

پر ہونی کو کون ٹال سکتا ہے، یا ان کا رب ان کا امتحان لینا چاہتا تھا، تیسرے دن بلاول کی لاش واپس حویلی آ گء جنازہ اٹھنے کے بعد پورے گاؤں پر موت کا سا سکوت تاری تھا، سب جانتے تھے مراد سیال معاف کرنے والو میں سے نہیں، اگلے دن پنچایت میں منور احسان کو بلوا لیا گیا تھا، سب کو پتہ تھا مراد سیال قتل کے بدلے قتل کا فیصلہ ہی لے گا تو کیا منور احسان اپنے بیٹے کو قتل کرنے دے گا"...

اب یہ تو آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا، پنچایت لگنے تک منور احسان کے گھر میں ہر فرد کی یہی دعا تھی، اللہ مراد سیال کے دل میں رحم ڈال دے اور وہ قتل معاف کر دے، منو مجد بھائی کے بازوں کا زخم دیکھتی بار بار انہیں اشاروں میں دعا کرنے کو کہتی، وہ دعا کر رہی تھی، کے یہ رات نہ ختم ہو، پر وہ نہیں جانتی تھی کے اس کے لیے یہ رات زیادہ بھاری ہے یا آنے والی رات، منور احسان صبح 10 بجے ہی پنچایت کی جگہ پر پہنچ گئے تھے وہ فیصلہ کر کے آئے تھے وہ زمین مراد سیال کے نام کر دیں گے پر اپنا بٹیا نہیں قتل ہونے دے گے، انہیں اس لمحے خود پر بہت غصہ آیا کے کاش وہ گولی نا چلاتے تو آج انہیں یہ دن نہ دیکھنا پڑتا، پر وہ مراد سیال کے ارادوں سے بے خبر تھے، پنچایت اپنے مقررہ وقت پر لگ چکی تھی، مراد سیال نے اپنا مدعا بیان کر کے انصاف مانگا تھا منور احسان نے ان کی ہر بات پر ہاں کہا تھا کیونکہ مراد سیال نے وہی کہا تھا جو قتل کے دن ہوا تھا، وہ اپنی کسی بات سے نہیں مکرے تھے، جب فیصلہ میں ان سے بیٹے کی جان مانگی گئی تھی، انہوں نے صاف لفظوں میں کہا تھا میں کسی بھی صورت اپنا بیٹا قربان نہیں کروں گا مراد سیال جو زمین چاہتا تھا میں وہ اس کے نام کرنے پر تیار ہوں۔

"مراد سیال نے ہنستے ہوئے منور احسان کے سامنے کھڑے ہوئے تھے تجھے کیا لگتا ہے منور تیری وہ دو مربع زمین میرے بیٹے کے دکھ کو کم کر دے گی مراد سیال نے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا منور احسان ایک لمحے کے لیے گھبرا گئے انہوں نے مراد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تمھاری خواہش تھی اس زمین کو حاصل کرنا اب میں خود تیرے نام کر رہا ہوں "خواہش تھی پر اب نہیں رہی... منور احسان نے ان کے آگے ہاتھ جوڑ کر میرا بیٹا بہت معصوم ہے مراد اس بے زبان کو مار کر تجھے کیا ملے گا، نا منور بیٹے کے بدلے بیٹا ہی قتل ہو گا، میرے جگر کے ٹکڑے کے خون کا ازالہ کوئی زمین کوئی رقم نہیں کر سکتی مجھے بس اب خون بہا کے بدلے خون بہا ہی ہو گا، ٹھیک ہے تجھے خون کے بدلے میں

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

مجھے مار دے پر میرا بیٹا نہیں،
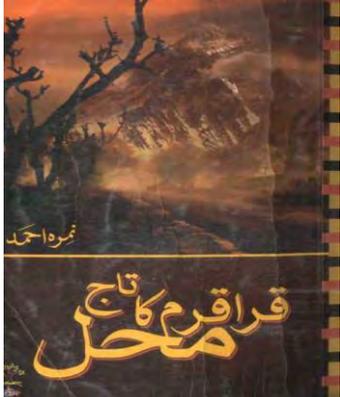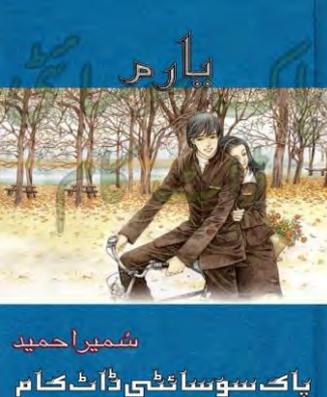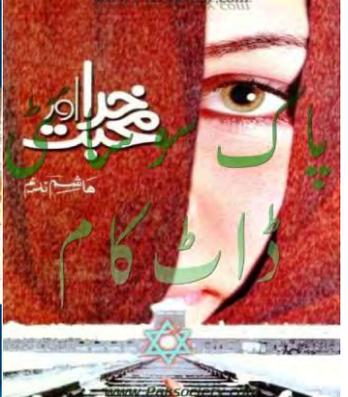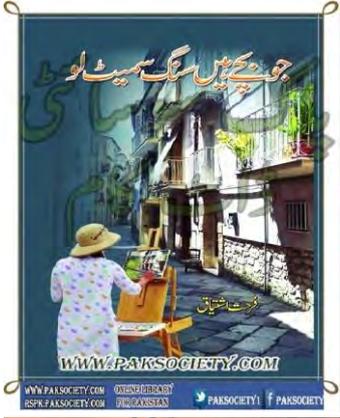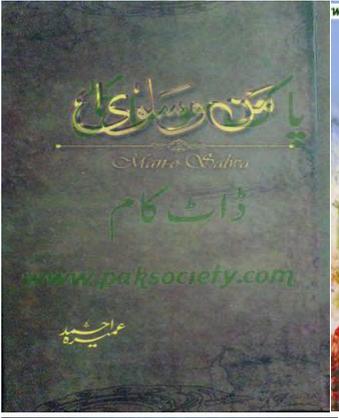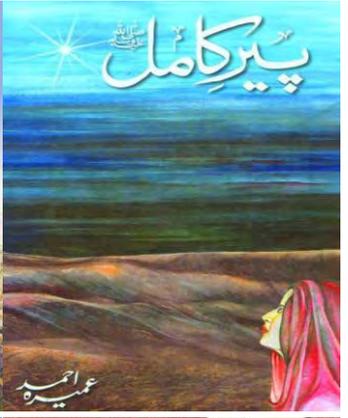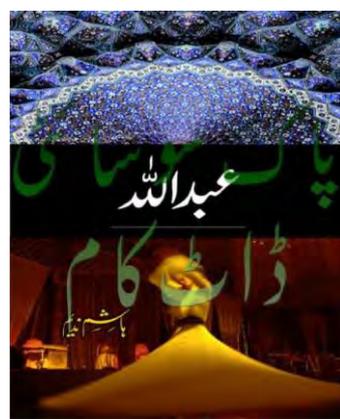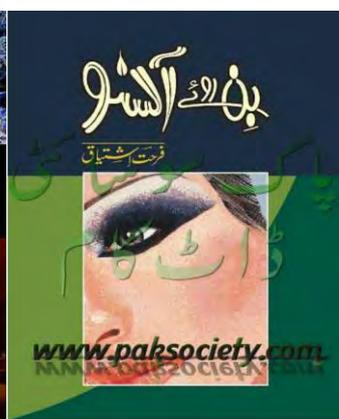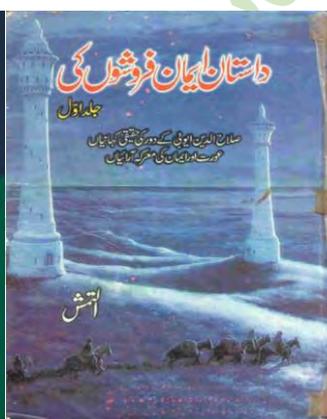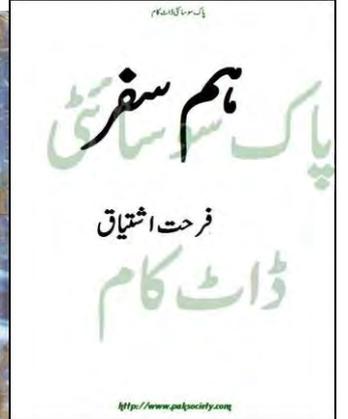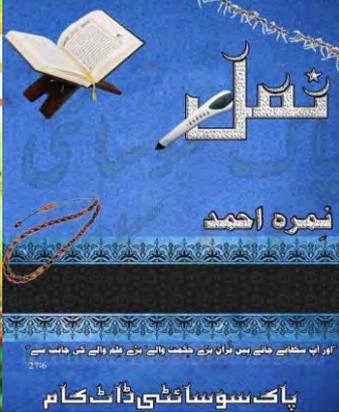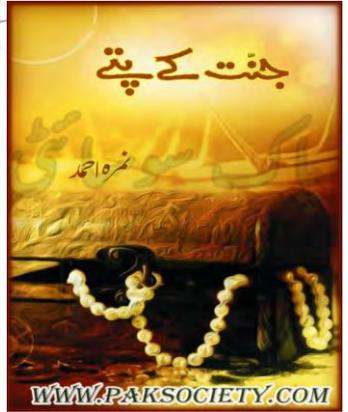
منور احسان نے مراد سیال سے کہا تجھے مار کر مجھے کیا ملے گا تیری نسل ختم ہو گی تیرا بیٹا مار کر، جیسے میری کر دی تو نے، مراد سیال خدا کے قہر سے ڈر میرے اپاہج بیٹے پر یہ ظلم نہ کر، انہوں نے روتی آنکھوں سے ان سے التجا کی تھی، تو ٹھیک ہے تو اپنی بیٹی ونی کر میرے بیٹے کے نام پر"...

منور احسان کو لگا جیسے کسی نے پگھلا ہو سیسہ ان کے کانوں میں ڈال دیا ہو......"

"مراد سیال بس اپنی گندی زبان پر میری بیٹی کا نام بھی مت لانا انہوں نے غصے میں مراد کا گریبان پکڑ کر کہا تھا تجھے جو کرنا ہے کر لے پر میں اپنی اولاد قربان نہیں کروں گا برادری کے لوگوں نے آگے بڑھ کر ان سے مراد کا گریبان چھڑوایا تھا سوچ لے منور احسان بدلہ تو میں لے کر رہوں گا- چل تجھے یہ بھی نہیں منظور تو میں کل تیری بیٹی کو بھری پنچایت میں اپنے بیٹے کی منکوحہ بنا کر لے جاتا ہوں، منور احسان کے بڑے بھائی نے مراد سیال سے وقت مانگا تھا، ٹھیک ہے پر کل پنچایت میں مجھے یا منور احسان کا بیٹا خون بہا کے لیے چاہیے، یا بیٹی، پنچایت ختم ہو گئی تھی پر منور احسان ابھی تک وہی کھڑے تھے یہ کیسا وقت آیا تھا ان پر، یہ کیسا امتحان تھا ان کی ذات کا وہ کیسے اپنی بیٹی ظالموں کے ظلم سہنے کے لیے دے دیتے، ان کے بڑے بھائی انہیں سمجھا رہے تھے کے وہ ان کی بیٹی ونی کر کے نہیں مانگ رہے، نکاح کر کے لے کر جائیں گے کیسا نکاح بھائی جان! آپ مراد سیال کی فطرت سے ناواقف تو نہیں، پھر بھی آپ مجھے میری نازوں پلی بیٹی کو ان کے حوالے کرنے کا کہہ رہے، تو کیا تجھ میں دوسرا بیٹا کھونے کی ہمت ہے، انہیں پتہ تھا وہ وجاہت کا کہہ رہے تھے، آخر کو وہ ان کی بیٹی سے رشتہ تو ڈ کر گیا تھا، ان کا غصہ جائز تھا آج سے پہلے وہ کبھی اتنا مجبور نا ہوئے تھے جتنا آج تھے، مراد سیال اپنے پڑھنے لکھے بیٹے کی ونی کر کے لے کر جائے گا اور میں نے دیکھا ہے وہ لڑکا کافی سلجھا ہوا ہے ہمارے پاس یہی ایک راستہ ہے مجدد کو بچانے کا-

"لڑکا تو انہوں نے بھی دیکھا تھا وہ انہیں مراد سیال کے دوسرے بیٹوں سے بہت الگ سا لگا تھا وہ فیصلہ کر چکے تھے وہ منو کو منا لیں گے کیونکہ وہ جانتے وہ اپنے بھائی کو کبھی قربان نہیں ہونے دے گی-

****

ابا کے جانے کے بعد وہ اپنی ماں کی گود میں سر رکھ کر لیٹی ہوئی تھی جب اس نے اپنی ماں کو کہتے سنا، تجھے پتہ منو تو بچپن میں بہت بیمار ہو گئی تھی، راتوں کو سوتی نہیں تھی تب وجاہت اور مجدد نے اپنی ڈیوٹی لگالی، کہ آدھی رات وجی تجھے سنبھالے گا اور آدھی رات مجدد، اس کی آنکھوں سے آنسو نکل اس کی ماں کی گود میں جذب ہونے لگے اسے پتا تھا اس کے دونوں بھائی کتنا پیار کرتے تھے اس سے"...

وجی بھا کو تو وہ دونوں اپنی طاقت سمجھتے تھے، ان تینوں بچپن کی بہت ساری خوشیاں اور غم ساتھ دیکھے تھے وہ کیسے مجدد بھائی کو مرتا دیکھ سکتی تھی، وہ تو بے زبان تھے کتنی حسرتیں تھی ان کی آنکھوں میں، اس ایک حادثے نے ان سے ان کی زندگی کی ساری خوشیاں چھین لی تھی، وہ یہی سوچتے کے کاش وہ بھی وجی کی طرح اس دن سکول نہ جاتے نہ وہ اس بھاری ٹرک کے نیچے آتے، اس حادثے نے ان سے بولنے کی حس چھین لی وہ ایک ٹانگ سے مفلوج ہو گئے، پر اگر آج تک وہ زندہ تھے تو اپنے بہن بھائی کی وجہ سے، نہیں تو وہ زندگی کو بوجھ سمجھنے لگے تھے، جب وجی گیا تھا تو انہیں لگا تھا ان کا ایک بازو ٹوٹ گیا ہے، آج جب ابا نے گھر آ کے پنچایت کا فیصلہ بتایا تھا تو انہیں لگا وہ منو کے مجرم

ہیں۔

وہ اسکے پاس آ کر بیٹھے تھے اور اسے گلے سے لگا کر بے آواز کتنی دیر تک روتے رہے، اور وہ اپنے ہاتھوں سے انکے آنسو پونچھ رہی تھی وہ کتنے مجبور تھے جو نہ اپنے بھائی کی کوئی مدد کر سکے تھے، نہ اب اپنی بہن کو اس ظلم سے بچا پا رہے تھے، رات آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی، فجر کی نماز سے کچھ دیر پہلے اس کی آنکھ لگی تھی، اذان کی آواز سن کر وہ اٹھ بیٹھی اس کی ماں نماز پڑھ رہی تھی، جب وہ ان کے پاس آ بیٹھی تھی "اموآپ ہمیشہ دعا مانگتی تھی نا اللہ میرا دامن خوشیوں سے بھر دے آج آپ دعا میں میرے لیے یہ مانگئے کہ اللہ مجھے اب کوئی ایسا دکھ نہ دے جسے آپ کی منو مر جائے اور کسی باپ کو اتنا مجبور نہ بنا دے کے وہ اپنی بیٹی کا سودا کر آئے اور کسی بہن کو ایسا مجبور بھائی نا دے جو اپنی بہن کو ظلم سے نہ بچا سکے اتنا کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی"... زرینہ نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا اس سے تو بہتر تھا اس کا جنازہ اٹھ جاتا، ایک دفعہ کا مرنا روز مرنے سے تو اچھا تھا وہ اپنے رب سے شکوہ کناں تھی کہ اس نے ماں ذات کو بیٹوں کے لیے اتنا مجبور کیوں بنایا منو نے ماں کی طرف دیکھا اور کہا امو ابا سے جا کر کہہ دیں ان کی بیٹی قربان ہونے کو تیار ہے اور اس نے اپنے بھا کو کچھ نہیں بتایا......".

وہ وضو کرنے کے لیے اٹھ گئی، کیونکہ آج اسے اپنے رب سے کچھ مانگنا نہیں تھا، بلکے پوچھنا تھا کہ اسے بیٹی کیوں بنایا، اس نے نماز پڑھ کر دعا کیلیے ہاتھ اٹھائے۔

"اے میرے رب میں بھی تیرے ہاتھ کی مٹی سے بنی ہوئی عورت ہوں تو تو نے مردوں کو ہم پہ حاکم کیوں بنایا تو مجھے پیدا کرنے والا میں تجھ سے شکوہ کرنے کی جرات نہیں کرتی تیری نعمتوں کی کوئی حد نہیں پر میں تجھ سے التجا کرتی ہوں میری آنے والی زندگی میں تو نے میرے لیے اولاد لکھی ہے تو مجھے بیٹی نہ عطا کرنا کیونکہ مجھ میں اپنی ماں جیسا حوصلہ نہیں ہے کہ میں اپنی بیٹی زمانے کے رواجوں پر قربان کر سکوں وہ بہت دیر ہاتھ اٹھائے جائے نماز پر بیٹھی رہی اس نے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں مانگا اپنے رب سے نہ اپنی آنے والی زندگی کی کوئی خوشیاں نہ اس ظلم سے بچانے کی کوئی دعا کی تھی۔ باہر صبح کا اجالا پھیل رہا تھا وہ جائے نماز لپیٹتی باہر صحن میں آ گئی۔

نیم کے پیڑ کے نیچے چارپائی پر مجد د بھائی بیٹھے اس جھولے کو دیکھ رہے تھے جس پر وہ روز اسے بیٹھتا دیکھتے تھے، وہ انکے پاس آ کے بیٹھ گئی، ابا کو اس نے رات کے بعد نہیں دیکھا تھا زرینہ نے ان دونوں بہن بھائیوں کے سامنے ناشتہ لا کر رکھ دیا، پر آج ان دونوں میں سے کسی نے بھی ناشتہ کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا، اسنے بھری آنکھوں سے اس جھولے کی طرف دیکھا جو ابا نے اسے اپنے ہاتھوں سے ڈال کر دیا تھا، مجد د بھائی اب اس جھولے پر منو کبھی نہیں بیٹھے گی نا، اس نے مجد د سے سوال کیا تھا! منور احسان کے کمرے سے باہر نکلتے قدم رک گئے، اور وہ دروازے کی اوٹ میں نیچے بیٹھتے چلے گئے، وہ اپنی بیٹی کی دل آزاری کا سبب بن گئے تھے، مجد د بھائی آپ کو یاد ہیں نا میں ناشتہ اس جھولے پر بیٹھ کر کرتی تھی، اور آپ اور وجی بھا چارپائی سے اٹھ اٹھ کر نوالے میرے منہ میں ڈالتے تھے، اور امو مجھے ڈانٹتی تھی منو انسانوں کی طرح چارپائی پر بیٹھ کر ناشتہ کر، اور بھائیوں کو بھی کرنے دے، پھر وجی بھا چلے گئے تو میں نے اس جھولے پر بیٹھنا بھی چھوڑ دیا، اب میں بھی نہیں رہوں گی اس چارپائی پر آپ کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہو گا کل سے"...

مجد د کے آنسو نکل پڑے، مجد د بھا ابا نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا، اس نے آنسو پیتے ہوئے ان سے سوال کیا!

مجد دنے اسے اپنے سینے سے بھینچ لیا اللہ تعالیٰ نے انھیں کیسا بے بس کر دیا تھا، وہ اپنی بہن کی کومد دتو کیا اسے تسلی تک نا دے سکتے تھے، آج سے پہلے وہ ان کی زبان بنی رہی وہ ان کی ہر اشاروں سے کی بات سب کو اپنی زبان سے بتاتی تھی، اب شاید وہ کبھی بھی کسی کو اپنی بات نہیں سمجھا سکے گے، منور احسان نے دل پر پتھر رکھ کر اس کے پاس آ کر اسے اٹھایا تھا۔

پنچایت کا وقت ہو گیا ہے منو......"

اسے لگا اس کی موت کا وقت آ گیا ہے، اس نے ابا کی طرف دیکھا اس کے لیے فیصلہ کرنا مشکل نہ تھا، کہ اس کے باپ نے یہ الفاظ کس منہ سے ادا کیے ہیں، اس کے باپ کا سر جھکا ہوا تھا پر اس کی کسی غلطی کی وجہ سے نہیں اپنے ظلم کی وجہ سے، زرینہ نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا تھا اس کے آنسو نہیں نکل رہے تھے وہ بس اپنے باپ کی طرف دیکھ رہی تھی، اسی لمحے اس کے تایا گھر میں داخل ہوئے تھے چلو منور پنچاہت میں سب انتظار کرر ہے ہیں زرینہ نے اس کے سر پر دوپٹہ دیا تھا، وہ نہیں جانتی تھی کے اس نے گھر سے پنچایت تک کا فیصلہ کیسے طے کیا تھا وہ بس اتنا جانتی تھی وہ اس گھر کو اس گھر کے مکینوں کو دوبارہ نہیں دیکھ سکے گی......"

بیٹی تھی بابا کوئی بوجھ نہیں

تیرے آنگن کی چڑیا تھی کوئی کھیل نہیں

مانا تیری عزت وعصمت مجھ سے ہے

پر خواہشوں سے بھرا دل تھا میرا گڈیوں سی بے احساس نہیں۔

دعاؤں میں میرے لیے دکھ نا مانگ کر

خود اپنے ہاتھوں سے مجھے دکھ دان کیے

میرے لیے تیرا یہ تحفہ ہی سہی

خواب تھا میرا بھائیوں کے کندھے ڈولی چڑھ کر جانے کا

تو نے کھود دی غموں کی قبر تو جنازہ ہی سہی

اس نیم کے پیڑ پر اپنے ہاتھ سے ڈالے میرے جھولے کو جلا دینا

جو میری ذات کو ختم کر دیا تو میرا عکس بھی نہیں بھینٹ چڑھتی ہیں بیٹیاں

ہی زمانے کے ریت رواجوں کے آگے

تمہیں مبارک بیٹوں کی خوشیاں میں نہیں تو نا سہی ....

منور احسان اس کاغذ پر جو وہ جاتے ہوئے مجد دکو انھیں دینے کا کہہ کر گئی تھی، اس کے ہاتھ سے لکھے الفاظ پڑھ کر داڑیں مار مار کر رو دیے......"

"منو معاف کر دے اپنے باپ کو ان؟ وں نے روتے ہوئے دل سے دعا کی تھی مجد دنے ان کی گود میں سر رکھ دیا وہ شکوہ کرنا چاہتے تھے وہ

اسے قتل کر دیتے پر منو کے ساتھ یہ ظلم نہ کرتے۔

****

سجاول نے دو لوگوں کے ساتھ آتی اس لڑکی کو دیکھا تھا، جو بغیر کسی ہار سنگھار کے آج اس کی دلہن بننے جا رہی تھی، دلہن تو اس نے کہا تھا، پر کیا وہ اس لڑکی کو کبھی قبول کر پائے گا، اس نے خود سے سوال کیا! ان کے پیچھے افضل چچا تھے، بھلا افضل چچا کا ان سے کیا تعلق، کیا افضل چچا کے رشتے داروں سے بلاول بھائی کا قتل ہوا ہے اس نے حیرت سے سوچا تھا"...
یہ تجسس بھی تب ختم ہو گیا جب نکاح میں لڑکی کا نام سنا، اس پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے وہ تو اتنی پر اعتماد لڑکی تھی، اس نے اپنے ساتھ یہ نا انصافی کیسے ہونے دی، نکاح ہو چکا تھا۔
اس کے باپ نے بہت تمسخرانہ لہجے میں کہا تھا اٹھ سجاول اپنی ونی حویلی لے کر چل"...
انہوں نے منور احسان کی طرف دیکھا تھا جن کا رنگ اس بات پر پیلا پڑ گیا تھا، انہوں نے آگے بڑھ کر مراد سیال کے پاؤں پکڑتے ہوئے کہا تھا، مراد میری بیٹی پر مزید کوئی ظلم نا کرنا، مراد سیال نے انہیں دھکا دے کر آگے بڑھ گئے منوا اپنے باپ کی تزلیل پر تڑپ اٹھی تھی وہ ان کو اٹھانے کے لیے آگے بڑھنے لگی تھی، جب اس کے کانوں میں مراد سیال کی آواز پڑی دلاور لڑکی کو گاڑی میں بیٹھا، اس نے وہی اپنے قدم روک لیے مراد سیال کے ڈر سے نہیں، اپنے ابا کو مزید تزلیل سے بچانے کے لیے، چلیں جی اس کے پیچھے کھڑے آدمی نے اسے آگے چلنے کا حکم دیا تھا، اس نے قدم آگے کی طرف بڑھا دیئے کیونکہ وہ جان گئی تھی اسے اب انہی لوگو کے حکم پر چلنا ہے، اب حقدار بدل گئے تھے، منور احسان نے اٹھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا جا پتر خوشیوں بھری زندگی مقدر بنے انہوں نے نم آنکھوں سے اسے دعا دی، اس نے آنکھوں کی زبان میں ان سے پوچھا تھا کیا ایسا ممکن ہو سکے گا اب ان کا سر جھک گیا اس کی سوال کرتی نظروں کے سامنے......"
"وہ چلی گئی تھی جب سجاول نے آگے بڑھ کر ان کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھ کر انہیں یقین دلایا کہ وہ ان کی بیٹی کے ساتھ اب کوئی نا انصافی نہیں ہونے دے گا اس نے اتنے ٹھوس لہجے میں ان سے کہا تھا انھیں یقین ہو گیا کہ وہ منو کے لیے اچھا ہمسفر ثابت ہو گا۔

****

"اسے حویلی لانے کے بعد مراد سیال کی عدالت میں پیش ہونے کا حکم دیا گیا تھا ہر کوئی اسے یوں گھور کر دیکھ رہا تھا جیسے بلاول کا قتل اسی سے ہوا ہو مراد سیال کے ساتھ ایک 30 سے 32 سال کی خاتون کھڑی تھی ساتھ اس کے ایک بچی اور دس سال کا بچہ تھا یہ عورت اور یہ بچی بلاول کی بیوی اور بیٹی ہیں مراد سیال نے اس سے کہا تھا تمھارے باپ نے اسے بیوہ کر دیا ہے اور یہ بچی جس نے ابھی کچھ دن پہلے ہی بابا کہنا شروع کیا تھا اب کبھی اپنے باپ کو نہیں دیکھ سکے گی اسے نہیں پتا تھا وہ اتنی تمہید کیوں باندھ رہے یہ سب میں تمہیں اس لیے نہیں بتا کے میں ان کا تعارف کروا رہا ہوں میں یہ سب تمہیں اس لیے بتا رہا ہوں۔
تا کہ تم جان لو تمہیں نکاح کر کے ضرور لایا گیا ہے پر تم میرے بیٹے کے صدقے ونی کی گئی ہو اور تم جانتی ہو گی کے جب کوئی لڑکی ونی ہوتی ہے تو اس کی کوئی عزت نہی ہوتی اس گھر میں جہاں وہ ونی ہو کر آتی ہے تو تم نکاح کر کے ضرور لائی گئی ہو، پر اس حویلی میں تمھیں بہووں جیسی

کوئی عزت نہیں ملے گی، اور تم سے جو کہا جائے تم اسے کرنے کی پابند ہو، اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے پر اس نے کہا تو بس اتنا ہی آپ نے اپنے بیٹے کے خون کا بدلہ مجھ یہاں لا کر پورا کر لیا ہے پر اب آپ میرے باپ یا میرے گھر کے کسی فرد کو تنگ نا کیجئے گا آپ اپنی مزید تسلی مجھے ذلیل کر کے کر لیجئے گا پر اپنے باپ کی تذلیل برداشت نہیں کروں گی۔

انھیں حیرت ہوئی اسے اپنی جان کی پرواہ نہیں وہ ابھی بھی اپنے پچھلوں کے لیے فکر مند تھی انہوں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ نوراں مائی انہوں نے باہر کھڑی ملازمہ کو آواز دی اس لڑکی کو لے جائیں اور اپنے کمرے میں رکھیں جی سائیں چلیں بی بی نوراں مائی نام سے بلانا ہے کیا تمہیں نہیں پتا یہ کیسے آئی ہے عزت و تکریم اس کا حق نہیں اس کے پیچھے کھڑی اس عورت نے کہا تھا جسے بلاول کی بیوی کہا گیا تھا اور وہ وہاں کھڑی اس کے لہجے میں چھپی نفرت محسوس کر چکی تھی۔

****

اسے نوراں مائی اپنے کمرے میں لے آئیں تھی، بیٹھ جا بیٹی وہ جو کمرے کا جائزہ لے رہی تھی انہوں نے اس سے کہا تھا کھانا لا دوں، تجھے کھانے کے نام پر اسے یاد آیا تھا اس کی ماں نے جو ناشتہ بنایا تھا وہ جوں کا توں ہی پڑا رہ گیا تھا، اس نے سر جھٹک کر کہا نہیں بھوک نہیں، نام کیا ہے تمھارا! منو نہیں ابینہ ہاں ابینہ نام ہے میرا اس نے بہت پاگل پن کے انداز میں ان سے کہا، انہوں نے ترس بھری نگاہوں سے اسے دیکھا تھا کتنی خوبصورت لڑکی تھی اتنی حسین تو یہاں کی بہوویں بھی نہ تھی، انہیں ماننا پڑا سجاول سیال کی ونی خوبصورتی میں ان سے کہیں آگے تھی، آپ مجھے جائے نماز لا دیں گی، ہاں کیوں نہیں پتر تو وضو کر لے میں لا دیتی ہوں، پر پتر پہلے کچھ کھا لے اس نے ہاں میں سر ہلایا تھا، وہ اس کے لیے کھانا لے آئی تھی اس نے لقمہ توڑ کر کھانا ہی شروع کیا تھا،

تم زرینہ کی بیٹی ہو نا انہوں نے اس سے پوچھا تھا......" جی کہتے ہوئے اسے لگا تھا لقمہ اس کے حلق میں ہی اٹک گیا، اور آنسوؤں کے گولے نے اندر نہیں جانے دیا، اس نے جلدی سے پانی کا گلاس منہ سے لگا لیا پھر کھانے کے دوران انہوں نے اس سے کچھ نہیں پوچھا وہ نہیں چاہتی وہ اس بچی کو مزید تکلیف میں ڈالیں، وہ کھانا کر وضو کرنا چاہتی تھی میرے ساتھ آجاؤ میں دکھا دوں، کہاں سے کرنا وضو وہ ان کے ساتھ چل پڑی کمرے میں آنے کے بعد نوراں نے اسے جائے نماز دیا، اور خود باہر چلی گئی"...

سجاول اپنے باپ کے چلے جانے سے کافی دیر بعد گھر آیا تھا اس نے یہی سوچا تھا پنچایت سے اٹھ کر وہ شہر چلا جائے گا پر جب سے اس نے اسے دیکھا تھا اس کا دل نہ کیا کہ وہ اسے ادھر اکیلا چھوڑ کر جائے، گھر آنے پر پہلا سامنا اس کے باپ سے ہوا تھا، وہ ان کے پاس سے گزر جانا چاہتا تھا جب انہوں نے اسے آواز دے کر روک لیا،

"واہ سجاول تو نے تو میرا دل جیت لیا آج میری بات مان کے انہوں نے اس سے کہا تھا سجاول نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے ان سے کہا مجھے آپ کا دل جیتنے کا کوئی شوق نہیں میں کسی مظلوم پر ظلم کرنے سے مجبور ہو گیا تھا، میں نے بس اپنی ماں کی آنکھوں کی فریاد پر عمل کیا ہے، ہاں بئ تم ماں بیٹے تو ہمیشہ نیچا دکھاتے آئے ہو تو یہ موقع وہ کیسے جانے دیتی اپنی اچھاء ثابت کرنے کا، انہوں نے بہت حقارت سے اپنی بیوی کا نام لیتے ہوئے جواب دیا......" خیر مجھے اس لڑکی کے بارے میں بات کرنی تھی، آپ کا بدلہ پورا ہو تو گیا اسے ونی کروا کے؟ (باقی آئندہ)

افسانہ ☆ فرض اور قرض ☆

تحریر: ہاجرہ عمران خان۔

آج صلاح الدین کی شادی تھی دولہا بن کر بھی وہ الجھا الجھا سا تھا.

میرون رنگ کی شیروانی سنہرے کام سے سجی ہوئی تھی وہ شیروانی زیب تن کیے سر پر ہم رنگ کلہار کھے ، پاؤں میں شاہی کھسہ پہنے شہزادوں کی سی آن بان کا مالک لگ رہا تھا.. یوں بھی وہ ایک خوبصورت شخصیت کا مالک تھا مگر آج اس کی چھب نرالی تھی، اس کا یہ روپ عمر بھر کی سادگی، پاکیزگی اور شرافت کا بھرپور مظہر تھا

بارات کی روانگی کا وقت قریب آ رہا تھا، رشتہ دار، دوست احباب، ملنے والے سب ہی خوش نظر آ رہے تھے، بس ایک وہی تھا جو اپنی سوچوں میں الجھا ہوا تھا. اس کے دوست اسکی باوقار شخصیت کے معترف تھے.

اسکے دوست آج کے دور کے لوگ تھے، نئے زمانے کے لوگ، جدید زندگی کے سب تقاضوں کو نبھانا جانتے تھے. وہ اسے اٹھارویں صدی کا انسان گردانتے تھے، دقیانوسی، اولڈ فیشن اور پرانے وقتوں کا انسان ......وہ ایسا ہی تھا، سدا ایک سی ڈریسنگ کرتا اور بھی بابوؤں والی، اسے آج تک پینٹ ناف سے نیچے باندھنی نہیں آئی تھی، نہ ہی دوسرے لڑکوں کی طرح اس کی پینٹ سے سرخ انڈرویر جھانکتا تھا، جتنا نسواں سے دور رہتا اتنا ہی نسوانیت سے بھی کوسوں دور تھا......فیس بک پر لڑکیوں کو کسطرح دوست بنانا ہے یا فی میل کولیگز کو کس طرح شیشے میں اتارنا ہے وہ نہیں جانتا تھا...... .اسکے دوست نئے زمانے کے سب تقاضوں پر پورا اترنا جانتے تھے... ان میں سے ہر کوئی سال میں آٹھ یا دس عشق ضرور فرماتا اور وہ بھی ہر بار پوری سنجیدگی کے ساتھ مگر افیر ختم ہوتے ہی ان پر جیسے انکشاف ہوتا کہ وہ سب تو وقتی اور جذباتی بہاؤ تھا ......اور پھر جیسے ہی کسی اگلے افیر میں انگیج ہوتے تو وہی پرانا لگاؤ لوٹ آتا

صلاح الدین کا گروپ چھ دوستوں پر مشتمل تھا اور ان کا تعلق سوسائٹی کی ہر کلاس سے تھا... اگر ان میں کوئی قدر مشترک تھی تو وہ ان کا جذبہ محبت تھا، (محبت کے نام پر فلرٹ کرنا). ان سب میں ایک وہ تھا جو ان سب سے مختلف تھا، اس کی نظر میں یہ کچھ بھی ہو سکتا تھا، فن، دل لگی، وقت گزاری......لیکن اسے محبت نہیں کہا جا سکتا تھا ، وہ دوستوں کے طعنے سنتا، مذاق برداشت کرتا مگر کرتا وہی جو اسے ٹھیک لگتا ......وہ دوستوں سے تو لاکھ دامن بچا لیتا لیکن خود کو اکثر سوچوں کے بھنور میں گھرا ہوا دیکھتا، کبھی کبھی اسے لگتا وہ اپنی سوچ کا قیدی ہے،، نہ سوچ اسے رہا کرتی ہے اور نہ ہی وہ اس قید سے رہائی کا متمنی ہے، وہ تنہائی کے اس احساس میں سکون کے ان دیکھے جزیرے دریافت کر چکا تھا، جہاں وہ اور اس کی الجھنیں ایک دوسرے کے سنگ سنگ رہتی تھیں. وہ اکثر سوچتا کہ " آخر میں کسی لو افیر میں انوالو کیوں نہیں ہو سکتا؟"

یہ نہیں تھا کہ اس کے سینے میں مرد کا دل نہیں تھا مگر کوئی تو ایسی کمی تھی کہ وہ کسی طرف پیش رفت نہ کر پاتا، اپنی لیڈی کولیگز کے ساتھ وہ بہت ریزرو رہا کرتا.

پارٹ 2:

سیل فون پر کسی بھی قسم کی مس کال یا رانگ نمبر پر رسپانس نہ دیتا. فیسبک پر بھی چیٹنگ نہ کرتا، اس کی پروفائل پک جو کہ اس کی اپنی تھی اسے دیکھ کر اکثر لڑکیاں اسے ایڈ کرتیں، اس سے بات چیت کے لیے پیش رفت کرتیں مگر وہ اتنا سرد اور روڈ تھا کہ کوئی بھی لڑکی زیادہ دیر تک اس کا تعاقب نہ کرتی اور کہیں اور قسمت آزمائی کے لیے نکل کھڑی ہوتی.

اسکا بچپن جنوبی پنجاب کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں گزرا تھا. تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہ سرکاری ملازم کے طور پر بھرتی ہوا، جاب کے سلسلے میں اس کا ٹرانسفر پاکستان کے مختلف صوبوں میں ہوتا رہا، دس سال شہر شہر گزار کر وہ اسلام آباد کے نواح میں چھوٹا سا گھر بنا کر رہنے لگا، دس سالہ دربدری کی زندگی سے تنگ آ کر اس نے ریٹائرمنٹ لے لی، کچھ ہی عرصے میں اسے فون کی ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں هینڈسم اماونٹ پر جاب مل گئی......اسے پہاڑوں میں گھرا یہ شہر بہت پسند تھا، یہاں کی تنہائی منظور تھی لیکن دور دراز گاؤں واپس نہیں جانا چاہتا تھا، اس اپنے گاؤں سے وحشت ہوتی تھی، اس مٹی سے اسکی کوئی خاص خوشگوار یادیں وابستہ نہیں تھیں . اسکے ماں باپ بیٹیوں کے فرض سے سبکدوش ہونے کے بعد اس کے بھائی اور اس کی بیوی کے ساتھ رہتے تھے، بعد میں نصیر الدین فوت ہو گیا، بھائی صلاح سے چھوٹا تھا مگر بہنوں کی طرح اس کی شادی بھی جلدی کر دی گئی، صلاح جب کبھی اپنی ماں سے ملنے گاؤں جاتا وہ اسے شادی کرنیکا کہتی لیکن وہ بتیس سال کی عمر میں بھی شادی کا فیصلہ نہ کر پایا تھا۔

صلاح اکثر تنہائی میں بیٹھ کر اپنی ماں کو یاد کیا کرتا، اس کی ماں نے اسے زندگی جینے کے بہت سے گر سکھائے تھے، مگر ایک چیز اس کی گھٹی میں شامل کر دی تھی اور وہ تھی" عورت کی عزت "وہ ماں کے سکھائے گئے سب اسباق بھلا سکتا تھا مگر اسکا سکھایا یہ سبق کبھی فراموش نہیں کر سکتا تھا. اس کا باپ پسماندہ گاؤں کا سیدھا سادھا ان پڑھ دیہاتی تھا اس کے باوجود اس کی ماں کی عزت کیا کرتا تھا، اس کی چار بہنیں تھیں اور شاید ایک لاشعوری خوف اس کے ماں باپ کے بھیتر ہی بھیتر پلتا رہا تھا، اپنی بیٹیوں کی عزت کا خوف...اور بڑا بیٹا ہونے کے ناتے انہوں نے یہ خوف صلاح کو منتقل کر دیا تھا، بچپن میں اسے بہنوں کے ساتھ احترام سے پیش آنے کا سبق دیا جاتا، وہ ماں سے الجھ جاتا، سب تو اپنی بہنوں سے لڑتے جھگڑتے ہیں، پھر میں کیوں ان کی عزت کروں...ماں کہتی تو بھائی ہے، بھائی بہنوں کو عزت دیتے اچھا لگتا ہے، تیرے کندھوں پر ان کی عزت کا بار ہے تو ان کی توقیر کرے گا تو ساری دنیا ان کی توقیر کرے گی۔

اسکی ماں کہا کرتی "صلاح عزت دو عزت لو، اللہ تعالی نے عورت کو عزت میں تمھارے برابر مرتبہ دیا ہے، بلکہ ماں بنا کر اسکا درجہ تین گنا بڑھا دیا ہے، ماں کا شمار گاؤں کی ان چند پڑھی لکھی عورتوں میں ہوتا تھا جنہوں نے میٹرک تک دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ قرآن پاک ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ پڑھ رکھا تھا، وہ سب بہن بھائیوں کو قرآن کہانی سنایا کرتی...وہ بتایا کرتی کہ ہمارے دین نے عورت کو عزت کے اعلیٰ درجوں پر فائز کیا ہے وہ کہا کرتی پتر گاؤں والوں کی طرح سوچ کو پیتل کے کنڈے نہ لگانا کہ جہاں عورت کو بس استعمال کی چیز سے زیادہ کچھ نہیں سمجھا جاتا۔

اسکا باپ مستری نصیر الدین بڑا مختلف آدمی تھا، وہ عورت کی عزت کرنا جانتا تھا، بندہ مختلف ہو تو مختلف ہونے کی سزا بھی بھگتنی پڑتی ہے،

اس کے باپ کو بھی سزا دی گئی تو ہین کی صورت ..... اسی لیے سارا گاؤں اسے زن مرید کہتا، لیکن نہ جانے وہ کون سی مٹی کا بنا ہوا تھا کبھی کسی کی پرواہ نہ کرتا ..... وہ کہا کرتا کہ ..... " کیا عورت کا ہاتھ بٹانا، اپنا کام خود کر ،بچوں کی پرورش میں اس کا ہاتھ بٹانا زن مریدی ہے؟ کیا یہ سنت نہیں؟ ... عورت کے معاملے میں ہم دین کیوں بھول جاتے ہیں؟ میں ان لوگوں کی جہالت کا مقابلہ نہیں کرسکتا" وہ لا چاری ظاہر کرتا اسے یاد تھا کہ جب اس کا باپ مرا تھا اس کے چہرے پر اتنا نور تھا کہ اس پر نظر نہیں ٹھہرتی تھی جو دیکھتا وہ ماشاءاللہ ،ماشاءاللہ کرتا جاتا، مولوی صاحب نے دیکھا تو بے اختیار سبحان اللہ کہہ اٹھے "یہ بیوی سے حسن سلوک کا معجزہ ہے"

ساری عمر وہ اسے سمجھاتا رہا "بیٹا عورت زندگی کی اساس ہے، زندگی کی تکمیل ہے. عورت تمہاری ماں ہے، بہن ہے، بیٹی اور پھر بیوی ہے، تم دوسروں کی عورت کی عزت کرنا تا کہ دنیا میں تمہاری عورت کو عزت مل سکے ..... یاد رکھو جو تم دو گے وہی تمہاری طرف لوٹایا جائے گا، پتر زنا قرض ہے، یہ قرض مرد کی غیرت کو چکانا پڑتا ہے تمہاری غیرت، تمہاری ماں، بہن، بیوی اور بیٹی ہے، زنا قرض ہے جس کی ادائیگی فرض ہے ..... .پتر آنکھ، کان، زبان، ہاتھ اور پاؤں کے زنا سے بچنا

صلاح الدین کی اماں اور بابا جی کے پند و نصائح اس کے کردار کے محافظ بنے رہے، وہ ان کی طرف سے مقرر کردہ اخلاقی حدود سے کبھی باہر نہیں جھانک سکا، وہ تو اپنی عزت کی حرمت سے ناواقف عورتوں کی بھی عزت کرتا تھا

========================

بارات لڑکی والوں کے گھر پہنچ چکی تھی قریبی پارک میں ٹینٹ لگا کر بارات کو بٹھانے کا بندوبست کیا گیا تھا ....بینڈ باجا، ڈھول سب انتظام اس کے جگری یاروں نے کیا تھا، صلاح کی طرف سے اس کی بہنیں، بہنوئی اور بھائی، بھابی اور ان کے بچے شامل تھے ..... انکے کھلے چہرے دیکھ کر اس کے اندر کی ویرانی بڑھتی جا رہی تھی ... کہیں کچھ ایسا تھا جو اسے من ہی من پریشان کیے دے رہا تھا ..... ایسی بے چینی جس کا سبب جاننے سے وہ خود بھی قاصر تھا۔

==========================

اس ویک اینڈ پر سب دوست مستی کی غرض سے اس کی طرف جمع تھے، آداب میزبانی نبھاتا ہوا وہ اس وقت کچن میں چائے بنا رہا تھا ..... . وہ سب لاؤنج کے رگ پر کشن رکھے نیم دراز تھے اور کچھ صوفوں سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے، پاپ میوزک بیگ گراؤنڈ میں چل رہا تھا، صلاح کے کنوارے پن پر ترس کھا کر ڈنر وہ ایک فاسٹ فوڈ سے کر آئے تھے .اسوقت معمول اپنی آوازیں فل والیوم میں کھولے اسی کی برائیوں میں مشغول تھے .وہ با آسانی ان کے خیالات سے مستفید ہوسکتا تھا، اور وہ بھی تو ایسا ہی چاہتے تھے

"یار، کاش یہ بندہ سدھر جائے، ایسی روکھی، پھیکی، سڑی زندگی گزار رہا ہے، نہ کسی دل کش آواز کا ترنم، نہ کسی رنگین آنچل کا سایہ، یہ اور اس کا اکلاپے کی خاموش صداؤں سے گونجتا مکان ....." . سمیر نے ڈرامائی انداز میں ڈائیلاگ مارا

"یار ... سچ پوچھو تو مجھے صلو کے ساتھ کوئی مسئلہ لگتا ہے ..؟" جنید نے میوزک کی آواز کم کرتے ہوئے کہا

" کیسا مسئلہ؟ ذہنی یا جسمانی ؟" عمار نے بھی گفتگو میں حصہ ڈالا

"ذہنی بھی ،جسمانی بھی اور وہ بھی جس کے لیے حکیم صاحب سے رابطہ کرنا پڑ جاتا ہے "جنید نے وہ والا پر زور دے کر کہا جب کہ باقی سب بے ڈھنگے پن سے ہنسنے لگے۔

یار تم خود سوچو،اردگرد حسن کے جلوے بکھرے ہوں تو کوئی کب تک صنف نازک کی ستم رسید اداؤں سے محفوظ رہ سکتا ہے"جنید نے اپنی بات کو ثابت کرنے کے لیے دلیل دی"باقی سب اس کی تائید میں سر ہلانے لگے جبکہ ان کا انداز ہرگز سیریس نہیں تھا،مقصد بہر حال صرف اور صرف مذاق کرنا تھا جو شاید دوستوں کا پیدائشی حق ہوتا ہے " بندہ ہینڈسم ہے" صغیر بھی اس اہم مسئلہ پر لب کشائی کیے بنا نہیں رہ سکا۔

"پرسنیلٹی کرائیسز تو ہرگز نہیں......ٹھیک ٹھاک کانفیڈنٹ بندہ ہے" قدیر نے بھی سیل فون سے دھیان ہٹا کر گفتگو میں اپنا حصہ ڈالا

"یار اگر کوئی مسئلہ ہے تو ہم دوستوں سے کیوں نہیں شئر کرتا،ہمیں بتائے نا...... ..ہماری پیشانی پر کیا الو لکھا ہے" آذر کے جذبات بھی اُمڈ آئے.

" بکواس نہ کرو سالو! جس تھالی میں کھاتے ہو اسی میں چھید کرتے ہو" یہ دانیال تھا ، پلیٹ سے نمکو اٹھا کر منہ میں ڈالتے ہوئے کہا" ایک بندہ شریف ہے،تمہاری طرح ٹھرکی اور دل پھینک نہیں ہے تو تم سب مل کر اس کی واٹ لگانے پر تلے رہتے ہو،کوئی شرم ہوتی ہے،کوئی حیا ہوتی ہے' کوئی اخلاقیات ہوتی ہے......" دانیال ہمیشہ سے اس کی سائیڈ لیا کرتا تھا

"تم لوگ اس کو چھوڑو، یہ تو ہے ہی صلو کا چچہ "جنید نے اپنی ساری محنت رائیگاں جاتے دیکھ کر سب کو ایک بار پھر اپنی طرف متوجہ کیا.

تمہارا کیا خیال ہے کیا واقعی کوئی مسئلہ ہے صلو کے ساتھ" فاخر نے مشکوکانہ انداز میں جنید کی طرف دیکھا،باقی سب بھی اسے دیکھنے لگے" مسئلہ ٹیڑھا بھی ہوسکتا ہے" جنید نے سسپنس پھیلایا،

"مطلب" وہ سب ایک ساتھ چلائے تھے

"یار.. مطلب... کوئی ایسا مسئلہ جو ڈسکس نہ کیا جا سکے......". جنید نے نہایت اطمینان سے شوشا چھوڑا. جسکے ساتھ ہی لاؤنج میں ہنسی کا طوفان آ گیا۔

"یہ کچھ زیادہ پرسنل نہیں ہو گیا" دانیال نے احتجاج کیا.

"ہم میں کچھ پرسنل نہیں،ہم دوست ہیں" جنید نے اس کی گردن دبائی" آج تک اس کی زندگی میں ایک بھی افیئر نہیں'اس سے اچھا تو تو ہے،تو نے بھی زندگی میں کوئی دو چار حسینائیں پٹا ہی لی ہوں گی، جنید نے دانیال کی عام سی شکل پر چوٹ کی. کچن میں چائے کپوں میں انڈیلتے ہوئے اس کا چہرہ سرخ ہوا تھا مگر وہ ان تبصروں اور چٹکلوں کا عادی تھا۔ وہ اس کے دوست تھے اور اس کے سامنے ایسے تبصرے کرتے رہتے تھے،آج وہ تہیہ کر کے آئے تھے کہ اسے زچ کر کے چھوڑیں گے،اور اگر یہ نہیں تو دوسرا معاملہ ہے......".. فاخر نے مصنوعی سنجیدگی دکھانے کی ناکام کوشش کی...... .وہ چائے رکھ کر لاپرواہی کے ساتھ

ایک طرف صوفے پر جا بیٹھا اور ریموٹ سے چینل بدلنے لگا، کسی نے اس کا نوٹس نہیں لیا وہ اس طرح شوکرار ہے تھے جیسے کسی اہم ایشو پر بات کرر ہے ہوں" یہ لڑکیوں میں انٹرسٹڈ ہی نہیں" فاخر نے اپنی طرف سے بم پھوڑا فاخر نے اپنی طرف سے بم پھوڑا جس پر کمرہ ایک بار پھر ان کی ہنسی سے گونج اٹھا......".. ایک بار پھر ہنسی کا طوفان سا اٹھا...... ..

" تمھیں کیسے پتا اس کا انٹرسٹ؟" دانیال نے پاس بیٹھے فاخر کی گردن دبوچی۔ باقی سب نے بھی صلاح الدین سمیت اس کارخیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، دیر تک مستی اور ہلہ گلہ ہوتا رہا... سب ایک دوسرے کے اوپر گرر ہے تھے.....رات گئے یہ ہنگامہ سرد پڑا اور سب اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوئے سوائے دانیال کے جو کہ جان بوجھ کرر کا رہا۔

==*=*=*=*=*=*=*=*=*=*=*=*=*=

اس کا جی چاہا وہ اپنے دوست کی نظر اتر لے، دولہا بن کر اس پر خوب روپ آیا تھا اور دانیال واری صدقے جار ہا تھا...... . وہ واقعی کسی اور ہی پلینٹ کا باشندہ تھا، سب سے ہٹ کر اور منفرد.....دلہن کو اس کے پہلو میں لا کر بٹھایا جار ہا تھا ......اسکی نگاہوں میں اس رات کا منظر آٹھہرا جب وہ دونوں صلاح الدین کے گھر ٹیرس پر کھڑے تھے...... . بالکل سامنے دور اونچے پہاڑ تاریکی کا لباس پہنے اونگ رہے تھے۔

=*=*=*=*=*=*=*=*=*=*=*=*=*=*=*

اس نیدور شہر کی جلتی ہوئی روشنیوں پر نظریں جمائیں، مجموعی طور پر یہ ایک پرسکون علاقہ تھا، اردگرد ان لوگوں نے گھر بنا رکھے تھے جن کی آمدنی ذرائع سے زیادہ تھی اور اپنا نا جائز پیسہ۔

"اب بتاؤ کیا مسئلہ ہے" دانیال سگریٹ کے کش لگاتا ہوا بولا" کیسا مسئلہ؟" صلاح الدین نے اچنبھے سے کہا" یہ جو سب دوست ہر وقت تمہارا مذاق اڑاتے رہتے ہیں" دانیال خفا سا بولا

"وہ سب خرافات بکتے ہیں، اس سب میں میرا قصور کہاں نکلتا ہے بھائی؟" اس کے لہجے سے حیرت جھلک رہی تھی

" آخر تم اپنی پرابلم شیئر کیوں نہیں کرتے ہو یار؟" ہم سب تمھارے دوست ہیں، تمہارا رویہ عجیب ہے، یہ سب نارمل نہیں ہے، کبھی ایک سنگل کرش بھی تمھارے کریڈٹ پر نہیں...... . کیا یہ بات ہمارے ذہنوں کو الجھانے کے لیے کافی نہیں؟" دانیال نے برا سا منہ بنا کر کہا

"میری سمجھ سے تمہاری باتیں بالاتر ہیں" صلاح کچھ بیزاری سے بولا

"اور کچھ نہیں تو کچھ مردانگی ہی جتاؤ" دانیال ٹھنڈے لہجے میں بولا

"اپنی مردانگی جتانے کے لیے دوسروں کی عزتوں سے کھیلنا شروع کر دوں" وہ ترش ہوا

"اس عمر میں سب لڑکے ہی یہ کرتے ہیں، افیر چھوڑ دوستی تو ہر کوئی کرتا ہے، یہ آج کل کا ٹرینڈ ہے یار، یہاں تک کہ لڑکیاں بھی اس معاملے میں پیچھے نہیں رہیں، بلکہ لڑکوں سے دو چار قدم آگے ہی نکل چکی ہیں، تو نہیں نہ سہی اور نہیں اور سہی کے فارمولے پر عمل پیرا ہیں ... تم نہ جانے کس دنیا کے باشندے ہو، کچھ نہیں تو جھوٹ موٹ کا کوئی افیئر ہی سیٹ کر لو، تا کہ لوگوں کو تمہارا مذاق اڑانے کا موقع نہ ملے"

دانیال نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ان لوگوں کے بھونڈے مذاق سے بچنے کے لیے اپنے ہی بنائے ہوئے اصولوں کو اپنے ہاتھوں سے توڑ دوں؟ سوسائٹی کے اس گلے سڑے حصے کا جزو بن جاؤں، جو شرعی اسلامک چہرے کو مسخ کرنے کا باعث بن گیا ہے، سوسائٹی میں اگر کچھ افراد جدید گیجٹ کا غلط استعمال کر رہے ہیں تو میں صرف اس لیے اس کار خیر میں شریک ہو جاؤں کہ یہ سب ایک جدید ٹرینڈ ہے، مجھے بھی ٹرینڈی نظر آنے کے لیے وہی سب کچھ کرنا پڑے گا، جو اور لوگ کر رہے ہیں... آئی ایم سوری دانیال، یہ کوئی جوتوں یا لباس کا ٹرینڈ نہیں کہ میں بھی اسے اپنا لوں، یہ میرا نظریہ ہے، جس پر میرا یقین، ایمان کی حد تک ہے. نظریہ کی اپنی مسلمہ حقیقت ہوتی ہے،

آج لاکھوں نام نہاد لبرلز مل کر بھی نظریہ پاکستان کو تبدیل نہیں کر سکے، پاکستان کا مطلب کیا" لا الہ الا اللہ "ایک، دو فنڈڈ ٹی وی چینلز نے اس نظریے کو تبدیل کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے، اس لیے کہ نظریے کی اپنی قوت ہوتی ہے، اس کو آسانی سے رائج نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی آسانی سے مٹایا جا سکتا ہے. میرا بھی ایک نظریہ ہے اور وہ یہ کہ میں عورت کی عزت کرتا ہوں، میرے ماں باپ نے یہ عزت میری گھٹی میں ڈالی ہے، میری فطرت میں عورت کی عزت ہے، ویلنٹائنز ڈے منانا، دوسروں کی بہن بیٹیوں سے افیئر چلانا میری سرشت میں نہیں ہے، میرا نظریہ ہے کہ میں کسی کی غیرت پر نگاہ بد نہ ڈالوں اس لیے کہ مجھ میں اس قرض کو چکانے کی ہمت نہیں، میں آنکھ، کان، نیت اور سوچ کے اس زنا کا قرض اتارنے کے لیے بے حد کمزور فرد ہوں، وہ رکا، طویل سانس لی... پھر دانیال کی طرف رخ پھیر کر اس کے چہرے پر نگاہ مرتکز کیے بولا" میرے دوستوں کو میرا مذاق اڑانے دو، مگر مجھے میرے نظریے کو شکست نہ دینے دو، میرے ماں باپ نے مجھے تربیت دینے کے لیے اپنا بہت کچھ کھو دیا تھا، اپنی عزت نفس تک قربان کر دی تھی، مجھے ان کی تربیت کا بھرم رکھنا ہے

...... دانیال نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کے چہرے پر دیکھا" آئندہ میں تجھے ایسی کوئی نصیحت نہیں کروں گا، تو جی لے اپنے نظریات مگر یاد رکھنا تیرے جیسے لوگ اس دنیا میں اکیلے رہ جاتے ہیں.....اور یہ بھی یاد رکھنا، تیرے جیسے ہی لوگ ہوتے ہیں جنھیں دنیا ٹرینڈ سیٹر کے نام سے یاد رکھتی ہے" اپنی بات کے اختتام پر وہ مسکرایا

مسکراتو آج بھی رہا تھا، اپنے دولہا دوست پر وہی مسکراتی نگاہیں جمائے، پرانی باتیں سوچتا ہوا،" دیکھنا تو یہ ہے کہ آج بھی تم جیتو گے یا قسمت تمہیں کسی دوراہے پر لا کھڑا کرنے والی ہے" اب اس کی مسکراہٹ میں طنز کی آمیزش تھی

=*=*=*=*="=*=*=*=*=*=*=*=*=*=*=*=*=

دانیال نے ایک نظر پچھلی رات کے آسمان کو دیکھا، وہ اس کی باتوں سے قائل ہوتا نظر آ رہا تھا جب برائی کرنے والے اپنے برے افعال کے لیے ہزار ہا دلائل گڑ سکتے ہیں تو پھر وہ تو حق پر تھا. دانیال جانتا تھا کہ نظریہ رائج کرنے والا ایک شخص ہوتا ہے، لیکن اسے ماننے والے ان گنت ہوتے ہیں.

دانیال تین روز کے لئے کراچی گیا ہوا تھا. موقع غنیمت جان کر سب دوستوں کا آج صلاح الدین کو گھیرنے کا پروگرام تھا، ایک فائیو سٹار ہوٹل کے ویٹنگ لاونج میں تنہا بیٹھا صلاح ان سب کا انتظار کر رہا تھا، سہ پہر کا وقت تھا، اسی لیے ابھی رش کم تھا، اسے بالکل سامنے صوفے

پر ایک انتہائی خوبصورت لڑکی آ کر بیٹھ گئی، وہ بھی اس کی طرح بار بار داخلی راستے پر نگاہ دوڑا لیتی جیسے اسے بھی کسی کا انتظار ہو، مگر جانے کیوں صلاح کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جسے وہ لڑکی کچھ لمحوں کے لیے اس پر نگاہیں مرتکز کر دیتی ہو ، نیوز پیپر پر نظر دوڑاتے ہوئے صلاح نے اس کی نظر کا غیر معمولی پن محسوس کیا مگر وہ نظر انداز کرتا رہا...... ان لوگوں کا دور دور تک نام و نشان نہ پا کر اس نے پہلے موبائل پر وقت دیکھا ......پھر عمار کو کال ملانے لگا، اس کا ارادہ کال ملتے ہی ان کی اچھی طرح خبر گیری کا تھا، " حیرت ہے کال بار بار ڈائیورٹ ہو رہی ہے" اس نے حیرت سے سوچا ۔اس کے بعد اس نے باری باری سب کو کال ملائی مگر بے فائدہ اس کا پارہ چڑھ گیا "بھاڑ میں جائیں یہ لوگ "ناراضگی سے سوچتے ہوئے اپنے سیل کوٹ کی جیب میں رکھا، وہ اٹھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ کافی دیر سے تنہا بیٹھی حسینہ اس کے قریب صوفے پر آ کر بیٹھ گئی، لیڈیز پرفیوم کی مہک اس کے ناک سے ٹکرائی ۔صلاح نے کافی حیرانگی سے اس کی جرات کو دیکھا، وہ اس قدر اچانک ایسی بے تکلفی کی توقع نہیں کر رہا تھا۔

" کیا آپ بھی میری طرح کسی کا انتظار کر رہے ہیں؟" بلاشبہ اس کا لہجہ پر ترنم تھا

"سوری؟" وہ اس اچانک سوال پر متحیر ہوا۔

"میرا مطلب ہے کہ میں بھی اپنی کچھ فرینڈز کا انتظار کر رہی ہوں، مگر وہ لوگ ابھی تک آئے نہیں"......اس نے کچھ توقف کیا تب دوبارہ گویا ہوئی" کیا ہم کچھ وقت ساتھ گزار سکتے ہیں" اس کے لہجے کی شیرینی میں جیسے کوئی پیار بھرا حکم چھپا تھا، صلاح کے لیے یہ ایک انوکھا اور تازہ ترین تجربہ تھا، وہ حسن کے سب ہتھیاروں سے لیس تھی، صنف مخالف کو چت کرنے کے سب گروں سے واقف بھی، اس پر کانچ سی بھوری آنکھوں پر لمبی لمبی سیاہ پلکوں کی جھالر...... وہ اس کا دل تیز دھڑکنے پر مجبور کر چکی تھی،" آپ اگر یہاں کمفرٹیبل نہیں تو میرے پاس اسی ہوٹل کا روم بھی ہے، مجھے امید ہے کہ میں ایک اچھی میزبان ثابت ہوں گی"اس نے میٹھے لہجے میں سرگوشی کی ۔صلاح ایئر کنڈیشنڈ روم کی ٹھنڈک میں بھی ماتھے کا پسینہ محسوس کر سکتا تھا، اس لڑکی کے طور اطوار صاف بتا رہے تھے کہ وہ کوئی (کال گرل) پیشہ ور ہے، مگر حسین اس قدر کہ کسی کا بھی ایمان خطرے میں ڈال دے........

"مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے، مجھے معاف کریں......" وہ تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا مگر لڑکی بھی ہمت ہارنے والوں میں سے محسوس نہیں ہوتی تھی.. صلاح کو اچانک نشست سے اٹھتے دیکھ کر بے اختیار خود بھی اٹھ کر اس کا ہاتھ تھام لیا" بات تو سنیں؟" وہ ملتجی لہجے میں بولی، صلاح تھم سا گیا، اس کا ہاتھ اٹھا اور...ایک زناٹے دار تھپڑ اس لڑکی کا حسین چہرہ سرخ کر گیا...........ارد گرد آتے جاتے لوگ، صوفوں پر بیٹھے گپ شپ کرتے لوگ، تمام ویٹرز اپنی جگہوں پر جامد سے کھڑے ان دونوں کو دیکھنے لگے تاکہ معاملے کا اندازہ لگا سکیں اسی اثنا میں وہ سب دوڑتے ہوئے اس کے قریب پہنچے تھے، جیسے لمحہ بہ لمحہ ساری صورت حال سے واقف ہوں،" یہ کیا کیا صلاح یار؟" جنید نے اسے گھر کا ۔

" میں تم لوگوں کو چھوڑوں گی نہیں، میرا تماشہ بنا کر رکھ دیا، جی تو چاہتا ہے اس کا خوبصورت چہرہ نوچ ڈالوں" لڑکی نے اپنے لمبے لمبے ناخن صلاح کی طرف بڑھائے... خوبصورتی کا نقاب اتر چکا تھا اب وہاں ایک خونخوار تاثرات والی ہستی کھڑی تھی... عمار نے جلدی

سے آگے بڑھ کر اسے روکا" دیکھو جتنے پیسے طے ہوئے تھے، ہم تمہیں اس سے زیادہ دیں گے، اور میں تو ویسے بھی آتا جاتا رہتا ہوں، میرا اعتبار نہیں تمہیں؟" وہ محبت سے پچکارتا ہوا بولا، صلاح نے ان سب کو غصے سے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ ان سب کی ملی بھگت ہے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا وہاں سے چلا گیا" "اگر دانیال شہر میں ہوتا تو مجھے ایٹ لیسٹ ان لوگوں کے کارناموں سے آگاہ کر دیتا، یہ سب کے سب ملے ہوئے ہیں"...... اگلے بہت روز تک وہ اسے مناتے رہے، پھر دانیال کی واپسی پر ہی وہ دوبارہ شیر وشکر ہوئے، اور اب صلاح الدین نے شادی کا فیصلہ کر لیا تھا

============

شادی دانیال کی بیوی نے اپنے رشتے داروں میں طے کرائی تھی، صلاح نے لڑکی دیکھے بغیر 'ہاں' کی تھی

نکاح کے بعد رخصتی عمل میں لائی گئی... وہ سب اس کی خوشی میں شریک تھے اور بہت خوش تھے ایک بس وہ ہی تھا جو دل ہی دل میں ان جانے وسوسوں کا شکار تھا

"دیکھ لینا، ہمیں کوئی شکایت نہیں ملنی چاہیے" وہ اسے بیڈروم کی طرف دھکیلتے ہوئے چھیڑ رہے تھے

"دفع ہو تم لوگ"، وہ چڑ کر بولا

"اچھا بابا، زیادہ تیور نہ دکھاؤ" دانیال نے اسے پیار سے ڈانٹا

===========

وہ اگر دولہا کے روپ میں شہزادہ لگ رہا تھا تو وہ بھی پرستان کی پری سے کم نہیں لگ رہی تھی... بیحد معصوم اور حسین، جس کے چہرے سے پاکیزگی جھلک رہی تھی، وہ نظر واپس پلٹنا بھول گیا، مگر تب ہی وہ ذرا سا چونکا

نئی نویلی دلہن کے چہرے پر عجیب سی سختی در آئی تھی "یا اللہ اس کے دل نے دہائی دی" کہیں یہ کوئی تیز طرار لڑکی تو نہیں، وہ دل کڑا کر اس کے قریب بیٹھ گیا، اس بار سختی کے ساتھ ساتھ دلہن کے چہرے پر ناگواری پھیلی تھی...... مگر یہ کیا اگلے ہی لمحے اس کی دلہن آنسوؤں سے رو رہی تھی، آنسوؤں کا سیلاب امڈا چلا آ رہا تھا "میکے کی جدائی کا غم لاحق ہے یا شاید زبردستی شادی کی گئی ہے "صلاح کی پیشانی پر پسینہ چمکنے لگا، اس کا دل سوال پر سوال کیے جا رہا تھا اور اپنے ہی دل میں اٹھتے ان سوالوں پر وہ خود ہی بوکھلائے چلا جا رہا تھا

"اسلام علیکم؟" وہ خود کو زبردستی آمادہ کرتا ہوا بولا، آنسوؤں سے لبریز نگاہیں اوپر اٹھیں تو گویا پلٹنا بھول گئیں......کافی گھبراہٹ سے جواب آیا" وعلیکم اسلام......"

"آپ... رو رہی ہیں؟" گھبراہٹ میں منہ سے نکلا

"جی رو رہی ہوں" بمشکل نگاہ سے نگاہ چھڑا کر نیچے دیکھتے ہوئے جواب دیا (بڑی آنکھوں والی حوریں) صلاح کو قرآن کی آیت یاد آئی.

"میرا مطلب ہے آپ کیوں رو رہی ہیں؟" وہ ہمت کر کے گویا ہوا

" مجھے ڈر لگ رہا ہے" وہ بچکانہ انداز میں آنکھیں جھپک کر بولی

" کس بات سے ڈر لگ رہا ہے آپ کو؟" صلاح نے حیرت کی حدوں کو چھوتے ہوئے پوچھا......اللہ اللہ یہ صاف گوئی

" آپ سے......" جھٹ سے جواب دے کر وہ پھر سے سسکیاں بھرنے لگی

"مجھ سے...... ؟"حیرت سی حیرت تھی

"ادھر دیکھیں، ادھر میری طرف" وہ پچکارتے ہوئے بولا ... موٹی موٹی آنکھوں نے اس کے چہرہ کی طرف دیکھا

" کیا میں آپ کو اتنا خوفناک نظر آ رہا ہوں؟ ذرا غور سے دیکھیں... ادھر میری طرف، اچھا خاصا ہینڈسم بندہ ہوں میں... اور آج کے دن تو لوگوں نے میری تعریف بھی بہت کی تھی" وہ بے ساختہ اپنی ہی تعریف میں مگن ہو گیا...... .

"اور ایک بار پھر وہ اس پر نگاہ جما کر ہٹانا بھول گئی" نہیں نہیں ایسی بات نہیں ہے.. آ......آپ تو بہت ہینڈسم ہیں ....ڈر تو مجھے کسی اور بات کا ہے......". صلاح الدین اپنی بے ساختہ تعریف پر کھل کر مسکرا دیا

" آپ جو بھی کہنا چاہتی ہیں پلیز کھل کر کہیں"اس نے دلہن کی مزید حوصلہ افزائی کی.

" آپ وعدہ کریں، میری بات سن کر آپ میرا مذاق نہیں اڑائیں گے" اس نے گال پھلائے" ہرگز نہیں"اس نے پکا وعدہ کیا...... . کیا ادائیں دکھا کر مار دینے کا ارادہ ہے، صلاح نے دل میں سوچا

"وہ جو میری کزن ہے نا کرن......وہ بہت منہ پھٹ ہے ...... .رخصتی سے پہلے میرے کان میں آ کر بولی کہ " آمنہ تمہارا شوہر اتنا ہینڈسم اور ماڈرن ہے مگر تم بالکل سادہ اور پینڈو ہو، تمہارا شوہر تمہیں گھاس بھی نہیں ڈالے گا" آمنہ نے سادہ سے انداز میں دل کی ساری بات بتا دی

"اوہ...... . سادہ اور پینڈو ہونا کوئی بری بات تو نہیں، اصل میں، میں تو خود بہت سادہ اور پینڈو ہوں" صلاح نے مسکرا کر کہا... آمنہ کو اس کی بات سن کر حوصلہ ہوا" میری سہیلیاں، کزنز، بہنیں سب میرا مذاق اڑایا کرتی تھیں، وہ کہتی ہیں کہ مجھ میں نانی اماں کی روح ہے، سب مجھے 'بہن جی' کہتے ہیں" ایک بار پھر آنسو چھلکے تھے،

مگر کیوں...... . کس وجہ سے؟"صلاح نے اچنبھے سے پوچھا...... .وہ تکیہ سے ٹیک لگا کر نیم آرام دہ حالت میں بیٹھ گیا

"یہ سب اس لیے کہ میں واقعی ایک بوڑھی روح ہوں، وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ مجھ میں کسی کو متاثر کرنے کی اہلیت ہی نہیں، مجھ میں وہ گٹس نہیں کہ کسی کی توجہ حاصل کر سکوں، اس لیے کہ ان سب کے فرینڈز ہیں اور وہ سب ٹرینڈی ہیں اور میں دقیانوسی ہوں، میرا حجاب ان کے مذاق کی وجہ ہے، جسے میں کبھی کسی شادی پر بھی خود سے جدا نہیں کرتی. میں شادی سے پہلے کی دوستی پر یقین نہیں رکھتی مگر وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ مجھ میں ایبلٹی ہی نہیں کہ کوئی مجھ سے دوستی کرے...... .. کرن کی بات نے مجھے سوچ میں ڈال دیا ہے، ہو سکتا ہے کہ میں آپ کے معیار پر پورا نہ اتر سکوں... اور آپ بھی باقی لوگوں کی طرح میرا مذاق اڑائیں"... بڑی بڑی آنکھیں پھر سے پانیوں سے بھر گئیں.

"وہ سوچتے ہیں کہ میں بیک ورڈ ہوں، ویرڈ ہوں، دنیا کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر نہیں چل سکتی، اور یہ کہ میرا شوہر بہت جلد مجھ سے بیزار ہو جائے گا، میں آج کل کی لڑکیوں جیسی نہیں ہوں، بلکہ بیک ورڈ ہوں... اسی لئے میں رو رہی ہوں

وہ اپنی برائیاں کرنے میں مشغول تھی اور وہ سیدھا ہو کر حیران پریشان اسے دیکھ رہا تھا اس وقت وہ اسے دنیا کی سب سے حسین لڑکی لگ رہی

تھی .جتنی وہ اپنی 'خامیوں' پر روشنی ڈالتی جا رہی تھی اتنی ہی وہ اس کو اپنے دل میں اترتی محسوس ہو رہی تھی .

وہ اس کے لیے قدرت کا انعام بنا کر بھیجی گئی تھی، پاکبازی اس کی صفت تھی اسے پاکباز بیوی بخش دی گئی تھی، وہ جدید زمانے کے اطوار سے خوفزدہ تھا... شادی کرنے سے ڈرتا تھا... جانے اس کی بیوی کیسی ہو؟ زمانہ جدید کے لوازمات سے متاثر، فیشن اور ہائی فائی سوسائٹی کی دلدادہ ہو، اس کو ہمیشہ ابہام رہا کہ اس کے خیالات کی وجہ سے کوئی بھی لڑکی اس کے ساتھ گزارا نہیں کر سکے گی، اس لیے وہ کنفیوز تھا اور بدظن بھی ......دیارِ غیر میں اس کے دوست اگر اسے اپنی 'مہربانیوں' سے نہ نوازتے تو وہ کبھی شادی کرتا ہی نا... صلاح الدین سوچ سوچ کر مسکراتا رہا

"آپ مجھ پر ہنس رہے ہیں؟" آمنہ نے شک سے اسے دیکھا

"نہیں، میں تم پر نہیں ہنس رہا بلکہ ربِ مہرباں کی نوازشوں پر حیران ہوں، اور اس کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے تمہاری جیسی سادی اور نیک شریکِ حیات میرے مقدر میں لکھ دی "اس نے آمنہ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا". میری تو اچانک سے لاٹری نکل آئی ہے، خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو" ان دونوں کی آنکھیں خوشی سے بھیگ سی رہی تھیں "اور اس سے پہلے کہ میں تمہاری محبت کے سحر میں گم ہو جاؤں ......آؤ کہ شکرانے کے نفل پڑھیں، اور خدائے بزرگ و برتر کے نام سے تجدیدِ زندگی کریں "ایک پاکیزہ زندگی بانہیں کھولے ان دونوں کی منتظر تھی ......(ختم شد)

☆......☆......☆
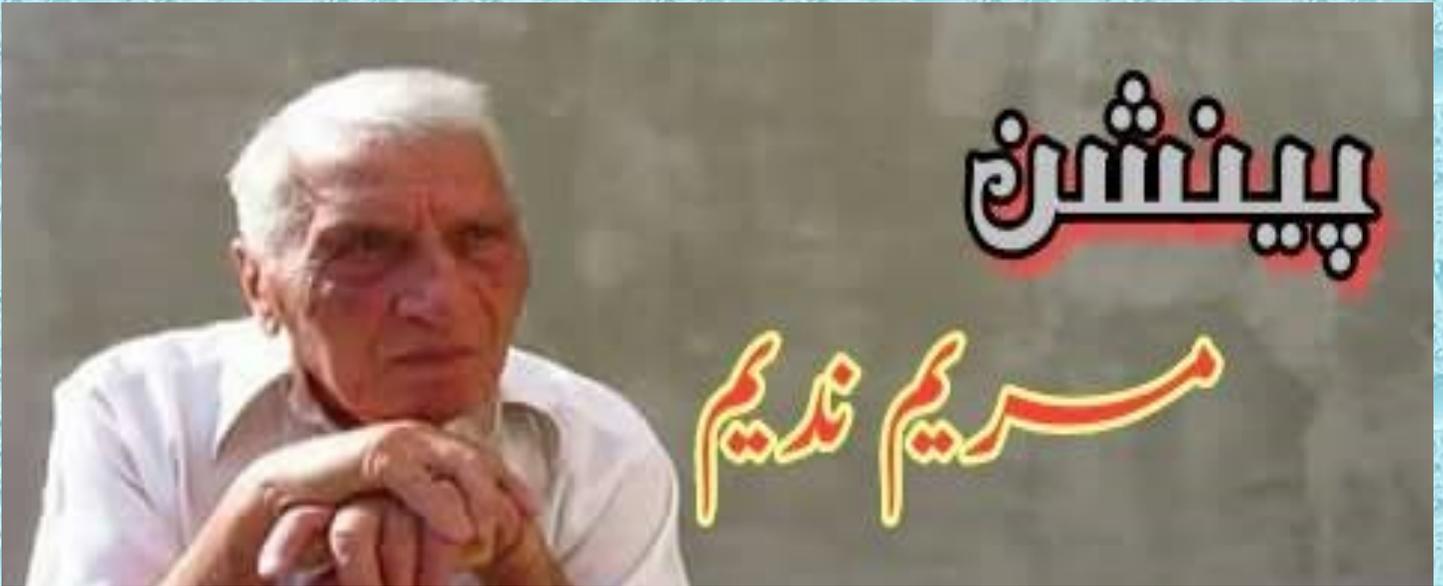
افسانہ ☆ پینشن ☆

از: مریم ندیم

اب سے ٹھیک ایک گھنٹے بعد میں اپنی عمر کے اکہترویں سال میں داخل ہوجاؤں گا ستر سال ایک طویل عرصہ جو میں اپنی زندگی کا گزار چکا ہوں زندگی کے بہت سے نشیب و فراز دیکھ چکا ہوں بہت سے عزیز از جان رشتے کھو چکا ہوا پنے حصے کی تمام محبتیں بانٹ چکا ہوں اپنے حصے کی تمام ذمے داریاں بہت خوش اسلوبی سے نبھا چکا ہوں پر پچھلے دس سال سے ایک خواب ہے جو میرے دماغ پر اپنا پہرا بٹھائے بیٹھا ہے اب آپ سوچ رہے ہوں گے اکہتر سال کی زندگی میں خواب دیکھنے کی کیا تک بنتی یا اس عمر میں تو انسان کو جائے نماز پر اپنا بھی وقت گزارنا چاہیے نا کہ خواب دیکھے جائیں تو جناب میں بتاتا چلوں یہ خواب ویسا نہیں جیسا آپ لوگ سمجھ رہے ہیں یہ خواب ہے آگہی کا، یہ خواب ہے اپنے نامہ اعمال کا انعام دنیا میں ہی پا لینے کا

****

پاپا میرے سپورٹس شوز پرانے ہو چکے ہیں میں اب انہیں نہیں پہنوں گا مجھے اب بس نئے شوز چاہیے ناشتے کی ٹیبل پر موحد کی آواز گونجی۔ میں جو ابھی تیار ہو کے ناشتے کے لیے آ کر بیٹھا ہی تھا موحد کی فرمائش پر سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا جو اپنے جواب کے انتظار میں میرے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا یہ اس مہینے میں دوسری دفعہ کیا گیا مطالبہ تھا میں نے اسے تنگ کرنے کی نیت سے کہا، جی نہیں ابھی آپ اگلے آنے والے چھ مہینوں میں یہی شوز استعمال کریں گے حسب روایت وہ اپنی فرمائش کے انکار پر ناراض ہو گیا تبھی ابا جی کی آواز گونجی جی نہیں ہم یہ شوز کوئی نہیں چلا رہے اگلے چھے مہینے۔۔۔۔ہم آج ہی نئے شوز لائیں گے کیوں موحد، انہوں نے موحد کو پیار سے بہلاتے ہوئے کہا اور موحد بہل بھی گیا تھا۔

پکا وعدہ نا بڑے ابو؟ اس نے اپنی فرمائش پوری ہونے کی یقین دہانی چاہی۔

جی ابا کی جان پکا وعدہ ہم نئے شوز آج ہی لائیں گے۔

ساتھ ہی وین کے ہارن کی آواز آ گئی تو موحد خدا حافظ کہتا باہر چلا گیا اور میں دل و جان سے ابا کی طرف متوجہ ہوا جو انجان بنے اخبار پڑھنے میں مصروف ہو چکے تھے،

ابا آپ نے کیوں ہامی بھر لی بے جا فرمائش پوری کرنے کی اس کا کیا ہے کسی دوست کے نئے شوز دیکھ کر نئے شوز کا خیال آ گیا ہو کل تک اس کے ذہن سے نکل جاتا اب آپ نے ہامی بھر لی ہے تو جب تک لے گا نہیں اسے چین نہیں آئے گا۔

تو بیٹا جی آپ کیوں پریشان ہو رہے ہے ہمارے دادا پوتا کا مسئلہ ابا نے اخبار سے نظریں ہٹائے بغیر جواب دیا

ابا میں یہ نہیں کہہ رہا بس میں نہیں چاہتا وہ ایسی فرمائشیں کرے جنہیں پوری کرنا میری دسترس میں نہیں آپ اچھی طرح جانتے ہیں میں کیسے مینج کرتا ہوں سب کچھ۔

تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے جب تک میں ہوں اس کی فرمائشیں پوری کرتا رہوں گا اور رہی بات تمہاری دسترس کی تو بچوں کو منع نا کیا کرو بس ہامی بھر لیا کرو، باقی تمہارا رب تمہارا پروہ خود رکھ لیا کرے گا انہوں نے اخبار فولڈ کرتے ہوئے جواب دیا ۔
امبرین آفاق کا ناشتہ لاؤ بھئی اور ہاں چائے کی جگہ تھوڑا تو کل لانا ،میرے کندھے پر تھپکی دیتے ہوئے میری بیوی کو آواز دی اور اٹھ کھڑے ہوئے۔
میں ایک دم سے بہت ہلکا پھلکا ہو گیا جیسے وہ میرا سارا بوجھ اپنے کندھوں پہ لاد کر لے گئے ہوں
اور وہ تھے بھی ایسے جب دیکھتے کوئی پریشانی ان کی اولاد کو گھیر رہی ہے وہ پتہ بھی نہ چلنے دیتے ہمیں اور پریشانی حل ہو جاتی وہ ایسے ہی تھے ہمارے لیے دھوپ میں چھاؤں کی طرح سایہ کر دینے والے تیز بارش میں کسی چھتری کی چھت جیسے۔

****

میں احسن مراد واپڈا کا اٹھارویں گریڈ کا افسر تھا ہم تین بہن بھائی تھے میں سب سے بڑا ایف اے کے بعد نوکری کا شوق چڑھ گیا تو جس محکمے میں بھی سیٹیں نکلتی وہیں اپلائی کر دیتا یا یوں سمجھ لیں اپنے علم کی طاقت آزمانے پہنچ جاتا مجھ سے ڈیڑھ سال چھوٹا سعد بھی انٹر کا ہی سٹوڈنٹ تھا پر اس نے کامرس کی فیلڈ منتخب کی تھی اور ایک ہم دونوں سے چھوٹی بہن نائمہ میٹرک کی سٹوڈنٹ ابا ہمارے تب انکم ٹیکس کے محکمے میں ملازمت کرتے تھے میری واپڈا میں نوکری بھی ابا جی کی ہی مرہون منت تھی نہیں تو ایف اے کے بعد نوکری ملنا انتہائی مشکل کام تھا ابا نے تو بہت کوششیں کی میں کسی طرح بی اے ہی کر لوں پر مجھے جو ضد لگی کے اپنے پیسوں پر زندگی گزارنی ہے تو تب تک نا چھوڑی جب تک دفتر جانے کا دن نا آ گیا حالانکہ پورے بیس سال ابا کے پیسوں پر ہی ہر عیاشی کی تھی اور بس بیس سال ہی کی اس کے بعد تو جیسے زندگی نے ہر امتحان کے لیے مجھے منتخب ہی کر لیا۔
ہمارا تعلق ایک اپر مڈل کلاس کے گھرانوں میں شامل ہوتا تھا ابا جی کی ملازمت بھی اچھی تھی کچھ زمینوں وغیرہ کے پیسے آجاتے تو گزارہ بہت اچھا ہو جاتا تھا ہر خواہش نا بھی پوری ہوئی ہو پر میرا نہیں خیال کہ کوئی خواہش پوری ہی نا کی گئی ہو۔خیر میں بھی کدھر چلا گیا؟
تو جناب نئی نئی نوکری کا نشہ بھی تھا کچھ کچھ امی کی تعریفوں نے آسمانوں پر بٹھا دیا نوکری لگ گئی تو شادی کی فکر بھی ہونے لگی اور نوکری کے ٹھیک ایک سال بعد میری شادی بھی میری خالہ زاد کزن نمرہ سے ہوگئی نمرہ اچھی لڑکی تھی وہ تمام خوبیاں جو ایک شریک سفر کے حوالے سے میرے ذہن میں تھی نمرہ ان کا مجموعہ تھی اس لیے میں نے بغیر کسی چوں چراں کے امی کی پسند کو عندیہ دے دیا نہیں تو میرا ذاتی خیال تھا شادی اپنی مرضی کی لڑکی سے کروں گا ۔شادی کا ایک سال کیسے گزر گیا پتا ہی نہیں چلا خوشیاں کی چھاؤں میں دن گزرنے کا بھی پتا نہیں چلتا شادی کے ایک سال بعد میں بیٹے کی نعمت سے بھی فیض یاب ہو گیا، حنزلہ کی آمد سے گھر میں خوشیاں کی آمد ہو گئی ہو جیسے گھر کا ہر فرد حنزلہ کی باتیں کرتا نظر آتا خوشیاں کی عمر بھی تھوڑی ہوتی ہے اچانک ایک رات امی کو ایسا شدید ہارٹ اٹیک آیا کے وہ جانبر نا ہو سکی امی کی موت کا صدمہ ہم سب کے لیے ایسا نقصان تھا جس کا ازالہ کوئی بھی نہیں کر سکتا امی کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ہی مجھے میری نوکری سے برخاست کر دیا گیا تب شاید زندگی امتحان لے رہی تھی جو پے در پے جھٹکے دے رہی تھی مجھے اب وہ وقت یاد آتا ہے تو میرے اعصاب چیخ جاتے ہیں ایک

بیروزگار اور پر سے دو دو زمہ داریاں تب بھی اگر کوئی تھا تو ابا تھے جنھوں نے کہے بغیر میری زمہ داریاں اپنے سر لے لی جب میرے گھر کو بڑے بیٹے بڑے بھائی کی ضرورت تب بھی ابا تھے جنھوں نے بغیر کوئی احساس دلائے میرے حصے کی تمام ذمے داریاں اپنے سر لے لی میں نوکری کی تلاش میں روانہ خوار ہونے لگا جتنے انٹرویو اتنی امیدیں پر مجھے ایف اے پاس کو نا نوکری ملنی تھی نا ملی تب ابا نے ہی مشورہ دیا بی کام کرلو کوئی پرائیویٹ ہی سہی مل ہی جائے گی دو سال تک تمہیں کوئی فکر نہیں ہوگی تم بس بے فکر ہو کر پڑھنا کل کو ذمے داریاں بڑھنی ہی ہیں تو روز روز ذلیل ہونے سے بہتر ہے ایک دفعہ تنگ ہو جاؤ آنے والے کل کے سکون کے لیے کوئی اور وقت ہوتا تو شاید میرے پاس بہت ساری دلیلیں ہوتی دینے کو پر اس وقت مجھے ابا کا مشورہ لگا اور میں نے بی کام میں داخلہ لے لیا ان دو سالوں میں مجھے نہیں پتا تھا نمرہ کی ضروریات کہاں سے پوری ہو رہی اور حنزلہ کی ہر چیز کہاں سے آجاتی تھی۔

پھر میرا بی کام مکمل ہو گیا اور ابا کے توسط ہی مجھے پرائیویٹ فرم میں اکاؤنٹنٹ کی نوکری مل گئی سعد انجینئرنگ کے تیسرے سال میں تھا جب ابا نے نائمہ کی شادی اور سعد کی منگنی کا فیصلہ سنا دیا نائمہ کی شادی کے معاملات جلد ہی طے پا گئے جبکہ سعد نے پڑھائی مکمل کرنے کے بعد ہی کچھ سوچے گا کہہ کر پیچھے ہٹ گیا اس تمام عرصے میں میں دو جڑواں بیٹیوں صفاء، مروہ کا باپ بن گیا میں نے جاب کے ساتھ ساتھ ہی شام کی کلاسز میں ایم بی میں بھی داخلہ لے لیا حنزلہ کا بھی سکول شروع ہو گیا ابا ملازمت سے ریٹائر ہو گئے سارا دن کتابیں پڑھتے گزارتے ایک دفعہ یونہی مجھے خیال آیا کے ابا کو اس عمر میں ایک ساتھی کی ضرورت کس قدر محسوس ہوتی ہو گی میں نے اپنے خیال کا اظہار اپنی بیوی سے کیا کے تم ابا سے اس معاملے میں بات کر کے دیکھو اگر وہ چاہتے ہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا جبکہ نمرہ نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ ابا اپنی زندگی میں سیٹ ہو چکے ہیں اگر ان کی ایسی کوئی خواہش ہوتی تو وہ بہت پہلے پوری کرنے کا سوچتے اب ساٹھ سال کی عمر کے بعد میرا نہیں خیال ان کا ایسا کوئی ارادہ ہوگا انہیں دنوں سعد کو باہر جانے کا شوق چڑھ گیا ابا نہیں چاہتے تھے وہ باہر جائے جبکہ اس کا خیال تھا اسکے لیے باہر ترقی کے چانسز زیادہ پھر خیر ابا نے اس کی ضد کے آگے ہار مانتے ہوئے اسے جانے کی اجازت دے دی، باہر جانے کے جو اخراجات تھے وہ ابا نے اپنی ریٹائرمنٹ سے ملنے والی رقم سے ادا کیے اور جو باقی بچے وہ مجھے اور نائمہ کو دے دیے، ایم بی اے مکمل کرنے کے بعد مجھے بھی بینک میں اسسٹنٹ مینیجر کی ملازمت مل گئی، میں چار بچوں کا باپ بن گیا موج کی زندگی تو کب کی ختم ہو چکی تھی اب تو صرف ذمے داریاں ہی تھی جو ساری عمر نبھانی میری تنخواہ اچھی تھی کے میں اپنی زمہ داری اچھے طریقے سے نبھا سکتا تھا پر جب سب بچوں کا سکول شروع ہو گیا تو حالات تنگ ہونے لگے اسی ایک صبح میں ناشتے کی ٹیبل پر نمرہ سے چپقلش ہو گئی میرا کہنا تھا ابھی چھوٹے موحد کو سکول داخل نا کروایا جائے پانچ سال کا ہو جائے تو کروا دیں گے جبکہ نمرہ کا کہنا تھا وہ بڑے بہن بھائیوں کے ساتھ جائے گا تو اٹھنے بیٹھنے کا پتا چل جائے گا بات بڑھتی بڑھتی اخراجات تک چلی گئی آپ اپنے ابا سے کہیے کے وہ آپ کو مالی طور پر سپورٹ کریں آخر کو وہ ہمارے ساتھ رہتے ہیں میں اس کے منہ سے اس گل افشانی پر حیران رہ گیا۔

کیا وہ بھول گئی تھی کہ ابا نے کس کس موقع پر کس کس طرح ہمارا ساتھ دیا ہے میں اس کی سوچ پر لعنت بھیجتا جانے کے لیے مڑا لیکن مجھ سے پہلے ہی ایک شخص ڈائننگ ہال سے نکل رہا تھا ان کی پشت تھی میری طرف لیکن میں جان چکا تھا وہ شخص اتنی شکست خوردہ چال میں کیوں گیا

تھا میں نے پیچھے مڑ کر نمرہ کو سخت سست سنانے کے لیے دیکھا پر وہ جا چکی تھی

****

اس دن کے بعد ہر مہینے آنے والی پینشن کا آدھا حصہ ابا نمرہ کو گھر کے اخراجات کے لیے دینے لگے میں ابا کو منع کرنا چاہتا تھا معافی مانگنا چاہتا تھا لیکن انہوں نے ایک دفعہ پھر یہ کہہ کر شرمندگی کے بوجھ تلے سے آزاد کر دیا کے تمہارے بچوں پر میرا بھی کوئی حق ہے انہی دنوں سعد نے فون کر کے اپنی شادی کی اطلاع دی اس کی شادی کا سن کر جہاں خوشی ہوئی وہاں دکھ بھی ہوا ابا کو، پر وہ وقت کے سات چلنے والے آدمی تھے سعد کو مبارکباد بھی دی شکوہ بھی کیا جس کا اس نے پاکستان آ کر گلہ دور کر دیا سائرہ اچھی لڑکی تھی اور انجینئر بھی، دونوں پسند کرتے تھے ایک دوسرے کو تو سائرہ کی فیملی کے اصرار پر جلدی نکاح کر دیا گیا سعد کا ولیمہ پاکستان میں ہی ہوا ولیمہ کے بعد دو ماہ تک وہ پاکستان رہے اور پھر واپس چلے گئے زندگی ایک دفعہ پھر اپنی ڈگر پر چل رہی تھی میرے کاندھوں سے بھی بوجھ ہلکا ہو گیا ابا آدھی پینشن دینے کے باوجود بھی بہت سارے اخراجات بھی اپنے سر لے چکے تھے جن میں بچوں کی فرمائشیں زیادہ تھی کسی کو شوز چاہیے تو دادا ہیں، کسی کے کالج کی فیس نہیں ادا ہو رہی تو دادا کر دیں گے، کسی کو فرینڈ کی برتھ ڈے پارٹی میں جانا تو گفٹ کے پیسے دادا سے لے لیے، نیز ابا نے میرے لیے میرے بچوں کے لیے اپنی ہر چیز ڈونیٹ کی۔

پھر سعد آیا پاکستان تو ابا کو زمینوں کے بٹوارے کا خیال آ گیا جائیداد کے بٹوارے کے وقت بھی ابا کو یہی فکر تھی کے احسن پر ذمے داریوں کا بوجھ ہے یہی وجہ تھی میری حصے میں جو آیا وہ دونوں بہن بھائی سے ڈیڑھ گنا زیادہ تھی سعد اپنے حصے کی پراپرٹی بیچ کر جانا چاہتا تھا تو گھر بیچ دیا گیا میں نے بھی اپنے حصے کی رقم سے کچھ اس میں ڈال کر ایک اچھے علاقے میں درمیانے درجے کا بنگلا لے لیا۔

میرے بیوی بچے ایک نئی جگہ شفٹ ہو کر بہت خوش تھے میں بھی خوش تھا چلو اب کوئی ٹینشن نہیں آنے والی زندگی کے بہت سارے مسلے حل ہو گئے۔

سعد کے جانے میں ابھی کچھ دن تھے وہ ہمارے ساتھ ہی رہ رہا تھا، جب باتوں باتوں میں صفاء نے سعد سے پوچھ لیا کے وہاں آپ کے ساتھ کون کون رہتا۔

میں تمہاری چچی اور انکے پیرنٹس، سعد نے صفا کو جواب دیا۔

سعد تم نے کبھی ابا کو اپنے پاس آنے کا کیوں نہیں کہا یہ نمرہ کی آواز تھی جس پر سب کو ہی ایک دفعہ سانپ سونگھ گیا

سعد کا چہرہ یوں تھا جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں ابا کا کسی بھی تاثرات سے عاری۔ اور میں نمرہ کا چہرہ دیکھ رہا تھا مطلب جاننا چاہتا تھا اس نے یہ بات کس مقصد کو لے کر کی ہے۔

سعد نے لڑکھڑاتے لہجے میں کہا تھا ابا نے کبھی خواہش نہیں ظاہر کی ورنہ میں ضرور بلواتا اس کی زبان اس کے لہجے کا ساتھ نہیں دے رہی تھی میں نے بات بدلنے کی غرض سے لندن کے لائف سٹائل پر بات شروع کر دی کمرے میں آتے ہی میں نمرہ پر پھٹ پڑا کے اسے کیا ضرورت تھی یہ بات کہنے کی وہ کیا سوچتا ہو گا ابا ہمارے لیے بوجھ بن گئے ہیں جو انھیں ادھر غیروں میں بھیجنا چاہتے

تو جو مرضی سوچے اب ہمارا ہی تو فرض نہیں کے ساری عمر ابا ہمارے ساتھ ہی رہیں گے اس کے بھی کوئی فرض اس کا بھی حق بنتا ابا کو اپنے ساتھ رکھے۔

میں شاکڈ تھا یہ میری وہ بیوی ہے جسے امی ابا نے یہ سوچ کر پسند کیا تھا کے وہ بہت احساس کرنے والی لڑکی ہے۔

حق تو ابا کا ہم پر بھی کوئی نہیں بنتا تھا کے وہ ساری عمر اپنا پیسہ ہم ہی پر لٹاتے رہتے حق تو انکا تم پر تمہاری اولاد پر تب بھی نہیں بنتا تھا جب دو سال تمہاری اور حنزلہ کی ہر ضرورت پوری کرتے رہے۔فرض تو میرا ابھی بنتا مس نمرہ کے میں اپنے باپ کا میرے میری اولاد کے لیے ہر موقع پر کیے جانے والا احساس کا بدلہ چکا پاتا۔میں بہت اونچی آواز میں بول رہا تھا میں اسے یاد دلانا چاہتا تھا کے وہ میرے باپ میرے کس کس موقع پر اس کے ہمارے بچوں کے باپ بنے تھے۔

تمہیں یاد ہے حنزلہ کی میڈیکل میں ایڈمیشن کروانے کے وقت جو رقم آئی تھی وہ میں نے کوئی لون نہیں لیا تھا وہ پیسے مجھے ابا نے دیے تھے کے ان کی نظر میں ایک دفعہ قرضہ لیا تو آنے والے وقت بہت سارے قرض تلے دب جاؤ گے۔

میں اسے بازوؤں سے پکڑے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا جو آنکھیں پھاڑے مجھے یا میرے غصے کو دیکھ رہی تھی۔

اور یاد ہے جب صفا کی چھت سے گر کر ٹانگ ٹوٹ گئی تھی اس کے آپریشن کے لیے پیسے سعد نے نہیں بھیجے تھے وہ ابا لے کر آئے تھے کسی دوست جو بعد میں انہوں نے خود اتارے تھے

میں آج اسے بتانا چاہتا تھا جس وجود نے کبھی پریشانی کو میرے تک آنے سے پہلے خود ہی نمٹ لیا تھا وہ کوئی اور نہیں میرے ابا تھے جو اسے آج بوجھ محسوس ہو رہے تھے۔ایک بات میری کان کھول کو سن لو اگر میں نے دوبارہ تمہارے منہ سے ان کے لیے ایسے الفاظ سنے تو میں تمہیں طلاق دے دوں گا۔

میں نے اسے جھٹکا دیتے ہوئے کہا وہ بہت بے یقینی سے میری طرف دیکھ رہی تھی

یقین تو اس وقت مجھے بھی نہیں آیا تھا جب اس کے منہ سے میں نے ابا کے لیے یہ الفاظ سنے تھے۔صرف ایک شخص اسے بوجھ محسوس ہو رہا تھا شخص بھی وہ جو ہمیں ساری عمر بھی کھلاتا رہتا تو ہم پر احسان نا جتاتا۔

خیر اس سے کچھ دن بعد ہی سعد واپس چلا گیا جانے سے پہلے وہ ابا کا پاسپورٹ بنوا کر گیا تھا میرے اور نمرہ میں بات چیت بند تھی اس نے کئی بار مجھ سے معافی مانگنا چاہی تھی پر میرا دل صاف نہیں ہو پا رہا تھا۔

سعد کے جانے کے کچھ دن بعد ہی ابا کا لندن کا ویزا آ گیا سعد نے چھ ماہ کے لیے ابا کو بلوایا تھا شاید اسے بھی غلطی کا احساس ہو گیا تھا جانے سے پہلے ابا میری اور نمرہ کی صلح بھی کروا گئے ان کے خیال میں ہر بیوی کسی نا کسی سٹیج پر یہ سوچتی ہے کے ساس سسر ہماری ہی ذمہ داری ہیں کیا تب انہیں پیار سے سمجھایا جاتا نا کے غصے ہو کر دور ہو جاؤ ایسے کرنے سے وہ زیادہ بدگمان ہوتی ہے ابا لندن رہ کر واپس بھی آ گئے اور صفا مروہ کی شادی کے بعد انہوں نے اپنے بیٹے کا ساتھ دینا بند کر دیا

****

اور میں اب اکہترویں سال میں داخل ہو چکا ہو حنزلہ اور موحد کی شادی کے بعد نمرہ کا بھی انتقال ہو گیا اور میں موحد کے ساتھ رہتا ہو وہ اپنے دادا کا پرتو ہے وہ جانتا ہے کس موقع پر کسی بھی معاملے کو کیسے ہینڈل کرنا ہے۔

میں آپ لوگوں سے اتنا ہی کہوں گا ہمارے ماں باپ ہمارے لیے ساری زندگی کرتے ہیں بہت سارے گھر ایسے ہیں جہاں پینشنرز آتی ہیں اور وہ بھی کسی نا کسی طرح سے ہمارے ماں باپ ہم ہی پر خرچ کر رہے ہوتے وہ ہم سے ساری زندگی کچھ نہیں مانگتے اگر ہم انھیں کچھ دے بھی رہے تو اپنے لیے وہ جو ہم اپنی ماؤں کو تنخواہیں لا کر دیتے ہیں نا وہ بھی سیو کر رہی ہوتی ہیں آنے والے وقت میں ان کی اولادوں کو پریشانی نا اٹھانی پڑے نہیں تو دینے کو تو ہم ان کی قربانیوں کا کچھ صلہ نہیں دے سکتے قدر کرے اپنے اولڈرز کی یہ بڑھاپے میں در در رلنے کے لیے نہیں ہوتے انھیں ان کے گھروں میں آرام سے رہنے دو اولڈ ہومز ان کے رہنے کی جگہ نہیں ہیں وہ گھر ان ہی کی رہنے کی جگہیں ہیں جہاں ان کے بچے آرام وسکون سے رہتے ہیں۔

(ختم شد)

☆......☆......☆

افسانہ☆کالی عورت☆

تحریر: حماد ظفر ہادی (منڈی بہاؤالدین)

"رومیصہ بس دس منٹ میں تیار ہو جاؤ" بلال نے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے ہدایت دی..

"جی ابھی تیار ہوتی ہوں.." لباس تبدیل کر کے بال بنا کے جیسے ہی اس کا ہاتھ میک اپ باکس کی طرف بڑھا بلال کی آواز آئی

"تمھیں کیا لگتا ہے یہ لگا کے تم آسمان سے اتری حور لگنے لگو گی؟؟

تم کچھ بھی کر لو رومیصہ بیگم تم خوبصورت نہیں لگ سکتی کیونکہ تم "کالی عورت" ہو".

"کالی عورت جتنا مرضی سنگھار کر لے ہمیشہ بدصورت ہی رہتی ہے"

لفظ تھے یا آگ... رومیصہ کو جلا گئے اس نے آئینے میں دیکھا اس کے چہرے کی سیاہی اور گہری ہو گئی تھی.. میک اپ باکس پہ رکھے ہاتھ سے اس نے ماتھے پہ آیا پسینہ صاف کیا..

بجھے ہوئے دل سے وہ اٹھ گئی بلال کمرے سے باہر جا چکا تھا..

****

اس کے سسرال میں سب بے حد خوبصورت تھے دودھ ملائی سے بنی ہوئی صورتیں... دیکھتے رہو تو دل نہیں بھرتا تھا مگر وہی دودھ ملائی سی صورتیں جب لب کھولتیں تو منہ سے پھولوں کی بجائے کانٹے نکلتے تھے..

وہ خوبصورت نہیں تھی تو بدصورت بھی نہیں تھی قبول صورت رومیصہ دھیمے مزاج کی لڑکی تھی سگھڑ تعلیم یافتہ متوسط گھرانے کی بیٹی اسکا رشتہ اسکے سسر نے اپنی مرضی سے کیا تھا یہ بات اسے شادی کے بعد پتہ چلی جس کا خمیازہ وہ بھگت رہی تھی

شادی سے پہلے اسے کبھی اپنے سانولے پن کا احساس نہیں تھا کسی نے دلایا ہی نہیں تھا مگر اب تو ہر بات اسکے رنگ سے شروع ہو کے وہیں ختم ہوتی تھی..

****

"بھابھی میری فرینڈز آئی ہوئی ہیں 6 کپ چائے بنا دیں"...

وہ بلال کے کپڑے استری کر رہی تھی جب ہی صبا نے دروازے سے جھانکا...

"اچھا ٹھیک ہے دے جاتی ہوں"..

"نہیں نہیں پلیز آپ نہیں آنا میں دس منٹ بعد خود ہی آ جاؤں گی لینے"

استری کا پلگ نکالتے ہوئے وہ حیران ہوئی" مگر کیوں میں کیوں نہیں آؤں؟"

"وہ میری فرینڈز کیا سوچیں گی میری بھابھی کالی ہیں" یہ کہتے ہی وہ فوراً پلٹ گئی اور رومیصہ جہاں کی تہاں بیٹھی رہ گئی.....اگر یہ گرم استری

میرا ہاتھ جلا دیتی تو یقیناً اس کی تکلیف کم ہوتی اس بات سے"..رومیصہ نے سوچا

****

"بندے کی شکل اچھی نہ ہو تو بات ہی اچھی کر لے......"بات بات پہ بلال یہ جملہ اچھالتا رہتا اب وہ بات کرنے سے پہلے یہ جملہ سوچتی اور بات منہ میں ہی رہ جاتی ...

ایک جرم تھا جو اس نے نہیں کیا تھا مگر سزا تھی کہ ملے ہی جا رہی تھی ...اس گھر میں جب سے بیاہ کے آئی تھی ایک ہی بات تھی جو سننے کو ملی اس کا سارا سلیقہ سارا قرینہ اس کالے پن نے ڈس لیا تھا

"تمہارا دل بہت خوبصورت ہے"رومیصہ اسکی ٹیچرز اکثر کہتی تھی

"تم تو ہر فن مولا ہو..بہت خوش قسمت گھرانہ ہوگا جہاں تم جاؤ گی"...

"تم جہاں جاؤ گی نا،دیکھنا کیسے دو دن میں سب تمہارے اسیر ہو جائیں گے"یہ جملے اس نے بہت بار سنے تھے ...

"تمہیں دوسروں کو خوش رکھنے کا سلیقہ آتا ہے"یہ زینب تھی جو ہمیشہ کہتی تھی ...

"ہاں زینب مگر مجھے چہرہ بدلنے کا فن نہیں آتا"..

"یہاں کسی کو میرے دل میرے سلیقے سے مطلب نہیں ہے میں کسی کی خدمت نہ کرتی بس گورے رنگ کی ہوتی تو میں قابل قبول ہوتی"..

آج دن میں اچانک سے بلال کے دوست کی فیملی آ گئی تھی..

اچانک آنے کے باوجود اس نے اتنا اچھا انتظام کیا ہر چیز بہترین اور وقت پہ ہو گئی تھی رات گئے کچن سمیٹ کر کمرے میں جاتے ہوئے اسے پورا یقین تھا کم از کم آج بلال اس کے سلیقے سے خوش ہوا ہوگا..

"آج سب بہترین ہو گیا نا"...اس نے بلال کو دیکھا

مجھے بہت شرمندگی ہوئی وہ بتا کے آتے تو تم امی کی طرف چلی جاتیں......صرف کھانا پکانا تو سب کچھ نہیں ہوتا وہ تو ہوٹل سے منگوا سکتے تھے تمہاری معمولی صورت پہ مجھے بہت شرمندگی اٹھانی پڑی اور تم کہتی ہو سب بہترین ہو گیا..

تم آئینہ دیکھ لیا کرو کبھی..میرا دل نہیں چاہتا میں تمہاری صورت دیکھوں پتا نہیں گھر والے کیسے برداشت کرتے ہیں تمہیں"..

اور رومیصہ اس کا دلکش چہرہ دیکھتی رہی..شادی کے وقت یہی دلکش صورت اسے ہر بات سے زیادہ اچھی لگی تھی.. کاش بلال کا دل بھی دلکش ہوتا..

****

"السلام علیکم مامی جان......"..

ناشتے کے لیے پراٹھے بناتے ہوئے وہ پوری گھوم گئی تھی...

یہ مناہل تھی جو رات ہی آئی تھی......"وعلیکم السلام"اس کے پر جوش سلام کا وہ چاہنے کے باوجود بھی ویسا جواب نہیں دے سکی،

مناہل بلاشبہ اسکے سسرال میں سب سے خوبصورت تھی.. رومیصہ کو دل ہی دل میں ڈر لگا ایک اور امتحان شاید..

"آپ کو پتہ ہے مامی آپ کے بنائے ہوئے پراٹھوں کی اتنی مزیدار خوشبو سارے گھر میں پھیلی ہے اس لیے میری آنکھ کھل گئی"..

رومیصہ نے چونک کے دیکھا

وہ مسکرا دی" چلیں جلدی سے یہ بنالیں پھر مل کے ناشتہ کرتے ہیں... میں جب تک چائے چھان لیتی ہوں وہ آگے بڑھی"

"میں کر لیتی ہوں" اسے شرمندگی ہوئی وہ پہلی بار آئی تھی اسکے ہوتے ہوئے، شادی پہ بھی نہیں آسکی تھی اس کے پیپر ہو رہے تھے،

"اف مامی مجھے اتنا شوق تھا آپ سے ملنے کا، آپ سے باتیں کرنے کا.. اب میں خوب تنگ کروں گی آپ کو"... دسترخوان پہ ناشتے کے برتن رکھتے ہوئے پرجوش سی مناہل......

رومیصہ کو یقین نہیں آیا اب تو وہ اسے دیکھ چکی تھی باقی لوگوں کی طرح اس نے کوئی طنز یا ناپسندیدگی کیوں نہیں جتائی تھی. رومیصہ کے حساب سے تو اب تک جتا دینی چاہیے تھی...

اور پھر باقی کے وقت میں بھی وہ اتنا پیار اور محبت سے بولتی رہی.. کئی دنوں بعد آج رومیصہ کا من ہلکا پھلکا تھا کئی دن بعد آج اسنے دل سے سنگھار کیا تھا یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ باقی لوگوں کی طرح تو حسین نہیں دکھ سکتی تھی مگر پھر بھی سنگھار تو اس کا حق تھا وہ کیوں دوسروں کے طنز سن کے خود پہ پہرے لگائے..

"نا نو امی...... میں تو صبح جب باہر نکلی کمرے سے مجھے لگا غلطی سے میں کہیں اور آ گئی ہوں دوبارہ آنکھیں ملی خود کو چٹکی لی پھر یقین آیا یہ وہی گھر ہے جو گھر کم کباڑ خانہ زیادہ لگتا تھا..

اور پھر اتنی صبح ناشتے کی خوشبو اور وہ بھی اتنی مزے کی......

اللہ اللہ.......

آپ تو بس ساری عمر شکرانے کے نفل ادا کریں،

جو اتنی اچھی بہو مل گئی آپ کو... آپ کو تو مامی نے تخت پہ بٹھا دیا... کیوں ماموں صحیح کہہ رہی ہوں نہ میں"... اس نے بلال کو بھی گفتگو میں شامل کیا.. امی اور بلال انہیں سمجھ نہیں آئی مگر پہلی بار بلال نے بھی یہ سوچا "مناہل ٹھیک کہہ رہی ہے رومیصہ ہے بہت سگھڑ ورنہ اس کے آنے سے پہلے تو گھر کی حالت بہت بری تھی دوپہر کا کھانا ہمیشہ 4 بجے ملتا وہ بھی بدمزہ"...

"امی بے چاری حال سے بے حال گھر سنبھالتی بہنیں تو مجال ہے چائے کا ایک کپ بنالیں"...

اور اس دن پہلی بار بلال نے رومیصہ کے ساتھ بہت باتیں کی تھی.. رات سونے سے پہلے رومیصہ نے دل ہی دل میں مناہل کا شکریہ ادا کیا

****

"مامی آپ تھکی ہوئی تو نہیں ہیں ایک کام ہے" وہ استری کرنے ہی لگی تھی جب مناہل نے جھانکا

نہیں نہیں بولو... میری فرینڈز آئی ہوئی ہیں کلاس میٹ میں نے میٹرک ادھر ہی سے کیا تھا نہ ساتھ میں وضاحت بھی دی...

آپ ذرا چائے بنا دیں..

"ہاں ٹھیک ہے بناتی ہوں دس منٹ بعد آ کے لے جانا"

"لے جاؤں؟ آپ نہیں ملیں گی گھر آئے ہوئے مہمانوں سے؟" مناہل کے چہرے پہ حیرت پھیلی،

"میں؟؟؟" رومیصہ کے الفاظ اٹک گئے

"میں آ گئی تو تمہاری فرینڈز کیا سوچیں گی مناہل کی مامی اتنی کالی ہیں"... رومیصہ نے آہستگی سے کہا

"مامی... یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ... صورت تو اللہ نے بنائی ہے.. ہمارے اختیار میں نہیں، گورا رنگ خوبصورتی کی علامت نہیں ہے کم از کم میری نظر میں نہیں ہے..

میرے ترازو میں تو دل کی قیمت لگتی ہے، صورت جیسی ہلکی چیز کی نہیں. خوب سیرتی انمول تحفہ ہے" مناہل نے رومیصہ کے گلے لگتے ہوئے کہا

" آپ کا دل بہت پیارا ہے اس لیے آپ سب سے حسین ہیں اس گھر میں ماموں سے بھی زیادہ" رومیصہ نے چہرہ اٹھایا بلال پتہ نہیں کب آفس سے آ گیا تھا..؟

"رومیصہ"...

"مناہل سچ کہتی ہے صورت خوبصورت نہیں ہوتی یہ سیرت ہوتی ہے جو ہمیں خوبصورت بناتی ہے ورنہ مناہل کو تم نہیں میں خوب لگتا مگر وہ کہہ گئی ہے اسے تم حسین لگی ہو..

کیا تم میری باتوں کو بھلا سکتی ہو..؟"

رومیصہ نے اثبات میں سر ہلا دیا وہ بھلا سکتی تھی "تو مسکرا دو پھر"..

بلال کان کھجاتے ہوئے معصومیت سے بولا۔

"مناہل جیسے لوگ ہوتے ہیں جو دھوپ میں بارش کی مانند ہوتے ہیں" رومیصہ نے سوچا اور مسکرا دی.. اللہ ہم سب کو ہدایت نصیب فرمائے۔اور کسی کا اس طرح ناجائز دل دکھانے سے محفوظ فرمائے، آمین ثم آمین۔

☆......☆......☆

افسانہ ☆رشتے گمنام سے☆

ازقلم:معصومہ ارشاد سولنگی۔

''شہر یار بیٹے یہ تصویر دیکھو تمہاری بڑی خالہ کی بیٹی ہے،ثوبیہ، میں چاہتی ہوں کے یہ اس گھر کی بہو بنے''شہر یار جو اس وقت کمپیوٹر پر کوئی کام کرر ہا تھا اس نے ماں کے ہاتھ سے تصویر تقریباً چھینتے ہوئے لی اور بغیر دیکھے ہی پھاڑ دی۔

'' آپ جو چاہتی ہیں اب وہ کبھی نہیں ہوگا کیونکہ آپ کے اسی چاہنے نے پہلے بھی اس گھر سے دو زندگیاں چھین لی ہیں ایک مرنے سے پہلے ساری عمر گھٹ گھٹ کر اپنے ہی گھر میں پرایا بن کر جیتا رہا اور ایک وہ ہے جو اس گھر کا فرد ہوتے ہوئے بھی اس گھر کی نہیں کہلائی جاتی صرف آپ کی کی گئی زیادتیوں کی وجہ سے مجھے یہ حق بھی نہیں کہ میں اس کے ساتھ اپنے رشتے کو سب کے سامنے بتا سکوں'' غم اور غصے کی شدت سے اس کی آنکھیں نم ہوگئیں۔

''میں مانتی ہوں بیٹا کہ تم منزہ سے بہت محبت کرتے ہو اور میں بھی چاہتی ہوں کہ وہ بھلے اپنے اس گھر میں واپس آئے مگر بیٹا اب وہ خود ہی اس گھر میں واپس نہیں آنا چاہتی تو۔۔۔''بے بسی سے کہی گئی اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی شہر یار پھر سے بھڑک اٹھا

''یہی، ہاں یہی بات مجھ سے برداشت نہیں ہوتی کہ محض آپ کی جھوٹی انا اور ضد کی وجہ سے منزہ مجھ سے اپنے ساتھ جڑے رشتے کا حق مجھے نہیں دے پا رہی''

''بیٹا میں ماں ہوں تمہاری میرا کلیجہ منہ کو آتا ہے۔جب ماں کہنے کی بجائے تم آپ کہہ کر بات کرتے ہو مجھ سے'' ماں نے بیٹے کو ممتا کی دھائی دی

''اس کرب سے کوئی اور بھی سالوں جو جتا رہا کیا اس وقت آپ کو اس بات کا احساس نہیں ہوا؟''باپ کے آخری لمحات میں اس کے بوڑھے چہرے پر دیکھا گیا کرب شہر یار کو اس وقت بھی تڑپا گیا اور اسی تڑپ میں وہ پھٹ پڑا اس نے اپنے اندر سمائے ان سارے رازوں سے پردا اٹھا دیا جو مرتے وقت وصیت کے ساتھ اس کے باپ نے اس کے سپرد کیئے تھے

''تو جان لیجیئے آپ میں اس وقت تک آپ کو بھی یہ حق نہیں دے سکتا جب تک منزہ مجھے بابا سے مجھ سے اور اس گھر سے جڑے رشتے کا حق نہیں دے دیتی۔''

''منزہ!''رمشہ کی آواز نے ان دونوں کو چونکا دیا وہ جانے کب سے کھڑی ان دونوں کی باتیں سن رہی تھی اور منزہ کے نام نے گویا اس کے دماغ پر ایک دھماکہ کیا تھا۔

''رمشہ!بیٹی تم ؟تم کب آئی؟''اس کی ماں بالکل ہی بوکھلا گئی

''تو اس کا مطلب ہے بھائی منزہ ہی وہ لڑکی ہے۔جس کو ممی نے۔۔۔اس سے آگے وہ کچھ بول ہی نہیں پائی۔وہ ماں کے سوال کو یکسر نظر انداز کرتی بھائی سے مخاطب ہوئی تو اس نے بے بسی اور نم آنکھوں سے بس اقرار میں سر ہلا دیا

"بھائی منزہ کو واپس لے آؤ اس گھر میں" اس نے بھائی کا ہاتھ تھام کر نم آنکھوں سے کہا۔ اب اس کی سمجھ میں آیا تھا بھائی کا ماں سے خفا رہنا اور منزہ کا اس کو سمجھانا۔

" کیسے لے آؤں رمشا! کچھ ہی دنوں میں اس کی شادی ہونے والی ہے۔ اور میں کتنا بدنصیب ہوں کہ اپنے باپ کی آخری خواہش بھی پوری نہیں کر سکا" بے بسی سے اس نے کرسی کی پشت پر ٹیک لگالی

"اچھا تو تمہیں بھی پتا چل ہی گیا" منزہ نے چائے کا ایک سپ لینے کے بعد پرسوچ انداز میں کہا

"ہاں منزہ میں نے کل اتفاق سے ممی اور بھائی کی باتیں سن لی تھیں ورنہ تو مجھے کبھی بتایا ہی نہیں جاتا کہ پاپا کے ہارٹ اٹیک کا سبب کیا تھا۔ منزہ پلیز ممی کو معاف کر دو" رمشا نے منزہ کا ہاتھ پکڑ کر اس کی منت کی

"رمشا میں انہیں کب کا معاف کر چکی ہوں میرے دل میں ان کے لیے کوئی میل نہیں"

"تو واپس کیوں نہیں آجاتی ہو اپنے گھر"

"یہ میں نہیں کر سکتی رمشا، میرے ایسا کرنے سے وہ دو انسان بالکل ہی ٹوٹ جائیں گے جن کو میں ممی پاپا کہتی ہوں ان کا رشتوں پر سے اعتماد اٹھ جائے گا" منزہ کی آنکھوں سے بہتے آنسو اس کے گالوں کو سیراب کر گئے مگر اک زخمی مسکان نے اپنا ناتا اس کے ہونٹوں سے پھر بھی بنائے رکھا جس کو دیکھ کر رمشا کی آنکھیں بھی پرنم ہو گئیں۔

☆☆☆

"منزہ جلدی کرو دیر ہو جائے گی" ڈرائنگ روم میں بیٹھے ذیشان نے کلائی پر بندھی گھڑی کو ایک نظر دیکھتے ہوئے اس کو آواز دی

"ابھی آئی بس پانچ منٹ" جواب سنتے ہی وہ واپس رسالے کے اوراق پلٹنے لگا

"اسلام وعلیکم" ایک مردانہ آواز پر اس نے رسالے سے نظریں ہٹا کر اس کی جانب دیکھا

"مجھے شہریار کہتے ہیں" اس نے اپنا ہاتھ ملانے کے لیے آگے بڑھایا

" کہتے ہونگیں میں نے کب انکار کیا ہے" ذیشان نے ہاتھ ملاتے ہوئے ناگواری سے کہا اور پھر پوچھا

"یہاں آنے کا مقصد"

"جی مجھے منزہ سے ملنا تھا"

" کس رشتے سے؟" کئی دنوں سے اس کے دل و دماغ میں گردش کرتے سوال کو اس کی زبان تک آنے کا موقع مل ہی گیا تھا

"مسٹر ذیشان کچھ رشتے اور تعلق ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں کسی نام کی ضرورت نہیں ہوتی" بظاہر ہلکے پھلکے مگر بہت گہرے انداز میں دیئے گئے اس جواب نے ذیشان کے چہرے کو غصے یا شاید اپنے کیے گئے اس سوال کی شرمندگی نے لال کر دیا اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتا منزہ کمرے سے نکل آئی

"میں کیسی لگ رہی ہوں؟"اس نے ذیشان سے اپنے اوپر آدھے گھنٹے سے کی گئی محنت کی داد وصولنی چاہی

"ہمیشہ کی طرح بہت پیاری"شہریار کی آواز پر منزہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا

"ارے شیری تم،تم کب آئے؟"منزہ کا شہر یار کی طرف متوجہ ہونا ذیشان کو ناگوار گذرا

"منزہ تم نے تعارف نہیں کروایا آخر یہ موصوف ہیں کون؟"

"ارے میں تو بھول ہی گئی شانی!یہ میری بہت اچھی اور پیاری سہیلی رمشا کے بھائی ہیں"منزہ کے کروائے گئے تعارف کے اس انداز نے شہر یار کو تڑپا دیا

" کاش منزہ! آج تو میرا خود سے رشتہ بتا دیتی ذیشان کو۔آج تو انکل اور آنٹی بھی موجود نہیں تھےاور ذیشان بھی جان جاتا کہ اس کی زندگی میں شامل ہونے والی منزہ کا مجھ سے رشتہ کیا ہے؟"وہ لاکھ چاہنے کے باوجود بھی یہ بات زبان سے نا کہہ سکا۔مگر اس کا دل چیخ چیخ کر منزہ کو دہائی دیتا رہا

"شیری ہم لنچ کرنے باہر جا رہے تھےتم بھی چلو نا ہمارے ساتھ "اس نے مروتاً اس کو دعوت کیا دی ذیشان تو جیسے بھڑک اٹھا

"اوہ کم آن منزہ!لنچ تو محض اک بہانا ہے۔اصل میں مجھے تم سے کچھ خاص بات کرنی تھی"شہر یار اس کی بات کا مطلب صاف سمجھ گیا تھا جس وجہ سے وہ نامناسب وقت پر آنے کے لیےتھوڑا سا شرمندہ ہوا

"ارے نہیں منزہ میں تو بس ایسے ہی آیا تھا تم لوگ جاؤ۔بلکہ میں اب اجازت چاہوں گا انشاءاللہ کل ملاقات ہوگی۔"

"اوکے بائے"شہر یار کی بات ختم ہوتے ہی ذیشان نے بڑے ہی نروٹھے انداز میں کہا تو شہریار کا اترا منہ لے کر واپس جاتے ہوئے اس کو دیکھ منزہ تڑپ اٹھی

"یہ کیا طریقہ تھا ذیشان کسی سے بات کرنے کا؟" گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے خفگی سے کہا۔

" تمہیں برا لگا؟"اس نے کار سٹارٹ کرتے ہی پوچھا

" آف کورس برا لگا۔"اس نے برا سا منہ بنایا

"اچھا سوری"اس نے لاپرواہی سے کہا اور اپنا دھیان ڈرائیونگ میں لگا دیا جب کہ منزہ اس کی لاپرواہی کو حیرانی سے دیکھتی رہی۔

"بھائی آپ کہیں جا رہے ہو؟"رمشا جب شہریار کے کمرے میں آئی تو وہ بالکل تیار اپنے بالوں کو برش پھیر رہا تھا

"ہاں منزہ کی کچھ چیزیں تھیں میرے پاس وہ دینے جا رہا ہوں کیوں کوئی کام تھا کیا؟"

"ہاں بھائی مجھے بھی منزہ کے کچھ نوٹس واپس کرنے تھے اسائنمنٹ بنانے کے لیے لائی تھی وہ مکمل ہو چکی تو سوچا واپس کر دوں اس نے بھی کسی اور سے لے کر دیے تھے"

"اچھا لاؤ مجھے دو،میں دے دوں گا"وہ نوٹس لے کر اس نے ایک چھوٹے سے آفس بیگ میں رکھے اور منزہ کے گھر کی جانب روانہ ہوا کافی دیر اس کے دروازے پر کھڑا یہ ہی سوچتا رہا کے آیا دستک دے یا اس کو باہر بلائے پھر کچھ سوچ کر اس نے بیل بجا دی تھوڑی ہی دیر میں منزہ

اس کے سامنے تھی

"ارے شیری تم؟ آؤ اندر آؤ نا" اس نے یک طرف ہو کر اس کو اندر آنے کے لیے کہا

"تم تو بالکل تیار بیٹھی ہو کہیں باہر جا رہی تھی کیا؟" منزہ کو ایک دم تیار پا کر اس نے پوچھا

"ہاں وہ شانی کے ساتھ شاپنگ کا پروگرام تھا" یہ سنتے ہی اس نے واپسی کا ارادہ کیا

"اچھا تو پھر میں کل آؤں گا" اس نے جانے کیلئے قدم بڑھایا ہی تھا کہ منزہ نے روک لیا

"ارے نہیں تم آؤ بیٹھو، شانی مجھے تھوڑی دیر میں لینے آئے گا۔ اس نے فون کیا تھا کہ اچانک ایک میٹنگ میں جانا پڑ گیا ہے اس لیے تب تک تم آرام سے بیٹھو"

"اچھا پھر ٹھیک ہے" اس نے بریف کیس ٹیبل پر رکھا

"اس میں کیا ہے؟"

"اس میں تمہاری امانت ہے تم تو واپس آنے سے رہی سوچا یہ موقع اچھا ہے اسے تمہارے سپرد کرنے کا، ویسے انکل اور آنٹی تو گھر پر موجود نہیں ہیں ناں" اس نے ادھر ادھر نظر گھما کر پوچھا

"نہیں پاپا آفس گئے ہیں اور ممی اپنی ایک سہیلی سے ملنے گئی ہیں"

"اچھا پھر ٹھیک ہے۔ یہ لو اس پراپرٹی کے کاغذات جو ابو نے تمہارے نام کی ہے۔ اور یہ میری طرف سے تمہاری شادی کا تحفہ کس رشتے کی نوعیت سے دے رہا ہوں میرے خیال میں تمہارے سامنے تو اس کی وضاحت دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہاں البتہ تم مجھے اس رشتے سے اپنا لو یہ حسرت مرتے دم تک رہے گی"

"شیری پلیز ایسا مت کہو تمہیں میری عمر بھی لگ جائے۔ تم سب سے وابستہ ساری یادیں آج بھی میرے دل میں موجود ہیں یہ ضروری تھوڑی نا ہے کہ ہر رشتے کو ظاہری کوئی نام ملے کچھ رشتے روح کی گہرائی میں بھی پنپتے ہیں۔ اور ہمارا رشتہ بھی بالکل ایسا ہی ہے پھر کبھی ایسا مت کہنا ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا" نم آنکھوں سے منزہ نے اس کو ڈانٹا تو وہ بھی پرنم مسکاتی آنکھوں سے اس کو دیکھتا رہا۔ اچانک کسی چیز کے گرنے کی آواز آئی جس نے دونوں کو چونکا دیا

" کیا ہوا؟" شہریار نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا

"شاید باہر کچھ گر گیا ہو تم بیٹھو میں تمہارے لیے چائے لاتی ہوں" تھوڑی دیر بعد جب وہ چائے کے ساتھ واپس ہوئی تو شہریار اس کے بچپن کی تصویر کو نم آنکھوں سے بھگور رہا تھا

"شیری چائے لیں" اس نے شہریار کو آواز دی

"منزہ تمہاری شادی میں کتنے دن رہ گئے ہیں؟" چائے کا کپ لیتے ہوئے اس نے پوچھا

" تین دن، کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"بس ایسے ہی پوچھ رہا تھا تم مجھے وہ حق دو یا نہ دو مگر میرا کچھ فرض تو بنتا ہے ناں۔ اب کیا تم مجھے میرے اس فرض سے بھی محروم کر دو گی؟" اس کی آنکھیں بھیگ گئیں

"شیری میرے بھائی پلیز مجھے معاف کر دینا۔ میں نے امی سے وعدہ کیا تھا کہ میں کبھی اس بات کو ظاہر نہیں ہونے دوں گی کہ میں احسان علی کی اپنی بیٹی نہیں بلکہ ایک ایڈاپٹڈ ہوں۔۔۔۔۔"

"اور یہ سب نا ہوا ہوتا اگر ممی پاپا کو مجبور نہ کرتیں، تمہاری امی کو طلاق دینے پر" شہریار نے نظریں جھکائے اس بات کا اعتراف کیا

"اس کے بعد امی بہت ٹوٹ گئی تھیں۔ میرے وجود کو اپنی کوکھ میں لیے وہ پل پل تڑپتی رہی اور مجھے جنم دینے کے بعد اپنے بے اولاد بھائی کے سپرد کر کے خود موت کو گلے لگا لیا۔ اپنی آخری لمحات میں انہوں نے میرے لیے ایک خط چھوڑا تھا۔ جس میں انہوں نے اپنے اک اک لمحے کی اذیت کو کچھ اس طرح بیاں کیا تھا کہ میں ان کو کبھی خود سے جدا تصور ہی نہیں کر پائی۔ ان کے اذیت بھری زندگی میں اگر کوئی سکون کے لمحات دے پایا تو وہ ان کے بھائی اور بھابھی تھے اس لیے انہوں نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ زندگی بھر میں ان کے بھائی کو اس بات کا احساس نہ دلاؤں کہ میں ان کی اپنی اولاد نہیں ہوں۔۔" آنسو تواتر سے بہتے رہے۔

"پاپا بھی اپنے کیے پر بہت پشیمان تھے منزہ! اس سب میں ان کا کوئی قصور نہیں تھا۔ یہ سب ممی کی اموشنلی بلیک میلنگ کا نتیجہ تھا۔ جب تک پاپا کو اس کی اصلیت پتا چلتی بہت دیر ہو چکی تھی۔ انہوں نے تمہیں واپس پانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی مگر بے سود پھر مرتے وقت مجھے وصیت کی تھی کہ میں تمہیں اس گھر میں واپس لاؤں جس پر تمہارا بھی اتنا ہی حق ہی جتنا کے میرا اور رمشا کا مگر۔۔۔"

"بھائی میں نے اپنی اس زندگی سے سمجھوتہ کر لیا ہے اور ہو سکے تو آپ بھی بیتی باتیں بھول کر ممی کو معاف کر دیں اور اک نئی زندگی کا خیر مقدم کریں"

"پتا ہے منزہ مجھے فخر ہے کہ میں تم جیسی اعلی ظرف بہن کا بھائی ہوں۔" فخر سے اس کی چھاتی چوڑی ہو گئی۔

آج اس کی مہندی کا دن تھا مگر گھر میں ماتم کا سا سماں تھا رشتہ ٹوٹنے کی خبر بھی تو کسی ماتم سے کم نہیں ہوتی ماں کی طبعیت کو سنبھالنے کے لیے اس کا سنبھلنا ضروری تھا سو اس نے ایسے بی ہیو کیا، گویا وہ اس بات سے زیادہ دکھی نہیں ہے۔

"ممی پاپا جلدی سے آ جائیں میں نے آج اسپیشل بریانی پکائی ہے۔" منزہ نے ڈائننگ ٹیبل پر پلیٹیں سجاتے ہوئے اپنے ممی پاپا کو آواز دی

"منزہ بیٹی تم نے یہ سب کیوں بنایا تو جانتی ہے نا آج تو حلق سے ایک نوالہ بھی نہیں اترے گا" ماں کی آنکھوں سے گرتے آنسو دیکھ کر اس کی پلکیں بھی نم ہو گئیں۔

"ممی اس لیے تو اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے کہ اس کو آپ چھوڑ نہیں سکتیں۔ یہ لازمی کھانا پڑے گا۔" اس نے کمال مہارت سے اپنے آنسو پی لیے اور ماں کو کرسی پر بٹھایا۔

"اور یہ پاپا کہاں رہ گئے ضرور پھر سے کمرے میں گئے ہوں گے۔

آپ بیٹھو میں ابھی ان کو بلا کے لاتی ہوں۔" وہ اپنے آنسوؤں کی نمی کو ہاتھ کی پشت سے صاف کرتی اپنے پاپا کے کمرے کی جانب بڑھنے

لگی۔

"جی نہیں وہ یہاں نہیں آیا اور اب آئے گا بھی نا تو زندہ نہیں چھوڑوں گا اس کو۔اس نے میری بیٹی کا دل توڑا ہے ایسے تو نہیں جانے دوں گا اس کو" یہ الفاظ سنتے ہی اس کے پاؤں گویا زمیں میں گڑ گئے اس پر جیسے سکتہ سا طاری ہو گیا وہ آگے جا ہی نہیں پائی اتنے میں اس کا باپ کمرے سے باہر نکلا تو بیٹی کی حالت دیکھ کر پریشان ہو گیا۔

"منزہ میرے بچے کیا ہوا؟" اس نے بیٹی کو جھنجھوڑا

"پاپا اس کا مطلب شانی امریکا نہیں گیا ہے۔تو پھر کہاں ہیں وہ؟" منزہ نے باپ کے سوال کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے پریشانی کے عالم میں پوچھا

"جہاں بھی ہو ہمیں اس سے اب کوئی مطلب نہیں ہے بچے تم پریشان نہ ہو" باپ نے بیٹی کو تسلی دی تو اس نے بھی خود کو نارمل رکھنے کی بھرپور اداکاری کی۔

"پاپا شانی کو غلط فہمی ہو گئی ہے اس نے میری اور شیری کی باتیں سن لی ہیں مگر کاش کے وہ اس بات سے آگے بھی ہماری گفتگو سن لیتا تو اس طرح شک میں آکر رشتہ نہ توڑ جاتا" وہ من ہی من تڑپ اٹھی

"اور یہ بات میں آپ کو کیسے بتاؤں؟" وہ عجیب کشمکش میں مبتلا کھڑی بس باپ کو دیکھتی رہی

"ارے آپ دونوں یہاں کھڑے کھڑے کیا باتیں کر رہے ہیں۔؟" اس کی ماں بھی وہاں آگئی

"کچھ نہیں امی ہم بس آ ہی رہے تھے۔ہے نا پاپا؟" اس نے اپنے پاپا کو آنکھ کے اشارے سے ہاں کہنے کو کہا کیونکہ بیٹی کا رشتہ ٹوٹنے کی خبر سے ان کو کافی دھچکہ لگا تھا اور ڈاکٹر نے ان کو مزید کسی ڈپریشن سے دور رکھنے کی خاص تلقین کی تھی۔

"ارے ہاں بھئی میں تو منزہ بٹیا سے یہ ہی پوچھ رہا تھا کہ آج کھانے میں کیا پکایا ہے؟" باپ نے بھی بیٹی کی ہاں میں ہاں ملائی

"اچھا اب چلیں چل کے کھانا کھاتے ہیں ورنہ اگر میرے ہاتھ کی بریانی ٹھنڈی ہو گئی تو کھانے میں کوئی مزہ نہیں رہے گا" وہ اپنی ممی پاپا کے بازو تھام کر بڑے لاڈ سے ڈائننگ ٹیبل تک لے آئی۔اپنے ہاتھ سے کھانا نکال کر ان کے سامنے رکھا اور خود پھر اسی سوچ میں گم کہ "اگر امریکا نہیں گئے تو پھر کہاں گئے ہونگے؟فون بھی کیوں بند مل رہا ہے؟مجھ سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟" ایک کے بعد ایک سوال اس کی سوچ کو الجھاتے گئے مگر اس کے اندر سے جواب ایک ہی آتا "اللہ بہتر جانتا ہے"

"ارے بیٹی تم بھی تو کچھ لو نا" ماں نے بیٹی کو سوچوں میں گم پا کر ممتا بھرے لہجے میں کہا

"جی امی لے رہی ہوں" ادھار کی مسکان کو چہرے پر چسپا کر کے اس نے ماں کو دیکھا

آج اس کی رخصتی کا دن تھا۔وہ شانی کی طرف سے دلایا گیا شادی کا جوڑا اور سارا سامان بیڈ پر بکھیرے باری باری سب کو حسرت سے دیکھتی رہی۔شانی کے اچانک چلے جانے کا سوچ کر آنکھیں متواتر برستی رہیں وہ اپنے ہاتھ کی لکیروں میں جانے کیا کھوجتے کھوجتے سسک اٹھی۔آنسو جب اس کے گالوں کو سیراب کرتے کرتے دل کی بے چینی بڑھانے لگے تو درد کی شدت سے اس نے اپنی آنکھیں بند کر

لیں اور سسکیاں لے کر رونے لگی۔

"رولو محترمہ جی بھر کے رولو۔ کیونکہ رخصتی کے وقت میں نے میک اپ کا خرچہ ضائع نہیں ہونے دینا" مستی سے بھرے پیار میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہے گئے ان جملوں پر منزہ کی آنکھیں بے اختیار کھل گئیں

"شانی تم!" حیرت سے اس کے مسکراتے ہوئے چہرے کو تکتی وہ بس اتنا ہی کہہ پائی

"جی میں واپس آ گیا ہوں اور اب آپ کو اپنے ساتھ لے کر ہی امریکا آؤں گا۔" اس نے پر یقین لہجے میں کہا تو منزہ سلگ اٹھی

"پھر رشتہ تو ڑ کر گئے ہی کیوں تھے؟" وہ نا چاہتے ہوئے بھی شکوہ کر ہی بیٹھی

"منزہ میں تمہیں بے انتہا پیار کرتا ہوں اس لیے اس دن جب تمہاری زبان پر کسی اور کے پیار کا ذکر سنا تو پاگل ہو گیا۔ اور اسی پاگل پن میں یہ غلط فیصلہ کر کے تمہیں ہی نہیں خود کو بھی اذیت میں مبتلا رکھا۔ مجھے معاف کر دو منزہ اب زندگی میں کبھی تمہارے پیار پر شک نہیں کروں گا۔" اس نے منزہ کے نرم و نازک ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا

"ویسے شانی اس دن انکل کا فون آیا تھا پاپا سے کہہ رہے تھے کہ تم امریکا بھی نہیں گئے۔ تو تم کہاں تھے؟ اور تمہاری یہ غلط فہمی دور کیسے ہوئی؟" اچانک اس کو یہ بات یاد آ گئی

"تم سے محبت ہی کچھ اتنی کی ہے منزہ ڈارلنگ کہ تمہیں چھوڑ کر تمہارے بغیر اگر کہیں جا سکتا تھا تو وہ سیدھا اوپر۔ سو میں ائر پورٹ سے ہی واپس آ گیا تھا۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا تم سے محبت اتنی شدید تھی کہ شیری سے تمہاری وہ پیار بھری باتیں یاد کر کے میں غم اور غصے کی آگ میں جل رہا تھا۔ سو اپنے دل کی بھڑاس نکالنے اس کے پاس گیا۔ جب میں نے غصے کے عالم میں تمہارے اور اس کے حوالے سے کچھ الٹا سیدھا کہا تو وہ بھڑک اٹھے۔ اس کے ایک الٹے ہاتھ نے میرے چودہ طبق روشن کر دیئے، پھر اس نے ساری سچائی بیان کر دی" وہ دھیمے دھیمے لہجے میں ساری بات بتاتا گیا اور منزہ کے آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی خوشی کی چمک میں بدلنے لگی۔

"منزہ! بھلا ہو سالے صاحب کا جس نے میری آنکھوں سے شک کی پٹی اتاری۔ نہیں تو آج اس لال جوڑے کی جگہ سفید جوڑہ پہننے کی تیاری میں ہوتیں کیونکہ میں نے۔۔" نرم و نازک ہاتھ کی مخروطی انگلیوں نے اس کے ہونٹوں پر تالے لگا کر مزید کچھ بھی کہنے سے ذیشان کو روک لیا۔ تو ذیشان کی آنکھوں میں امڈ آئی شرارت اور ہونٹوں کے لمس کی چابی سے وہ تالا زیادہ دیر تک نہ پایا منزہ نے اپنی نگاہیں جھکا دیں۔ اور ساتھ میں اس نئے رشتے کے احساس میں مسرور ہوتی رہی۔۔۔ جب گمنام رشتوں سے پردہ اٹھا تو منزہ کے حصے کی وہ ساری خوشیاں اس کا نصیب ہوئیں جن کی خواہش ہر لڑکی کے دل میں ہوتی ہے۔۔۔

ختم شد

☆......☆......☆

☆ تجھے زیست کی نوید ہو ☆

تحریر: راحیلہ بنت مہر علی شاہ۔

البالہ جلدی جلدی ہاتھ چلا کر گھر کے روزمرہ امور نپٹا رہی تھی.. آج اسے بازار جانا تھا......

آخری بار کب کپڑے لئے تھے؟ اسے یہ تو یاد نہیں تھا. ہاں.. لیکن اس کے کل چار جوڑے کپڑے جو اب کسی شادی بیاہ کے بلکل لائق نہیں رہے تھے...... اور ایک ہفتے کے بعد اس کے بڑے تایا کے بیٹے کی شادی تھی... سو ٹیوشن کے پیسے بچا بچا کر چھ ہزار جمع کر لئے......

اور آج شاپنگ کی ٹھان لی حالانکہ شاپنگ کے اسرار ورموز سے بلکل نابلد تھی.. پھر بھی سارے کام سمیٹ کر امی سے اجازت لی اور آٹھ سالہ بھائی کو ساتھ لیکر صدر بازار پہنچ گئی......

بٹوے پر اپنی گرفت مضبوط رکھے پہلے دکان میں قدم رنجا فرمایا...... جی باجی کیا لینا ہے دکاندار لپک آیا... اس کی سمجھ میں نہیں آیا کیا کہہ دے بس سامنے لگے رنگ برنگ خوبصورت لباس پر نظریں پھسل پھسل رہی تھی...... دل کی دھڑکن تیز ہو گی......

یہ...... یہ جوڑا کتنے کا ہے...... لرزتے کانپتے ایک سوٹ کو ہلکے سے چھو کر پوچھا!!!!

بلیک سوٹ جس میں خوبصورت سفید نگ جھلملا رہے تھے...

صرف ساڑھے تین ہزار کا ہے.. باجی..

دکاندار نے ایسے کہا جیسے تین ہزار نہیں تین سو کہہ رہا ہو...

اور اگلے ہی لمحے وہ دکان سے باہر اپنی سانسیں درست کرنے میں لگی تھی...... دکاندار آوازیں دیتا ہی رہ گیا مگر وہ ان سنی کئے اس دکان سے دور چلی گی... آپی کتنا پیارا سوٹ تھا.. لیا کیوں نہیں منا. اس کا بھائی.. بولا..

چھ ہزار روپے ہیں.. ان میں دو اپنے لئے سوٹ ایک جوڑا سینڈل اور ایک امی کیلئے سوٹ لینا ہے منا... اور یہ ساڑھے تین کا ایک، پیارا تو تھا. مگر مہنگا تھا...... البالہ دکھی لہجے میں بولی تو منا بھی دکھی ہو گیا...... یہ غریبی بھی نا... ہر لمحہ ہر جگہ بندے کو اپنا احساس کراتی ہے...... یہ سوچے بنا کہ ارمانوں کا خون تو ویسے بھی ہو رہا ہے... تڑپا کر مارنے کی کیا تک ہے......

اللہ کا نام لیکر ایک اور دکان میں گھس گئے...... سامنے ہی خوبصورت پنک کلر کا فراک لٹک رہا تھا.. جو ان واحد میں اس کے دل میں جگہ بنا گیا......

انکل...... یہ کتنے کا... ہے... اس بار تو تھوک نگلنا بھی مشکل ہو گیا... تین ہزار کا مصروف انداز میں جواب آیا...

اور اس کا دل سینے کے پنجرے میں پھڑ پھڑا کر رہ گیا... آنکھوں میں بیساختہ کچھ چبھا...... خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر پنک فراک کو دیکھا...... اور آہستہ آہستہ شکستہ قدموں سے واپسی کی راہ لی.. سنو بیٹا!!!!!!! پیچھے سے کسی نے نرمی سے پکارا...... وہ واپس پلٹی...

ایک خوبصورت نقوش کی مالک ایک عورت کھڑی اس کے پلٹنے کی منتظر تھی......

جی آنٹی!!!!

ایک منٹ رکو..اس نے البالہ سے کہا..اور رخ دکاندار کی جانب موڑ دیا..بھائی صاحب یہ پنک فراک پیک کر دئیں... پندرہ سو روپے دو بیٹا!!!!البالہ نے متحیر سی ہو کر پندرہ سو روپے دیئے دکاندار نے تھوڑی سی آئیں بائیں شائیں کی لیکن پھر پندرہ سو ہی میں اسے وہ فراک مل گیا......وہ خوشی سے بیہوش ہونے لگی...... فراک کو کسی قیمتی متاع کی طرح لیا............اور پھر ایک گھنٹے میں ہی اس نے دو اور جوڑے اور ایک جوڑا اسینڈل لئے ..پسند وہ کرتی باوؤ تاؤ وہ آنٹی اور وہ حیرت سے دیکھتی رہتی......تین ہزار کا سوٹ پندرہ سو میں لگاتے ہزار کا پانچ سو میں اور وہ حیرت کے سمندر سے ابھر ہی نہیں پا رہی تھی... آخر میں آنٹی نے سمجھاتے ہوئے کہا..بیٹا جس طرح باقی چیزوں میں دھوکے ہو رہے ہیں...یہی چیز ادھر بھی ہو رہی ہے...یہ لوگ سادہ لوح. پہلی مرتبہ آنے والوں کو دونوں ہاتھ سے لوٹتے ہیں... جھوٹ بولنا ان کی سرزشت میں ہوتا ہے یہ لوگ

!!!!ممی آپ ادھر کھڑی ہیں!!!!میں کب سے آپ کو ڈھونڈتے ہوئے ادھر ادھر خوار ہو رہا ہوں...... یقیناً آپ کو پھر سے اپنی کوئی بہت پرانی دوست مل گئی ہو گی اور............ لیکن آنے والے ایک ہنڈسم بندے کی عورتوں کی طرح فراٹے بھرتی زبان البالہ کو دیکھ کر گاڑی کے ٹائروں کی طرح چرچرا کر رک گئی. جس نے بیساختہ ہی اپنی بڑی بڑی آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا......اور پھر پلکوں کی باڑھ سے آنکھوں کو ڈھانپ دیا............

نہیں بیٹا وہ میں اپنی بیٹی کو شاپنگ کرانے لگی تھی... آنٹی.بولی..

..ہب بیٹی نووارد کی آنکھیں پوری کھل گئی..پر جہاں تک میرے علم میں ہے آبھی دو گھنٹے پہلے تو آپ کا صرف ایک ہی بیٹا تھا..بیٹی کوئی نہیں. تھی..تو!!!!...حیرت سے گرتے گرتے کہا گیا...

چل ہٹ شریر کہیں کے... آنٹی نے اسے ہلکا سا دھپ لگاتے ہوئے کہا..

البالہ یہ میرا بیٹا ہے...بزنس کرتا ہے...اٹھائیس کا ہونے والا ہے شادی کا نام نہیں لیتا......کہتا ہے ممی ابھی عمر ہی کیا ہے میری. آنٹی نے اس کی نقل اتارتے ہوئے کہا...ہاں لیکن میں اب اس کے کسی بات پر کان نہیں دھرتی .. آج کل اس کے لئے لڑکی ڈھونڈ رہی ہوں...... . آنٹی نے البالہ کے معلومات میں مزید اضافہ کرتے ہوئے کہا..

لاحول ولاقوۃ...یعنی اب میری شادی سر عام بازاروں اور سڑکوں پر ڈسکس ہو گی...وہ تکلیف سے کراہ کر بیساختہ بالوں میں انگلیاں پھیر کر رہ گیا......اور یہ میری بیٹی البالہ ہے اور یہ اس کا بھائی .. آنٹی نے ایسے خوشی خوشی تعارف کرایا جیسے جانے کب سے ان دونوں سے جان پہچان ہو..

نائس ٹو میٹ یو..رائم نے ایک نظر حجاب میں ملبوس اس لڑکی پر ڈالتے ہوئے کہا...جس نے بھول کر بھی دوبارا نگاہیں اٹھا کر سامنے کھڑے سمارٹ بندے پر نہیں ڈالی......جس پر رائم کو حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی... لیکن اس پہلے کہ اس کی ممی یہی سے اس کی بارات نکال لیتی..

وہ سب کولیکر گاڑی کی طرف آیا... گاڑی دیکھ کر چندلمحوں کیلئے البالہ کی آنکھوں میں ایک بینام سی چمک ابھری اور پھر معدوم ہوگئی...اتنی لمبی کار...!!!!!!!!زارون کے منہ سے بیساختہ نکلا......

البالہ نے بھائی کی ہلکی سی چھٹکی بھری کہ کہیں کوئی ایسی بات نہ بول دے جس سے خوامخواہ کی شرمندگی ہو.....بس آنٹی یہ دائیں جانب ہی ہمارا گھر ہے..اس نے رائم کی جگہ آنٹی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا..

رائم نے کار روک دی گاڑی میں چلا رہا ہوں اور محترمہ روکنے کا آنٹی سے کہہ رہی وہ جل کر سوچنے لگا... ...آنٹی آپ لوگ بھی آئیں نا!!!!!!اس نے زرا سی نگاہیں اٹھائی حیرت سے جلے بھنے رائم کو دیکھا اور پھر آنٹی کو دیکھتے ہوئے فرمائش کی...

جی ہاں ہم آرہے ہیں آخر کو اپنی پیاری بیٹی کو دیکھے بنا کیسے جا سکتی ہوں ۔

آنٹی نے ایک نظر اس کے حجاب میں چھپے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے کہا ..ایسے جیسے تاک میں بیٹھی..ہو فورا پرس سنبھالتے ہوئے کار سے نیچے اتری...

رائم بیہوش ہوتے ہوتے بچا.یا اللہ خیر یقیناً ممی کی زہن میں کوئی ایسی کھچڑی پک رہی ہے..... .جس کا عتاب مجھ پر نازل ہونے والا ہے...رائم نے بیساختہ پہلو بدلا...... ..رائم بیٹا آپ کیلئے انوائیٹیشن کارڈ آئے گا...اس نے نرمی مگر دانت کچکچا کر بیٹے کو مسلسل کار میں بیٹھا دیکھ کر کہا...

وہ بیساختہ ٹپٹا کر رہ گیا...اور فورا کار سے اتر گیا...اگلے دو گھنٹوں میں جب دونوں کی واپسی ہوئی تو دونوں ہی اپنے سوچوں میں گم بیحد مسرور تھے......رائم بھی بیحد خوش تھا..اس کے چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ کھیل رہی تھی...

ایک جھلک دیکھ لی تھی البالہ کی اور یہ ایک ہی جھلک کافی تھی ..اسے زیست کی نوید ہوئی..وہ خوش تھا بے تحاشہ ..اور اس کی ممی نے جب البالہ کا خوبصورت چہرا اور گھر کی صاف صفائی دیکھی تو لمحہ بھی نہ لگا اسے اپنے بیٹے کیلئے پسند کرنے میں البالہ خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ اچھی سیرت کی مالک اور ..سلیقہ شعار بھی تھی..اس کی معصومیت کی وہ پہلے سے قائل ہو گی تھی...اور البالہ کے زہن کے پردے پہ بیساختہ ہی رائم کا چہرا ابھرا دل عجب لے پر دھڑک اٹھا.....چہرا خوشی سے گلنار ہوا.....اور ماں نے بیٹی کی بیساختہ ہی نظر اتاری.....

☆.....☆.....☆

☆علم کوئی سا بھی ہو رائیگا جاتا نہیں ☆

تابندہ جبیں (کراچی)

سردیوں کی شام تھی عاصمہ آنٹی ہمارے گھر آئی تھی عاصمہ آنٹی ہماری پڑوسن تھی. ویسے تو وہ ہر لحاظ سے بہتر خاتون تھی مگر اُن کی ایک عادت اچھی نا تھی, وہ ہر ایک کی ٹو میں لگی رہتی تھی اور اس ہی وجہ سے باقی ملنے والے انھیں پسند نہیں کرتے تھے مگر میری امی کا کہنا ہے کے ہر طرح کے انسان سے ہمیں ملتے رہنا چاہیے کیونکہ ہر انسان کے اندر کچھ خوبیاں اور خامیاں موجود ہوتی ہے جس سے ہمیں اپنی خامیاں اور خوبیوں کا اندازہ ہوتا ہے. آج گھر کی صفائی کر کے میں بھی اُن کے پاس بیٹھ گئی آج آنٹی کا موضوع" تعلیم "تھا آنٹی امی سے کہہ رہی تھی شابانہ بہن تم نے کیا اپنی بیٹی کو بی.اے کروایا ہے آج کا دور تو انجینیر اور ڈاکٹر کا ہے بڑا اسکوپ ہے اس کا ہر جگہ با آسانی ملازمت بھی مل جاتی ہے اور کسی قسم کی پریشانی کا بھی سامنہ نہیں کرنا پڑتا ھماری امی جان نے عالمہ کا کورس کیا ہوا تھا, اسی وجہ سے وہ اُن کی بات سے متفق نہیں ہوئی. امی نے کہا ایسا نہیں ہے علم چاہے کوئی سا بھی کسی بھی لحاظ سے کم نہیں ہوتا اور یہ بات کہنا علم کے ساتھ نا انصافی ہے کیونکہ ہمارے مذہب اسلام نے علم حاصل کرنے کو کہا ہے، اور اس بات کو مرد اور عورت دونوں پر فرض قرار دیا ہے. ہاں یہ ضرور کہاں ہے "علم حاصل کرو چاہے چین تک جانا پڑے" آج ہم جس دور میں رہ رہے ہیں ہمیں علم کی ضرورت ہے تا کہ ہم معاشرے سے جہالت کا خاتمہ کر سکے ہمارا دین ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ ہم دوسرے کا راستہ بنے ،راستہ ہموار کریں۔

عاصمہ آپ یہ کس قسم کی باتیں کر رہی ہے،ارے نہیں نہیں بہن میرا کہنے کا مطلب وہ نہیں تھا شابانہ بہن تم غلط سمجھی.

غلط سمجھنے کی کوئی بات نہیں ہے دراصل میں یہ سمجھتی ہوں انسان, ہر بچے کا اپنا ایک دھیان ور رجحان ہوتا ہے اُس کی توجہ اُس ہی طرف مربوط رہتی ہے جو وہ پڑنا چاہ رہا ہوتا ہے۔ حاصل کرنے دینا چاہیے ایسے میں ہم اُنھیں کسی ایسے فیلڈ میں ڈال دے جس کا اُنھیں شوق نہیں ہے تو ہم بچے کے ساتھ اور اُس فیلڈ کے ساتھ نا انصافی کریں گیا ور اس ہی وجہ سے میں نے اپنوں بچوں کو اُن کی مرضی کی تعلیم دلوائی ہے. کیونکہ اُن کی اپنی زندگی ہے اور ہر انسان کو اپنی زندگی اچھی طرح گذارنے کا پورا حق حاصل ہے.

ارے ٹھیک کہا آپ نے اسطرح میں نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا، آپ کی سوچ بہت قابل ستائش ہے اور ہم سب کو اس ہی طرح سوچنا چاہیے

افسانہ ☆ ڈر ☆

تحریر: ن۔م۔۔۔سیالکوٹ

''تم اندھیرے سے ڈرتی ہو؟''

''نہیں''

''تمہیں جنوں، چڑیلوں سے تو ڈر لگتا ہی ہوگا!''

''نہیں۔ایک دفعہ میری امی نے بتایا تھا کہ بہت پہلے ہمارے گھر میں آسیب کا سایہ تھا۔ بہت تنگ کیا ان چیزوں نے۔مگر پھر جب تم آ گئی تو سب ڈر کے بھاگ گئے تم سے۔ پر یار! چڑیلیں کیوٹ تھوڑی نا ہوتی ہیں۔''

''ہاہا۔اچھا کیوٹ چڑیل! تم کاکروچ، چھپکلی جیسی چیزوں کو دیکھتے ہی پکا چیخ تو مارتی ہی ہوگی۔''

''جی نہیں۔''

''اللہ۔اللہ۔تمہیں کسی چیز سے تو ڈر لگتا ہے نا!''

''ہاں۔ مجھے بچوں کی ہنسی سے ڈر لگتا ہے۔''

لان میں سردیوں کی نرم دھوپ کا مزا لیتے ہم دونوں اپنے ٹیسٹ کی تیاری کر رہے تھے۔حسب معمول ہماری ٹاپک پہ کم اور ادھر اُدھر کی باتوں پہ زیادہ ڈسکشن ہو رہی تھی۔ پہلے اس نے مجھ سے میرے ڈر کے بارے میں پوچھا اب میں اس سے اس کے ڈر کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ مجھے حیرت ہوئی جب اس نے کہا اسے بچوں کی ہنسی سے ڈر لگتا ہے۔

''ہنسی سے؟ ہنسی تو دنیا کی سب سے پیاری چیز ہے۔اور یہاں بچوں کی ہنسی سے زیادہ پیارا تو کچھ بھی نہیں۔''

میں نے نوٹس سائیڈ پہ رکھ دیئے۔ایک توقف کے بعد اس نے کہا

''ہم میں سے ہر اک کے چہرے پہ خول ہے۔کوئی بھی ویسا نہیں ہے جیسا نظر آتا ہے۔ہنستے چہروں پہ بے رنگ ہنسی، ان آنکھوں کی اداسی کو مزید گہرا کر دیتی ہے۔میں جب بھی کسی ایسے چہرے کو دیکھتی ہوں تو سوچتی ہوں کہ یہ چہرہ ایسا ہے تو کیوں ہے؟ اور جو چہرے ایسے نہیں، وہ جب ایسے ہو جائیں گے تو وہ سکون، وہ خوشی کھو دیں گے جو دل سے مسکرانے پہ ہوتی ہے۔اس لئے مجھے بچوں کی ہنسی سے ڈر لگتا ہے۔ جب زمانے کی گردان کی ہنسی کو بھی بے رنگ کر دے گی تو یہ چہرے کتنے اداس ہوں گے۔

میں جب یہ سوچتی ہوں تو دل کرتا ہے کہیں چھپ جاؤں۔یا خدا مجھے کوئی ایسا برش دے دے جس سے میں ان اداس آنکھوں میں ہنسی کے کھوئے ہوئے رنگ لوٹا سکوں۔یا پھر۔۔۔''

وہ بولتے بولتے رک گئی۔شاید اس کے لہجے میں نمی آ گئی تھی۔

''دیکھو۔تم ایسا نہ سوچا کرو۔وقت آنے پہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔بی پازیٹو۔''

مجھ نا سمجھ کے لئے ایسا کہنا آسان تھا۔

چند لمحوں بعد اس نے کہا۔

''تمہیں پتا ہے جب میں چھوٹی تھی نا تب سب مجھے پری کہتے تھے۔میں اکثر امی سے پوچھتی تو وہ کہتیں کہ جب میں بڑی ہو جاؤں گی نا تب مجھے میرے پر ملیں گے۔تب میرا ذہن نہیں مانتا تھا۔مجھے پتا تھا کہ ایسا کچھ نہیں ہونا۔اور آج ان چہروں کو دیکھ کے مجھے لگتا ہے جیسے ہر چہرہ یہی کہہ رہا ہے

کوئی تو ہو جو ڈھونڈ لائے مجھے

خود کو دیکھا نہیں کئی زمانے سے۔۔۔''

اب میرے پاس کہنے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا۔ویسے بھی آپ انہی کو کچھ کہہ سکتے ہو جو آپ کے جیسی زندگی کے ٹیسٹ سے کوسوں دور ہوں۔

☆......☆......☆

☆سو لفظی کہانی ☆

از: ثانیہ ارباب۔

عینی کی ہمت اور جرات دیکھی آپ نے۔۔۔۔۔

اس کی جگہ اگر میں ہوتی سلام لے کر حال تک نہیں پوچھنے کی زحمت کرنی تھی۔

یہ سوچ کر۔۔۔۔۔!!!

غیر مرد ہے۔میرا رشتہ ہی کیا ہے؟

ایسی اوپن مائنڈ گاؤں کی لڑکی؟

کسی غیر مرد سے بات کرنا۔۔۔وہ بھی بحث کرنا اوپر سے اس کا انداز دیکھنے والا تھا ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائے بیٹھی تھی۔۔۔

یہ گھر میں ہی شیرنی ہے۔۔۔۔گھر سے باہر گلی میں چلتے ہوئے دیکھو اس کے پاؤں کیسے کانپتے ہیں۔۔۔اور کسی سے بات کرتے ہوئے منہ سے لفظ نہیں نکلتے۔

وہ علم ہوا یا جاہلیت۔

☆......☆......☆

افسانہ ☆ ابھی کچھ دیر پہلے ☆

تحریر:آمنہ نثار (اسلام آباد)

ہوائیں ایسے چل رہی تھیں جیسے ---گیت گاتے ہوئے سب کے لیے خوشی کا پیغام لائی ہوں اور محبت بھرے گیت الاپ رہی ہوں---زندگی پورے آب و تاب کے ساتھ چمک رہی تھی---پارک میں ہر طرف خوب رونق تھی---بہت ہی خوبصورت اور پر کشش منظر---یہ منظر نگاہوں کے لیے ٹھنڈک اور دل کے لیے راحت کا باعث تھا---

لوگوں کا ہجوم---معصوم سے ہنستے کھیلتے شرارتیں کرتے ہوئے بچے خوشی سے اوچھل کود رہے تھے ---پر جوش مسکراہٹیں--آنکھوں میں اطمینان---اور---چہرے پر شادابی رقصاں تھی---

کہ اچانک ایک زوردار آواز کے ساتھ دھماکہ ہوا اور سب ختم---

بہت ساری ہنستی مسکراتی زندگیاں دھماکے کی نظر ہو گئیں---اور معصوم سے پھول نہ صرف مرجھا گئے بلکہ انہیں بے دردی کے ساتھ شاخوں سے نوچ لیا گیا---

نہ جانے میرے ملک کے ہنستے بستے لوگوں کو کس کی نظر لگ گئی---کن ظالموں کے ظلم کا نشانہ بن گئے---کن مفادات کی بھینٹ چڑ گئے۔

یہاں ابھی تو بچے کھیل کود میں مشغول تھے۔جھولے جھول رہے تھے---وہ لوگ جو یہاں اپنوں کے ساتھ خوشیاں منانے اور لطف اندوز ہونے آئے تھے وہ اب زندگی سے ہاتھ دھو چلے تھے---

ذہین اس ناخوش گوار حادثے کو تسلیم کرنے سے انکاری ہے--نہیں نہیں ایسا نہیں ہو سکتا وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہنستے مسکراتے طرح طرح کے کھانے اور خوش گپیوں میں مصروف تھے---اب تمام منظر بدل چکا تھا--یہ وہ منظر تو نہیں ہے جو کچھ دیر پہلے میری نگاہوں کے لیے سکون اور راحت کا باعث تھا---

ہو سکتا ہے یہ میرا وہم ہو
دل ماننے کو تیار نہیں ہے
مگر

آنکھیں کے سامنے جو خوفناک موت کا منظر ہے---وہ دیکھتے ہوئے دماغ سوچنے پر مجبور کر رہا ہے---کہ یہ وہم نہیں بھیانک حقیقت ہے---میں اس تلخ حقیقت سے نظریں چرانا چاہتی ہوں---وہ ہنستے مسکراتے چہرے میری نظروں کے سامنے گھومتے ہیں ---کیا وہ آخری بار ہنس رہے تھے؟؟؟ کیا اب کبھی ان کی ہنسی میری سماعتوں سے نہیں ٹکرائے گی؟؟؟انہیں سپردخاک کر دیا جائے گا؟؟؟وہ جو ابھی کچھ دیر پہلے اس زمین پر بڑی شان کے ساتھ کے ساتھ چل رہے تھے---میں ان سوالوں کے جوابات کہاں تلاش

کروں۔۔۔۔

ہر طرف قیامت کا سماں ہے۔۔۔لہولہان لاشیں ،جھلسے چہرے اور جھلسے ہوئے جسم نظر آ رہے ہیں کسی کا سر دھڑ سے جدا ہے۔۔۔کسی کی ٹانگیں تو کسی کے بازوں کا نام و نشان تک نہیں ہے۔۔اپنوں کی بکھری لاشوں کے بیچ جو بچ گئے ہیں ان میں زندگی نہیں ہے۔ان کی دردبھری چیخ و پکار سے فلک بھی کانپ رہا ہے۔۔۔

دھماکے کی خبر پھیل چکی ہے اور لوگوں کا ہجوم چلا آ رہا ہے۔اپنوں کو تلاش کرنے۔۔۔۔۔۔اور ہر آنکھ اشک بہار ہے

میں اس بھیڑ میں انسانیت تلاش کر رہی ہوں۔۔۔مجھے نظروں کے سامنے انسانیت کی بلند و بالا وعمارت فلک بوس ہو رہی ہے۔۔اور میں صرف تماشائی بنی دیکھ رہی ہو۔۔۔سوچوں میں محو۔۔۔میری سماعتوں سے یہ الفاظ ٹکراتے ہیں۔۔۔یہ لوگ شہید ہیں۔۔۔بے قصور ہیں۔۔۔یہ تو جنتی ہیں۔۔

میں سوچ رہی ہوں کیا یہ جنت میں ہیں؟؟؟

دل نے نفی کر دی۔۔۔یہ منظر کا نہیں ہوسکتا۔۔۔کیا انہیں جنت میں بھیجنے کے لیے یہ حال کیا ہے یا خود جنت میں جانے کے لیے؟؟؟یہ کون سا راستہ ہے جو جنت کی طرف جاتا ہے۔۔۔میں اس سے آگے سوچتی ہوں تو دماغ کی رگیں تن جاتی ہیں دل پھٹنے لگتا ہے۔۔۔بچوں کی ہنسی اور قہقہے چیخ و پکار میں بدل جاتے ہیں۔۔۔ہر طرف اندھیرا چھا جاتا ہے۔۔آسمان پر اڑتے پرندے بھی خوفزدہ معلوم ہوتے ہیں۔۔۔ایسے محسوس ہوتا کہ ہر جاندار اور بے جان انسان سے انسانیت کے روٹھ جانے پر ماتم کر رہے ہوں

میں جاننا چاہتی ہوں ایسا کیوں ہو رہا ہے۔۔کون ان معصوم کلیوں کی آبیاری خون سے کر رہا ہے؟؟؟

اپنی تمام تر توجہ ایک نقطہ پر مرکوز کرتی ہوں۔۔۔دعا کے لیے ہاتھ اُٹھاتی ہوں تو لفظ گونگے ہو جاتے ہیں۔۔۔

ابھی کچھ دیر پہلے یہاں خوش کن سماں تھا۔۔۔۔اور اب صفِ ماتم بچھی ہوئی ہے۔۔۔میں اس بھیانک حقیقت سے نظریں چرانا چاہتی ہوں۔۔۔پر آخر کب تک حقیقت سے نظریں چرائی جاسکتی ہیں۔۔۔میں شرمندہ ہوں ان چہروں کے سامنے جن کی ہنسی میں انھیں نہیں لوٹا سکتی۔۔۔ان کے جسم سے بہتے ہوئے خون کو میں نہیں روک سکتی۔۔۔میں اب تک اُس ہنسی کو تلاش کر رہی ہوں جو اس زوردار دھماکے میں دب گئی۔

افسانہ ☆ ڈس ایبل ☆

تحریر:ن.م (سیالکوٹ)

اس کے انگلیوں میں پکڑے سگریٹ کا دھواں مجھے اس کی آنکھوں میں بھر جانے والے دھوئیں سے کہیں کم لگا جب اس نے کہا۔

" گرہن چاند کے ساتھ ساتھ کچھ لوگوں کے مقدروں پہ بھی لگتا ہے۔۔وہ بھی ایسا کہ مر کے بھی اس گرہن سے جان نہیں چھوٹتی"۔

بارش تھمنے کے بعد گیلی مٹی اپنی دلفریب مہک سے اس حبس کو کافی حد تک کم کر چکی تھی جسے بارش دور کرنے میں ناکام رہی تھی۔۔۔

بارش، بارش کی بوندوں، ان بوندوں کے سرگم، اس سرگم کی لہک، پھر لہک سے دل میں بے ساختہ مچلنے والی دعائیں اور ان دعاؤں سے یادوں کے کھلنے والے دروازے ہمیشہ سے مجھ میں چھائے حبس کو یا تو کم کر دیتے ہیں یا اسے مزید ہوا دیتے ہیں۔۔

آج بھی باہر ہونے والی بارش کے بعد اندر کا حبس کم نہیں ہوا تھا۔۔صوفہ پہ بیٹھے کچھ ہی دیر ہوئی تھی جب سگریٹ کا تیسرا کش بھرتے اس کی کہی بات پہ مجھے تھوڑی الجھن ہوئی۔۔

" گرہن مقدروں پہ بھی لگتا ہے "

'وہ کیسے؟"

" مجھے نہیں پتا"

"تو پھر ایسا کیوں کہا؟"

" کیونکہ مجھے ایسا ہی لگتا ہے"

"اس کی reason؟"

" خود سے نفرت۔۔۔خود سے نفرت کرنا اک بڑی reason نہیں؟"

" خود سے نفرت؟ پر کیوں؟"

" کیوں۔۔۔کیونکہ میں برا ہوں۔بہت برا ہوں۔۔سب مجھے چھوڑ کے چلے جاتے ہیں۔۔

Every one moves to next step.

And i still stuck on that ...step...

یہ کہتے اس کے لہجہ اس خزاں رسیدہ پتے کی طرح تھا جو شاخ سے ٹوٹنے کے بعد بار بار پیروں تلے آتا ہے۔۔

"تو اس کا گرہن سے کیا تعلق؟"

مجھے جاننا تھا۔۔آخر اس نے ایسا کہا تو کیوں کہا۔۔

"تو یہ میری قسمت پہ گرہن ہی ہے۔۔کچھ صحیح بھی کرنا چاہوں تو کچھ اور ہی ہو جاتا ہے۔۔

میں کچھ بھی کرنے کے لئے ڈس ایبل ہوں۔۔

دل کرتا ہے مر جاؤں پر۔۔۔"

اس نے آدھ بجھا سگریٹ یوں مسلا۔۔جیسے خود کو اپنے آپ کو مسل رہا ہو۔۔میں نے اسکی سرخ ڈوروں والی آنکھیں ٹٹول کے کہا

''کیا تم واقعی کچھ بھی کرنے کے لئے ڈس ایبل ہو؟''

اس نے کچھ کہنے کی جگہ آہستہ سے اپنا سر ہلانا کافی سمجھا۔۔

میں نے کہا"سنو انسان صرف زندگی اور موت کے معاملے میں کچھ بھی کرنے کے لئے disable ہے۔۔تم نے پڑھا ہو گا کہ انسانی زندگی سب سے پہلے ایک خلیہ کے بننے سے شروع ہوتی ہے۔۔پہلے ایک خلیہ۔۔پھر اسی خلیے کی تقسیم در تقسیم اسے ایک مکمل جسم بناتی ہے۔۔''

''ہاں تو؟"

"تو یہ کہ کبھی تم نے سوچا ہے کہ سیل division کی اسٹیج پہ جب ایک سیل اپنے دو daughter سیلز میں divide کرتا ہے تو کروموسوم seperation کے دوران اگر وہ کروموسومز صحیح divide نہ ہو تو؟؟ جانتے ہو تم ''تم'' کیا سے کیا ہو سکتے ہو۔۔؟

اگر اس سیل میں ایک بس ایک کروموسوم زیادہ ہو جائے

(1+46) تو تم ذہنی معذور پیدا ہو گے۔۔اور اگر اس سیل میں ایک کروموسوم کم (45) ہو تو تم sterile پیدا ہو گے۔۔۔(یعنی تم اولاد پیدا نہیں کر سکو گے)

اب بتاؤ کیا تمہیں خود کو نارمل پیدا کرنے میں کوئی اختیار ہے؟ اپنے اعضاء کی مکمل تکمیل کے لئے کروموسوم distribution, seperation نارمل رکھنے میں تمہارا کوئی اپنا کمال ہے؟ کیا تم اپنے خال وخد خود اپنی مرضی سے بنا سکتے ہو؟

نہیں نا!

That'sdisability

Here u r disable to do anything

اگر تم سوچنے سے بھی نہیں سمجھ سکتے تو پریکٹیکل کر کے دیکھ لو۔۔

زرا کانوں میں یوں سارے دن کے لئے روئی ڈالو کے کچھ نہ سن سکو یا سارا دن چپ رہو یا پھر سارا دن آنکھ پہ پٹی باندھ کے چلو یا پھر تم اپنے پیر کے انگوٹھے سے سارا کام کرو۔۔ پھر بتانا صرف ایک دن کی اذیت، کچھ گھنٹوں کا کرب سہنا کیسا لگتا ہے۔۔ مجھے تم بتانا خود پہ لوگوں کی ترس والی نگاہیں طنز یہ جملے دل کو کتنا چیرتے ہیں۔۔"

میں لمحہ بھر کو رکی۔۔

"تم نے کہا لوگ تمہیں چھوڑ جاتے ہیں.. کہ قسمت پہ گرہن ہے

That`s diewannauy Right...?"

اس نے بس سر ہلایا۔۔۔

" یہاں دو possibilities ہیں جو تمہیں چھوڑ جاتے ہیں یا تو وہ مطلبی ہیں یا کم ظرف۔۔تم نے کہیں نہ کہیں کوئی غلطی کی تو ان کا ظرف اتنا کم تھا کہ وہ تمہیں معاف نہیں کر سکے اور چلے گئے۔۔یا تم سے جب مطلب نہیں رہا تو چھوڑ دیا۔۔اب بتاؤ خود کو قصور وار ٹھہرا کے خود سے نفرت کر کے اپنی زندگی خود تباہ کرنا کہاں کی عقل مندی ہے؟؟ تمہیں تو شکر کرنا چاہیئے کہ خدا نے تمہیں ان کے شر سے بچا لیا۔۔

There is no fault in your stars"

اس کے چہرے کا بدلتا رنگ اس کی کیفیت اچھے سے بتا رہا تھا۔۔

" تم disable نہیں۔۔بس تم improve کرو خود کو۔۔۔ آگے بڑھنے کے لئے مضبوط ہونا ضروری ہے اور مضبوط ہونے کے لئے ignore کرنا آنا چاہیئے تمہیں۔۔

دوسروں کی نفرت، رویہ سب نظر انداز کرو۔۔

ہاں تم نے ٹھیک کہا تھا کہ قسمت پہ گرہن لگتا ہے۔۔

پر ان کی جو اس سچویشن میں survive کرنے کی بجائے موت کو اپنے مسائل کا حل سمجھ کے چنتے ہیں۔۔وہ بھول جاتے ہیں کہ ان کی یہ بزدلی دونوں جہانوں میں انہیں رسوائی کے سوا اور کچھ نہ دے گی۔۔ "

بارش پھر سے شروع ہو گئی تھی بس اس بار بادل اس کی آنکھوں سے دھواں بھی باہر نکال رہے تھے۔۔دھوئیں ہی دھوئیں کے باوجود جس کا نام و نشان تک نہیں تھا۔

افسانہ ☆خار جیت☆

تحریر:بنت حوا

بعض اوقات ہم خود کو سمجھ نہیں پاتے اور دعوے کرتے ہیں دوسروں کو سمجھنے کے..... میں جو خود کو ہی دریافت نہ کر پایا اسکے باطن کو کیوں کر جان پاتا میں نے اپنے اندر کی آواز نا سنی تو اسکی آواز کو کیسے سن پاتا .بس جو سامنے تھا اسی راستے پر آنکھیں بند کر کے چل پڑا راستے کو شناخت کرنے کی کوشش ہی نہیں کی ......تو کیا آنکھیں بند کر کے چلنے والوں کو ٹھوکر نہیں لگتی !

وہ نٹ کھٹ سی ,جذباتی مگر خوش خلق تھی بے حد خوبصورت نہیں ہاں خوبصورت ضرور تھی بچوں کے ساتھ بچی بن جاتی بوڑھوں کے ساتھ بیٹھی تو لگتا بوڑھی روح آ گئی ہو.

"ماہ جبین کا رزلٹ آ گیا پورے 900 نمبر لیے ہیں" خوشی سے تمتماتا چہرہ لیے پورے گھر میں اعلان کرتی پھر رہی تھی جیسے 900 نمبر ماہ جبین کے نہیں اسکے آ گئے ہوں۔

"نی رے تو کیوں پاگل ہوئی جارہی ہے" دادی نے ٹوک ہی دیا

"تیرے تھوڑی آئے ہیں" خود تو وہ آٹھویں جماعت میں تھی پڑھائی میں بھی اچھی تھی لیکن دادی کو یوں اسکا بیگانے کی شادی میں عبداللہ دیوانہ والا انداز بلکل نا بھایا

"ہائے دادی میری پکی سہیلی ہے میٹرک پاس کر لیا وہ بھی اتنے اچھے نمبروں سے ,خوش بھی نہ ہوں کیا؟ بول کے یہ جا وہ جا.

ساری لڑکیاں ہی پکی سہیلیاں ہیں اسکی" دادی بڑبڑاتی رہی جاتیں

☆☆☆

دادو آپ لوگوں کا اخبار والا بہت دیر سے اخبار دیتا ہے" بات سے بات نکلی تو میں نے بول دیا اور اپنی شامت لے آیا

"یہ ہے نا ہمارے گھر سب کا غم پالنے والی کہاں کچھ چھوڑتی ہے" دادی عاجز بیٹھی تھیں

" کس نے کہہ دیا صبح کی چائے کے ساتھ اخبار نہیں پڑھا تو سارا دن پڑھنے پر بین لگ جائے گا" دادی کی پوتی کی بڑبڑاہٹ اتنی واضح تھی کہ مجھ تک با آسانی پہنچ گئی

"امبر باجی ہیں نا یہ ساتھ ہی انکا گھر ہے انکے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے بچے چھوٹے ہیں آج کل نوکری تلاش کر رہی ہیں اسلئے اس نے اخبار والے سے کہا ہے کہ اخبار انہیں کے گھر دیا کرو" افضل میرے کان میں گھسا تفصیل بتا رہا تھا جبکہ اسکی بڑی بڑی آنکھیں افضل کو گھورے جا رہی تھیں مجھے اسکی یہ حرکت بلکل اچھی نہ لگی بلکہ مجھے تو وہ بھی اچھی نا لگتی تھی ناپسندیدگی کی وجہ بھی وہ خود تھی

بابا نوکری کی وجہ سے شہر منتقل ہو گئے میں شہر میں ہی پلا بڑھا ہم چھٹیوں میں گاؤں جایا کرتے تھے بچپن میں وہ بہت اچھی تھی (میرے ساتھ باقیوں کے ساتھ اب بھی اچھی تھی) کھیلتی بھی تھی تب اسکو دوسروں کی مدد کرنے کا جنوں نہیں چڑھا کرتا تھا

اسی لیے اچھی تھی بڑے ہو کر مدد تو کرتی مگر اس کا اسے غرور بہت تھا. مجھے دیکھتے ہی غائب ہو جاتی ویسے ہی جیسے میں کسی ناپسندیدہ شخصیت کو دیکھتے ہی ہو جایا کرتا تھا چند سال میں گاؤں نہیں جا سکا پڑھائی کی وجہ سے ایف ایس سی کر کے جب میں گیا تو سب ہی مل کر خوش ہوئے سوائے اسکے, سلام جیسی دعا دے کر احسان عظیم کیا اور چلی گئی تب پہلی دفعہ میرے دل میں اسکے لیے ناپسندیدگی ابھری تھی جو بعد میں تنا آور درخت کا روپ دھار گئی.

ہمارے آنے سے ہلچل سی مچ جایا کرتی بس ایک وہ تھی جس کے شب و روز میں کوئی فرق نا آتا دادا ابو اور چاچو کی وہ لاڈلی تھی اسی وجہ سے اسے کھلی چھوٹ تھی جو چاہے کرتی پھرے حلانکہ دادو اسے خوب لتاڑتیں مگر اسکے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ اسکے کارناموں کی بھنک وقتا فوقتا کانوں میں پڑتی رہتی مگر اسکے یہ کارنامے مجھ پر اثر انداز نہیں ہوتے تھے جو پہلے ہی کسی کے زیر اثر ہوں ان پر بھلا کہاں کچھ اثر کرتا ہے اور اب جب وہ افضل کو گھورے جا رہی تھی, تو میری ناپسندیدگی میں مزید اضافہ ہو گیا جب وہ اپنے بھائی کو مجھ سے باتیں کرتے نہیں دیکھ سکتی تو مجھے بھی کوئی شوق نہیں اس کی آوٹ پٹانگ حرکتیں سننے کا میں نے افضل کی باتوں پر توجہ ہی نہ دی اور بس اس دن کے بعد سے اس پر بھی توجہ دینی چھوٹ دی۔

کچھ میں حسن کا پجاری تھا اور فاریہ بھی کسی سے کم نہیں تھی پھر دادی کی پوتی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا ماما بھی اسے کچھ خاص پسند نہیں کرتیں تھیں اسلئے میرے انکار پر بابا زیادہ دیر ڈٹے نا رہ سکے اور میری جگہ اپنے قریبی دوست کے بیٹے سے بات پکی کر آئے بابا کے فیصلے سے مجھے دھچکا ضرور لگا مگر پھر یہ سوچ سکون آور تھی کہ مزا آئے گا جب مل بیٹھے گیں دو مغرور لوگ میری شادی ہو گئی فاریہ, ماما کی بھانجی سے وہی جسکے زیر اثر ہم اتنے سال سے تھے زندگی اچھی گزر رہی تھی مگر پھر اسکی شادی بھی آ گئی شادی والے روز جب نکاح کے بعد فوٹو سیشن شروع تھا ہم اسٹیج پر آئے تو مسکراتے ہوئے اس نے مجھے سلام کیا اور مجھے پہلی دفعہ حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔

کیونکہ مجھے دیکھتے ہی اسکی آنکھوں میں کوئی رنگ کوئی جذبہ نہیں ابھرا وہ جو مجھے دیکھتے ہی اسکی آنکھوں کی زینت بن جایا کرتا تھا غصہ, نفرت, بے چینی, شکوہ اور نجانے کیا کیا کچھ بھی تو نہیں تھا اسکی آنکھوں میں حیرت کی بات ہے نا جو کچھ میرے لیے اسکی آنکھوں میں ہوتا تھا وہ مجھے آج دکھ رہا تھا اس سے پہلے اس کی آنکھوں میں صرف نفرت ہی دکھی تھی مجھے اب جب وہ آنکھیں میرے لیے ہر احساس سے عاری تھیں تو نا جانے مجھے وہ محبت بھی کیوں دکھ گئی جو میرے دل کے نہاں خانوں میں کنڈلی ڈالے بیٹھی تھی احساس زیاں شدید تھا اپنے ہاتھوں سے اپنی چیز کھو دینے کا صرف غم ہی منایا جا سکتا ہے۔

میری شادی پر وہ خاموش تھی دادی کی پوتی دادی کے سامنے بھی خاموش تھی جس پر میں نے دھیان نہیں دیا تھا کیونکہ میں اپنے حال میں مست تھا۔

مووی میکر مووی بنا رہا تھا اسٹیج سے نیچے اتر کر بھی میری نظریں ان دونوں کا طواف کر رہیں تھیں احمر جو ہمارے سرکل میں گھمنڈی اور مغرور مشہور تھا کبھی مسکراتے تک کسی نے نہیں دیکھا تھا آج اسکے چہرے سے مسکراہٹ جدا ہی نہیں ہو رہی تھی دادی کی پوتی کانچ کی گڑیا بنی سرشار سی بیٹھی تھی۔

" کبھی تو ایک پل ہی کافی ہوتا ہے کسی کو اپنا بنانے کے لیے اور کبھی صدیاں بھی کم پڑ جاتی ہیں" سالوں پہلے نیلم (چچازاد) کی کسی بات پر اسکا کہا جملہ اس وقت میرے کانوں میں گونج رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

افسانہ ☆ میری چاہت ☆

تحریر۔ ماریہ اشرف چوہدری۔

ہوا میں ہلکی ہلکی خنکی کا احساس گھل رہا تھا، تھکے ہارے پرندے واپس اپنے آشیانوں کی رواں تھے، نیلگوں آسمان کی رنگت بھی مدہم پڑتی جا رہی تھی ہر چیز کو سنہری بناتی سورج کی الوداعی کرنیں ماحول میں الگ سا سحر جگا رہی تھیں۔ اسے ہمیشہ سے ایسا منظر بہت متاثر کرتا تھا اس وقت بھی وہ آسمان پر نظریں جمائے کہیں کھوئی ہوئی تھی جب ناہید اسے آواز دیتی ہوئیں چھت پر آئیں۔۔

صبا۔۔انہوں نے اسے پکارا تھا مگر اسنے کوئی جواب نہ دیا اور نہ ہی آسمان پر جمی اپنی نظریں ہٹائی تھیں۔۔وہ کچھ دیر اسکے جواب کی منتظر کھڑی اسے دیکھتیں رہیں اور پھر بولنا شروع کیا

کل تمہارے ماموں آرہے ہیں اپنی فیملی کے ساتھ تمہیں زین کے نام کی انگوٹھی پہنانے۔۔۔اسکے بتانے پر وہ انکی طرف پلٹی تھی، امی میں آپکو بتا چکی ہوں میں زین سے شادی نہیں کروں گی۔۔

میں تمہیں بتانے آئی ہوں تمہاری رائے لینے نہیں آئی ویسے بھی ہم اس پر پہلے بہت بحث کر چکے ہیں، اب میں فیصلہ کر چکی ہوں۔ انکا انداز حتمی تھا

تو پھر سن لیں امی! میں شادی کروں گی تو صرف اسد سے اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔۔اسنے کہا اور غصے سے پاؤں پٹختی وہاں سے چلی گئی

ارے کہاں بھاگی جارہی ہو؟۔وہ تیزی سے سیڑھیاں اتر رہی تھی جب اسد نے اسے آواز دی۔۔

۔کہیں نہیں۔۔وہ مسکرائی تھی۔۔اسد کو دیکھتے ہی اس کے لبوں پر مسکراہٹ آجاتی تھی وہ سارا غصہ اسے دیکھتے ہی بھول جاتی حیا کے رنگ اس کے چہرے پر سج جاتے۔اسکا دل اسد کے لیے محبت کے جذبوں سے سرشار تھا اور اسد اسکے جذبات سے بخوبی واقف تھا۔۔

کہیں جانا بھی مت اور نہ ہی میں تمہیں کہیں جانے دوں گا۔۔اسد کے لہجے میں شرارت در آئی تو اسکی مسکان کچھ اور گہری ہوگئی

اچھا احمد سے کہہ کے چائے بھجوادو میرے کمرے میں میرے دوست آئے ہوئے ہیں۔۔۔اسد نے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلاتی کچن کی طرف چلی گئی

اسنے احمد کے ساتھ ملکر چائے تیار کی اور ٹرالی میں چائے کے ساتھ دیگر لوازمات سجائے اور احمد کو ہدایت کرتی اپنے کمرے کی طرف چلی آئی ابھی اس نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا ہی تھا کہ اسد کے کمرے سے آتی آواز نے اسکے قدم روک لیے تو تو آج حرا کو پرپوز کرنے والا ہے اور صبا کا کیا۔۔۔؟

یہ اسد کے کسی دوست کی آواز تھی۔۔

یار تجھے تو پتہ ہے میں نے صبا کا اعتماد امی کے کہنے پر جیتا تھا اسلیے کہ وہ انکل کی ساری پراپرٹی کی اکلوتی وارث ہے مگر جب امی کو پتہ چلے گا کہ حرا کا صرف بینک بیلنس صبا کی پوری پراپرٹی جتنا ہے تو وہ خود ہی اپنے موقف سے ہٹ جائیں گی۔۔

اسد کے اس انکشاف پر وہ بری طرح لڑکھڑائی تھی اسنے گرل کو مضبوطی سے تھاما آنسو پلکوں کا بندھ توڑ کر گالوں پر پھسلنے لگے مگر یار یہ تو صبا کے ساتھ زیادتی ہے۔۔اسکے دوست نے اسے احساس دلانا چاہا تھا

تجھے بڑی ہمدردی ہو رہی ہے صبا سے۔۔۔اسد نے اسے گھورا۔۔پھر بھی یار۔

کوئی بات نہیں میں دھوکا دے رہا ہوں تو تیری ہمدردی تو حاضر رہے گی نا! اسد خباثت سے آنکھ مارتے ہوئے کہا اور دونوں کا مشترکہ قہقہہ بلند ہوا۔

صبا پر تو جیسے پہاڑ ٹوٹ پڑا وہ گرل کا سہارا لیتے ہوئے ٹوٹے قدموں سے اپنے کمرے میں آئی اور اندر داخل ہوتے ہی دروازہ بند کیا ۔۔زمین پر بیٹھتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کے رودی انکے قہقہوں کی آواز اسکے کانوں میں گونج رہی تھی ذلت کا احساس اسکی جان لے رہا تھا۔

اذان کی آواز پر اسنے گھٹنوں پر رکھا سر اٹھایا، اسکی آنکھوں کی سرخی بتا رہی تھی وہ تمام رات دل کے ٹوٹنے پر نوحہ کناں رہی ہیں ۔۔گھڑی نے کب سات سے تین تک کے ہندسے عبور کیے اسے خبر نہ تھی اس وقت میں نجانے کتنی بار اسکی ماں نے دروازہ کھٹکھٹایا تھا اسے اس کا علم نہ تھا لا الہ الا اللہ۔۔موذن نے اذان ختم کی تو وہ اپنے بکھرے وجود کو سمیٹتی ہوئی نماز کے لیے اٹھ گئی۔دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہی وہ پھر سے سسک اٹھی۔

کیوں۔۔میرے اللہ کیوں۔۔اسنے ایسا کیوں کیا میرے ساتھ۔۔میرے دل کے ساتھ ،میرے جذبات کے ساتھ۔۔وہ دھیرے دھیرے رب کو اپنا درد سنانے لگی اسے لگا وہ اسکے بہت قریب بیٹھا اسکی بات سن رہا ہے اسکے درد کو سمجھ رہا ہے۔۔انسان جب اپنی ہی خطاؤں اور کوتاہیوں کے سبب پستی میں جا گرتا ہے خود کو تباہ و برباد کر لیتا ہے تب وہ رب ہی ہے جو اسے اپنی رحمت سے سنبھال لیتا ہے اسے جوڑتا ہے پھر سے زندگی کے راستے پر ڈالتا ہے کیونکہ وہ رب ہے پالنے والا ،محبت کرنے والا مہربان رب۔۔۔

وہ گرے کلر کے کامدار سوٹ میں میچنگ جیولری پہنے، ہلکے میک اپ کے ساتھ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔۔وہ اپنا درد سچے ہمدرد کو سنا کر بہت پر سکون تھی۔۔اسنے ایک نظر اپنے سراپے کو آئینے میں دیکھا اور طمانیت سے مسکرادی

جی امی آئی۔۔۔ناہید کے بلانے پر وہ کمرے سے نکلی

صبا رکو۔۔اسد نے اسکا راستہ روکا۔۔

یہ تم کیا کرنے جا رہی ہو؟۔۔اسنے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔۔اسد کو حرا کی طرف سے انکار کا سامنا کرنا پڑا تھا جس کی وجہ سے وہ دوبارہ سے صبا کی طرف لوٹ آیا تھا لیکن بعض دفعہ انسان کو ایسے خسارے بھی ملتے ہیں جن کی تلافی ممکن نہیں ہوتی

آج میری منگنی ہے اسد آپکو کسی نے نہیں بتایا۔۔اسنے چوڑیوں سے کھیلتے ہوئے اس سے سوال کیا

تم ایسا کیسے کر سکتی ہو؟تم تو مجھ سے محبت کرتی تھیں اسد کو یقین نہیں آرہا تھا۔۔

جی میں آپ سے محبت کرتی تھی اور آپ حرا سے ۔۔اسنے جتاتی نظروں سے اسد کو دیکھا تھا
نہیں تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے میں صرف تم سے محبت کرتا ہوں اسد نے اسکا ہاتھ تھامنا چاہا ،مگر وہ پیچھے ہٹتے ہوئے بولی نہیں اسد اب نہیں ۔۔میں آپکی اصلیت جان چکی ہوں ۔آپکو میں نہیں حرا چاہیے ۔۔محبت نہیں دولت چاہیے۔اسکی آنکھوں میں نمی اتری ۔۔
تم ایسا نہیں کر سکتی صبا۔۔تم تو مجھے چاہتی تھیں اور ۔۔۔
میری چاہت محبت نہیں عزت ہے جو آپ مجھے نہیں دے سکتے ۔۔میں آپکی کزن ہوں اسد آپکی آپکے خاندان کی عزت لیکن اپنے اس بات کی بلکل بھی پرواہ نہ کی آپکو اپنے دوستوں کے سامنے مجھے ذلیل کرتے ہوئے ذرا بھی شرم نہیں آئی ؟؟اسنے تاسف سے اسے دیکھا تھا
میں عورت ہوں اسد محبت کے بغیر تو زندہ رہ سکتی لیکن عزت کے بنا نہیں ۔۔اسکے مضبوط لہجے نے اسد کو ندامت سے سر جھکانے پر مجبور کر دیا تھا وہ ناکام ہو چکا تھا رشتوں کی دولت سنبھالنے میں محبت کی جاگیر بچانے میں ۔۔۔اسنے ایک ترس کھاتی نگاہ اس پر ڈالی اور ڈرائنگ روم کی جانب قدم بڑھا دیئے جہاں زین کے ساتھ سے جڑی محبت ،عزت اور خوشیاں اسکی منتظر تھیں ۔۔

(ختم شد)

☆……☆……☆

افسانہ ☆ کاچھو بلوچنی ☆

تحریر: محمد ساجد

وہ آپس میں بحث کرر ہے تھے۔ان کی گفتگو عجیب وغریب تھی ایک نوجوان کہہ رہا تھا یار، کاچھے کی نسبت سے کاچھو ہے۔کیونکہ ایسے لوگوں کے کوئی تھوڑا ہی ہوتے ہیں۔

دوسرا نوجوان مخاطب ہوا ارے اس کو کیا پتا، وہ بلوچوں کی لڑکی ہے اور بلوچنی کہلانے میں فخر محسوس کرتی ہے۔یوں ان دونوں کے درمیان ہوتی رہی، مجھے نہیں معلوم۔میں نے اپنے دونوں دوستوں کی باتیں سنیں، ڈھابے سے چائے کا ایک کپ پیا اور وہاں سے چل دیا۔

دراصل بات یہ تھی کہ نہ وہ کوئی کاچھو تھی اور نہ ہی کوئی بلوچنی، بلکہ وہ خانہ بدوشوں کی لڑکی تھی۔ان کے پاس اونٹ تھے۔وہ اپنے ساز وسامان کے ساتھ اونٹوں پر سفر کرتے تھے۔دوران سفر سڑک کے کنارے جس جگہ ان کو صاف زمین اور پانی نظر آتا وہ اونٹوں سے اپنا سامان اتارتے اور پڑاؤ ڈال لیتے۔

خانہ بدوش لوگوں کا بھی اپنا کلچر ہوتا ہے۔یہ لوگ صدیوں سے ایسے جی رہے ہیں۔ان کا کام تو فقط چلتے رہنا ہے۔موت بھی ان شکست نہیں دے سکتی، ان کوئی قبرستان نہیں ہوتا۔جہاں کا کوئی مرا، وہیں اس کو ویران جگہ پر دفن کر دیا۔ان کا حاصل زندگی سفر ہے۔اونٹ ان کا ہم سفر ہے۔اونٹنی کا دودھ ان کی مرغوب غذا ہے۔بے سر وسامانی میں بھی میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس خوبصورت نقش ونگار کی مالک خانہ بدوش عورتیں سجنے سنورنے میں بھی خوب ہیں۔

کاچھو بلوچنی کی سج دھج سب سے نرالی تھی، گھنگریالے بال، کشادہ پیشانی، غازہ لگی رخسار کی سرخی، بھوری آنکھیں، چھوٹے چھوٹے ہونٹ، جن پر پنک کلر کی لپ اسٹک، لمبی قمیض اور گھیر دار شلوار، پاؤں میں کھیڑی۔

جب کاچھو بلوچنی دودھ والا ڈول لے کر بازار سے گزرتی تو دیکھنے والے دیکھتے رہ جاتے بوٹا سا قد زلفوں کو جھٹکتا تو عاشق لوگوں اسیر کر لیتا۔

خانہ بدوشوں کی یہ چاندنی کیا گل کھلا رہی تھی، کوئی بھی نہ جانتا تھا۔خانہ بدوش بھی یہاں آ کر رک گئے تھے جیسے کچھ چیزیں ایک خاص مقام پر آ کر رک جاتی ہیں، ایسے ہی ان کا مرکز لاہور کا یہ عام سا قصبہ بن گیا تھا۔

کاچھو بلوچنی کا کام عشق کا روگ دینا تھا۔عشق کے رنگ کا پتا اس کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔وہ پتا اس ادا سے پھینکتی کہ عشق روگ کا رنگ خوب چڑھتا۔علاقے کے اردگرد خانہ بدوشوں کی شہرت عام ہونے لگی۔دودھ کے خریدار چاہتے ہوئے بھی جسم کے بیوپار تک نہ پہنچ سکے، جو کامیاب ہوئے وہ خوش نصیب ٹھہرے مگر کاچھو بلوچنی نے لوگوں کو عشق روگ دینا نہ چھوڑا۔میں بھی تماشا گر بن کر سب دیکھتا

اور محظوظ ہوتا۔ایک لکھاری کے لیے بھلا اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا تھا۔ مجھے اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور کا شاعر الفت عباس الفتیاد آتا، اس نے کیا خوب شعر کہا تھا!

ہم خانہ بدوشوں کا الفت
کوئی مستقل ٹھکانہ نہیں ہوتا

مگر وہ تو اس بستی آ کر ٹھہر گئے تھے، ان کی زندگی جو کہ سفر سے عبارت تھی، ایک موڑ پر آ کر رک گئی تھی۔ایک کا چھو بلو چنی بن سنور کر بازار سے گزری، آج اس نے کسی کو بھی آنکھ بھر نہیں دیکھا، بس پاؤں کی پائل اور کانوں کے بن گوش نے شور مچایا سب کی نگاہیں اس کا تعاقب کرنے لگیں۔وہ سڑک کے کنارے رکی، دھیرے سے پیچھے دیکھا اور مسکرا کر پھر چلنے لگی۔اچانک سامنے سے ایک کار آ کر رکی، اس کا دروازہ کھلا، کا چھو بلو چنی اس میں بیٹھ گئی۔کار تیزی سے ہوا ہو گئی۔سارے لوگ یہ تماشا دیکھ کر حیران رہ گئے۔پھر کبھی اس کا پتا نہ چل سکا۔خانہ بدوشوں نے بھی اپنا ساز و سامان سمیٹا اور چل دیے۔اب یار لوگ بھول کر بھی کا چھو بلو چنی کا نام نہیں لیتے کہ اگر خواب ٹوٹ جائے تو ندامت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

افسانہ ☆ بدلتے موسم ☆

تحریر: آمنہ نثار (اسلام آباد)
ایم ایس اردو: (بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد)

خزاں کا موسم گرتے ہوئے پتے۔۔۔۔کیا خوش کن سماں تھا۔۔۔کہ اچانک ہوا کے سرد جھونکے نے ماضی کی تلخ حقیقتوں کو روبرو کر دیا۔۔۔ذہن ماضی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھٹکنے لگا۔۔خیال کے ایک پردے سے دوسرا پردہ عیاں ہونے لگا۔۔۔اور۔۔۔میں خیالوں ہی خیالوں میں اس جہاں سے دور کسی سنسان صحرا میں تپتی دھوپ میں ننگے پاؤں سفر کرتے کرتے تھک کر پلٹ آئی۔نہ۔۔۔صحرا تھا۔۔نہ میں کسی سنسان وادی کا حصہ۔۔۔بلکہ۔۔۔۔روشنیوں اور اجالوں میں بیتے دنوں کی یادیں سینے میں بسائے ہوئے۔۔۔خزاں کے موسم میں گرتے پتوں کے ساتھ اپنی سوچوں اور خیالوں میں محو۔۔۔۔

آج موسم بہت حسین ہے۔۔۔ہر طرف بہار کی آمد۔۔۔رنگ برنگے پھول۔۔۔چہچہاتے ہوئے پرندے کسی اور ہی دنیا کا نظارہ پیش کر رہے تھے۔۔۔۔۔بہت خوبصورت اور دلکش منظر۔۔۔۔سحر باضد ہو کر والدین کے ساتھ کشمیر سیر کے لیے گئی تھی۔۔۔کشمیر کے حسین مناظر فطرت اور دلکش سرسبز شادابی نے سب کو اپنا گرویدہ بنالیا۔۔۔۔اونچے پہاڑ۔۔۔لمبے درخت جیسے آسمان سے باتیں کر رہے ہوں۔۔اور۔۔۔سُریلے گیت گا رہے ہوں۔۔۔

بابا آپ نے وعدہ کیا تھا ہم اس خوبصورت وادی میں اپنا چھوٹا سا گھر بنائیں گے۔۔۔ بابا گھر کب بنائیں گے۔۔؟؟؟

اماں آپ بابا سے کہیں نہ۔۔سحر بیٹا گھر جلد ہی بنائیں گے اور گرمیوں کی چھٹیاں ادھر ہی گزارا کریں گے۔۔یہ سنتے ہی سحر کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔۔۔سچ بابا۔۔۔میرے بابا دنیا کے سب سے اچھے بابا ہیں

باتوں کا سلسلہ جاری تھا کہ۔۔۔۔۔اچانک گاڑی سامنے سے آتے ہوئے ٹرک سے ٹکرائی جو اینٹوں سے لدا ہوا تھا۔۔۔۔اور پھر۔۔۔فضا میں چیخوں کی گونج۔۔۔

جب اگلی صبح سحر نے ہسپتال میں آنکھ کھولی تو بدلتے موسم کے ساتھ ساتھ اس کی زندگی بھی بدل چکی تھی۔۔۔سر پر شفقت بھرا ہاتھ۔۔۔۔اور۔۔۔ماں کی ممتا۔۔۔اس کی محبت بھری گود نہیں تھی۔۔۔وہ حسین وادی اس کی لیے اتنی بے رحم ثابت ہوگی۔۔۔سب کچھ چھین کر اسے زندہ لاش بنا دے گی۔۔۔کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔۔۔اور۔۔۔پھر جینا مشکل نہیں ناممکن سا لگنے لگا۔۔۔بابا آپ نے تو ابھی گھر بنانا تھا۔۔بابا مجھے گھر نہیں چاہیے۔۔۔۔مجھے صرف آپ کے ساتھ رہنا ہے۔۔آپ کے ساتھ۔۔بابا میں کوئی ضد نہیں کروں گی مجھے کچھ نہیں چاہیے۔۔اماں بابا واپس آجائیں نہ۔۔۔سحر چھوٹے بچے کی طرح بلک بلک کر رو رہی تھی۔۔۔

کچھ دن اپنوں نے اپنائیت اور محبت کا احساس دلایا۔۔۔۔اور۔۔۔پھر۔۔۔سب روزمرہ زندگی کے ہنگاموں میں مشغول ہو

گئے۔۔۔۔

نہ اپنوں کی اپنائیت رہی۔۔۔۔۔۔نہ محبت۔۔۔۔نہ چاہت۔۔۔۔۔ ہر رشتہ ہر احساس بے نام سا ہو گیا۔۔۔۔۔۔اور پھر آہستہ آہستہ رشتوں پر سے اعتبار اٹھتا گیا۔۔۔۔۔چہروں پر جمی دھول میں بھی اصل صورت شفاف آئینے کی مانند نظر آنے لگی۔۔۔۔پھر نہ سانس رکی۔۔۔۔۔نہ آخری ہچکی۔۔۔بس موت ہوئی۔۔۔۔۔جس کا کسی نے نہ جنازہ پڑھا۔۔۔۔۔۔نہ میت کو دیکھا۔۔۔نہ فاتحہ خوانی ہوئی۔۔۔۔بس دفنا دیا گیا۔۔۔۔زندگی کے ایک رخ کو بہت گہری قبر میں دفنا دیا گیا۔

زندگی کا یہ نیا رخ ایسا نا قابل برداشت اور اذیت ناک ہے جس نے صرف ماں باپ نہیں چھینے بلکہ ہر رشتے کو چھین لیا۔۔۔۔۔پاس ہوتے ہوئے بھی بہت دور کر دیا۔۔۔۔۔۔

اپنوں کے بدلتے رویے۔۔۔۔اور۔۔۔ان کی اصلیت عیاں ہو گئی۔۔۔۔

اب بدلتے موسم باعث مسرت نہیں ہوتے۔۔۔۔کیوں کے۔۔۔۔اب کوئی بھی موسم اثر انداز نہیں ہوتا۔۔۔روح میں بسی تاریکیوں کو اجالوں میں نہیں بدلتا۔۔۔۔۔اور نہ ہی زندگی کی تلخ حقیقتوں میں محبت کا احساس دلاتا ہے۔۔۔۔۔

آج تمام رشتے داروں کے دلو میں سحر کے لیے محبت جاگ اٹھی۔۔۔۔زندگی کی محرومیوں اور تلخیوں کا احساس ہو رہا تھا۔۔۔اس کا ذکر بہت محبت اور خلوص سے ہو رہا ہے تھے۔۔۔۔ہر آنکھ اس کے لیے اشک بہار تھی۔۔۔۔۔

کیوں کے سحر بے ثبات دینا سے منہ موڑ چکی تھی۔

(ختم شدہ)

☆ "مت پوچھ کہ کیا کچھ چھوڑا ہے" ☆

تحریر: ام نسیبہ

" کیا کرلیا تم نے؟ کونسی قربانیاں دیں تم نے میرے لیے؟ احسان تو میرا مانو کہ عیش کررہی ہو یہاں ... ایسی خوشحال زندگی کا تصور کبھی خواب میں بھی کیا تھا تم نے."..

الفاظ تھے یا نشتر چھلنی ہی کرگئے .. تحقیر, تضحیک کیا نہیں تھا لہجے میں ... اسکے اندر کچھ ٹوٹا تھا شائد ... مان ہوگا ... دل تو روز ہی کرچی ہوتا ہے .. اور وہ پورا دن ان کرچیوں کو سمیٹتی سمیٹتی لہولہان ہوجاتی ہے .. ہاں وہ واقعی ایک عبث شے ہی تو ہے جسے اپنایا جا سکتا ہے نہ ہی چھوڑا ... مانا کے وہ صرف اپنی ساس کی پسند تھی اور احمد کے بعد سے تو ساس اس کو اور چاہنے لگی تھیں .. یہی وجہ تھی کہ اس کے ہمسفر کے لیئے اس کا ساتھ ایک مجبوری تھا .. پلکوں پہ اٹکا ہوا اشک گال پہ بہہ گیا تھا ..

==============================

* کچے صحن میں پانی کے چھڑکاؤ کے بعد مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو آتی تھی .. اور وہ آم کا درخت .. جو گرمیوں کے آغاز سے ہی ہری ہری کیریوں سے بھر جاتا تھا .. اور وہ دن کا اکثر حصہ اماں کی نظروں سے چھپ کے درخت پہ ٹنگی رہتی ... اسی آم کے درخت پہ ابو نے اسکے لیے جھولا باندھا تھا ... روز شام کو اس کی سہیلیاں جھولا جھولنے اس کے گھر آتیں اور ساتھ ساتھ کیریوں پہ چاٹ مصالحہ کا چھڑکاؤ کرتے اور چٹخارے لے لے کے سب کھاتیں. اس سے فارغ ہوتیں تو 'لال پری آنا چپکے چپکے آنا' کھیلا جاتا ...... اور ہاں .. آئے دن گڑیا کی شادیاں کرنا .. اور اس میں خوب جھگڑنا, اکثر ایسا ہوتا کہ بارات دلہن کے بغیر ہی واپس چلی جاتی ... اسکی فرمائشیں پوری کرنے والے اس کے ابو جی .. آہ ...... روزانہ کی بنیاد پہ فرمائشیں ہوتیں جنھیں اماں سے نظر بچا کے ابو جی کے گوش گزار کرنا ہوتا .. گرم گرم سمو سے اسکی کمزوری تھے جس کے ساتھ دہی اور پودینے کی ہری چٹنی لانے کو تاکید اکہا جاتا .. اور وہ گول گپے کے ساتھ املی کا پانی جس سے اماں کو سخت چڑ تھی .. ٹھیلے والے کی وہ مزیدار چاٹ لانے کی ضد جس کے ساتھ پاپڑی لانا بھی فرض تھا ... گرمیوں میں کھوئے والی قلفی, فالسے, گولا گنڈا ...... اور سردیوں میں مونگ پھلیاں, سوہن حلوہ, چھلیاں, شکرقندی ... ابو جی تو تھے جو اسکی معصوم خواہشات کو پورا کرتے .. ذرا بڑی ہوئی تو نت نئی تراکیب سے پکانے کا شوق ہوا. پہلی بار نوڈلز بنانا تو اماں نے برا سا منہ بنا کے دیکھا اور کہا 'یہ بے مزہ نمکین سویاں تو خود کھا' اور وہ نمکین سویاں سن کے کتنی دیر ہنستی رہی تھی ... دادی جان سے کہانیاں سنے بغیر تو اسے نیند ہی نہ آتی. یہ کہانیوں کا سلسلہ اسکے بچپن سے چلا آرہا تھا. روز رات کو دادی جان کے پیر دباتے ہوئے ان سے کوئی کہانی یا پرانا قصہ سننا جو دادی جان اتنی بار سنا چکی تھیں کہ اسے ازبر ہو چکے تھے، پتہ ہے ... !!!!ایک بار اس نے دادی سے پوچھا تھا 'دادی آپکو دادا جان اچھے لگتے تھے؟ تو دادی جان نے شرم سے اوڑھنی میں منہ چھپا لیا تھا,

پھر تھوڑا سا جھکیں تو وہ بھی فرط محبت سے جھک گئی کہ کیا خوب سوال کیا کہ دادی جان کو اس پہ پیار آ گیا .. مگر یہ کیا ... دادی تو جوتی اٹھانے کو جھکی تھیں اور وہ سر پہ پیر رکھ کے بھاگی .. پیچھے سے دادی جان کی آوازیں آتی رہیں جو اس میں شرم وحیا کے مفقود ہونے اور اسکے دیدوں کا پانی سوکھنے کے متعلق تھیں .. صحن کے ایک طرف بنی اسکی چھوٹی سی کیاری تھی .. جس میں نیا پھول دیکھ کے وہ چھوٹی سی بچی کی طرح خوش ہوتی اور گھر کے ہر فرد کو بلا بلا کر دکھاتی .. پورا دن اس کا صحن رات کی رانی اور موتیا کے پھولوں کی مسحور کن خوشبو سے معطر رہتا .. شام ہوتے ہی ابو جی کے آنے کا زور وشور سے انتظار ہوتا ... اور پھر ان کے آتے ہی دونوں بھائیوں کی دن بھر کی شکایتوں کی پٹاری ان کے سامنے کھول کے بیٹھ جاتی اور یہ گلا بھی اکثر کرتی کہ اماں کو تو اپنے بیٹے ہی پیارے ہیں .ابو جی مسکرا کر اس کی شکایتیں سنتے اور بھائیوں کو تنبیہ کرتے اور وہ چپکے سے انہیں منہ چڑا کے فتح کا جشن مناتی .

امتیازی نمبروں سے میٹرک پاس کرنے کے بعد اسے شہر میں واقع کالج میں داخلے کی خواہش جاگی .اماں کا انکار اور اسکی بھوک ہڑتال اور پورا دن منہ پھلا کے احتجاج ... پر اس کے ابو جی کہاں اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ سکتے تھے .لہذا حامی بھر لی گئی .پھر اماں کتنے دنوں ابا کو اسے سر چڑھانے کا طعنہ دیتی رہیں .

رنگ برنگی چوڑیاں اور ہاتھوں میں کھلتے ہو؟ لال رنگ کی مہندی میں تو اس کی جان اٹکی ہوتی .عام دنوں میں تو اماں پہننے نہ دیتیں مگر عید پہ وہ دل کے سارے ارمان نکالتی خوب بھر بھر کے دونوں ہاتھوں میں چوڑیاں اور مہندی ہوتی .چاندرات کو کتنی ہی بار عید کا جوڑا خود سے لگا لگا کے دیکھتی .

خوبصورت دن ہوا کرتے تھے جب زندگی اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ اس پر مہربان تھی ،پھر جن دنوں اسے انٹر کے رزلٹ کا انتظار تھا انہیں دنوں اماں کے دور کے رشتہ داروں میں سے اس کے لی؟ مناسب سا رشتہ آ گیا .جسے خاندان کے بڑوں کے مشورے سے قبول کر لیا گیا .اس رات وہ چپکے چپکے کتنا روئی تھی۔اماں ،ابو اور بھائیوں کے بنا تو اس کو جینا محال لگتا تھا۔ابو جی نے اسکی رائے کو ضروری سمجھا اور اس نے والدین کی مرضی پہ سر جھکا دیا .اسی دن سے اماں کا مزاج ذرا سخت ہو گیا اس کے اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے ہر بات پہ اعتراضات ہونے لگے ,معمولی سی غلطی پر ڈانٹ پڑ جاتی .پہلے پہل تو اسے اماں کے اس رویے کی سمجھ نہ آئی۔مگر جب اس نے کئی بار اماں کو چپکے چپکے روتے دیکھا, اسکی شادی کے ذکر پہ ابا کے سامنے اماں کی برستی آنکھیں اور اس کے لیئے خریدے گئے گوٹا کناری والے کپڑوں کو دیکھ کر اماں کی نم آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کی تو اسے اندازہ ہوا کہ اس کی جدائی کے خیال سے اماں کا دل پریشان ہے۔اماں اس کے نصیب سے ڈرتی تھیں .ہر بیٹی کی ماں ہی ڈرتی ہے۔اماں کا ڈر بھی بجا تھا۔

جیسے جیسے اس کے رخصت ہونے کے دن قریب آ رہے تھے ابو جی اور دونوں چھوٹے بھائیوں کے چہروں سے اداسی عیاں ہوتی جا رہی تھی .رخصتی کا دن بھی آن پہنچا .وقت رخصت وہ اماں ابا سے لپٹ کے کتنا روئی تھی اور ابو جی نے اس کے کان میں دھیرے سے کہا تھا کہ "میری بیٹی تو میرا غرور ہے میرا مان ہے" پھر وہ والدین کی دعاؤں کے سائے تلے معصوم آنکھوں میں خوبصورت خواب سجائے پیا دیس سدھار گئی تھی . آنگن کی چڑیا اڑ گئی تھی .

===========================

منے کی رونے کی آواز پر اس کی بے ربط یادوں کا تسلسل ٹوٹا. نہ جانے کب سے آنسو اس کا دامن بھگو رہے تھے. اس نے آنسو صاف کیئے اور ننھے احمد کو گود میں اٹھالیا. اسے اب ابو جی کے مان کی ہی لاج رکھنی تھی.. ہاں وہ اچھے وقت کی منتظر تھی.

ہمارے معاشرے میں ایسی لاتعداد بیٹیوں کی مثالیں بکھری ہوئی ہیں جو اپنے ماں باپ کا غرور ہیں اور ان کے مان کو ٹوٹنے سے بچانے کی ہر ممکن کوشش میں ہیں. ماں باپ اپنے جگر کے ٹکڑے کو خود سے کیسے جدا کرتے ہیں یہ لفظوں کی صورت بتانا مشکل ہے اور وہ ایک شخص کی خاطر اپنی جنت اپنا سب کچھ چھوڑ کے آجاتی ہیں اس امید پر کہ ان کی قدر کی جائے گی. خدارا ان نازک آبگینوں کی قدر کیجیے کہ یہ بھی دل رکھتی ہیں۔

مڑتی ہوئی گلیاں چھوڑی ہیں

کھلتی ہوئی کلیاں چھوڑی ہیں

جھولے کی وہ سکھیاں چھوڑی ہیں

ہر طاق پہ گڑیا چھوڑی ہے

جب تجھ سے ناطہ جوڑا ہے

مت پوچھ کہ کیا کچھ چھوڑا ہے......

☆......☆......☆

☆ اردو کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے ☆

تحریر: عمارہ ملک۔

آج کل کے ذہین وفطین اور جدید دور کے طلبا جب اردو اشعار کی تشریح کرتے ہیں تو دل کرتا ہے زیادہ نہیں تو کم از کم ایک بار سر دیوار پہ ضرور ماریں۔

ملاحضہ فرمائیں۔

شعر: 1

بھری دنیا میں جی نہیں لگتا
جانے کس چیز کی کمی ہے ابھی

تشریح:

اس شعر میں شاعر کو بور فیلنگ آرہی ہے شاعر بے دلی سے کہہ رہے ہیں کہ نہ فیس بک میں مزہ ہے نہ انسٹا گرام میں اب تو ٹیوٹر میں بھی دل نہیں لگتا۔ پتا نہیں کس چیز کی کمی ہے حالانکہ اب تو صراحہ بھی آ گیا ہے شاعر نالائقی کا اعتراف کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ میں تو اس کمی کو گوگل بھی نہیں کر سکا تا حال اس کمی کا کوئی حل نہیں ملا ہے جسکی وجہ شاعر کو سنیپ چیٹ پہ بھی سکون نہیں ملتا۔ شاعر کہہ رہے ہیں مجھے سکون نہیں ملتا کہیں بھی نہیں واٹس ایپ پہ بھی نہیں میں نے بہت سوچا ہے مجھے سمجھ نہیں آتی میرے موبائل میں کس ایپ کی کمی ہے۔

شعر نمبر: 2

مانا کہ تیرے لطف وکرم میں کمی نہیں
آسان اس قدر تو تیری دوستی نہیں

تشریح:

شاعر فراق گورگپوری اس شعر میں ان لوگوں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جو ہر پوسٹ میں دوسروں کو ٹیگ کرتے ہیں۔ شاعر فراق کہہ رہے ہیں کہ ویسے تو میرے فرینڈ لسٹ کے لوگو تم لوگ بھی میری ہر پوسٹ پر لائک اور کمنٹ کرتے ہو لیکن اپنی ہر پوسٹ پر مجھے ٹیگ کرتے ہو گروپس میں ایڈ کرتے ہو۔ اپنے پیج پر لائک کرنے کے لیے انوائٹ کرتے ہو اگر میں لائک نا کروں تو مجھے مینشن کر کر مار دیتے ہو ان حالات میں، میں یہ سمجھ جاتا ہوں آسان اس قدر تو تیری دوستی نہیں چونکہ تم لوگ کبھی کبھار میری پوسٹ پہ بھی ایک آدھ کمنٹ کرتے ہو اس لئے میں تمہیں بلاک بھی نہیں کر سکتا۔

شعر: 3

آتش غم میں دل بھنا شاید
دیر سے بو کباب کی سی ہے

تشریح:

شاعر اپنی جیلس نیچر کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ شاید میرا دل جل گیا ہے کس سے جلا ہے یہ شاعر نے مینشن نہیں کیا شاعر کو بھوک بھی بہت لگ رہی ہے کیونکہ انہیں ایویں ہی کباب کی خوشبو بھی آرہی ہے ہوسکتا ہے یہ شاعر کا وہم نہ ہو اور اس روز گھر میں واقعی کباب تلے ہوں لیکن شاعر کا دل جلا ہوا ہے اس لئے انہیں خوشبو آنے کے بجائے بو آرہی ہے

شعر: 4 میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب

مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے

تشریح:

اس شعر میں شاعر عاجزی کے موڈ میں ہے اور کہہ رہے ہیں کہ مجھے کوئی توپ چیز نہ سمجھو مجھے تو کوئی فٹے منہ بھی نہیں پوچھتا میں مانتا ہوں مجھ میں کوئی خاص گن نہیں ہے اب شاعر صاحب منت سماجت پر اتر آئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ مجھے مفت رکھ لے تا کہ میری بے عزتی تو نہ ہو سکے۔

شعر: 5 کہوں کیا ہوئی عمر کیونکر بسر

میں جاگا کیا بخت سویا کیا

تشریح:

بخت صاحب شاعر کے دوست ہے شاعر اور بخت صاحب ہاسٹل میں روم میٹس تھے اس شعر میں شاعر کہہ رہے ہیں کہ میں ہمیشہ جاگتا رہتا تھا اور بخت ہمیشہ خراٹے لیتا تھا میں ہمیشہ اس سے کہتا تھا یار کبھی جاگ کے بھی ایک دو گھنٹے گزار دے تا کہ مجھے کم از کم یہ تو لگے کہ کسی انسان کے ساتھ رہ رہا ہوں کسی مردے کے ساتھ نہیں۔لیکن اس نے میری نہیں مانی اور ہمیشہ سوتا رہا ایک دن سوتے سوتے اٹھ گیا اوپر کی طرف۔
شاعر کہہ رہا ہے کہ میری پوری عمر جاگتے گزری میں نے جاگ جاگ کے بہت محنت کی ہے شاعر اپنا منہ میاں مٹھو بننے کی کوششوں میں ہیں۔

شعر: 6 جو رکے تو کوہ گراں تھے ہم جو چلے تو جاں سے گزر گئے

رہِ یار ہم نے قدم قدم تجھے یادگار بنا دیا

تشریح:

اس شعر میں شاعر نے زندگی کے ان دنوں کا زکر کیا ہے جب وہ بہت موٹے ہوا کرتے تھے شاعر صاحب اتنے موٹے تھے کہ راستے میں اگر رکتے تو پوری ٹریفک ہی بلاک ہوجاتی تھی پھر ٹریفک پولیس شاعر صاحب کو کرین سے اٹھاتی تو لوگوں کے لئے راستہ کھل جاتا کوہ گراں سے مراد شاعر صاحب کی صحت ہے پھر شاعر صاحب نے لوگوں کے طعنوں سے تنگ آکر فاقے شروع کئے شاعر صاحب ڈائٹنگ کرتے کرتے

ایک دن گزر گئے راستے سے نہیں دنیا سے دوسرا مصرعہ ان کی وفات کے بعد ان کے کسی دوست نے لکھ کر یہ شعر بنایا ہے دوست صاحب کہہ رہے ہیں کہ ایک شعر شاعر نے لکھ کر اور میں نے لکھ کر دوستی کے راستے کو یادگار بنا دیا۔ یہ شعر ایک ایموشنل شعر ہے۔

شعر : 7 محبت مجھے ان جوانوں سے ہیں

ستاروں پر جو ڈالتے ہیں کمند

تشریح:

شاعر صاحب نے لمبی بات نہیں کی صاف صاف کہہ رہے ہیں کہ ایک مجھے ایک نوجوان نے آپکے ستارے کے مطابق آپکا یہ ہفتہ کیسا رہے گا بتایا تھا چونکہ اس کے بتانے کے مطابق میرا وہ ہفتہ اچھا گزرا اس لیے مجھے اس قسم کے نوجوانوں عقیدت ٹائپ کی محبت ہو گئی ہے

شعر : 8 یہ مسائل تصوف اور یہ تیرا بیان غالب

تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

تشریح:

اس شعر میں شاعر کے گھر والوں نے انکی رج کے بیستی کی ہوئی ہے جب شاعر صاحب نے گھر میں تصوف کے مسئلے پر بولنا چاہا گھر والوں نے ان سے کہا کہ پہلے دعائے قنوت تو پوری یاد کرو۔ پھر خود کو مفتی عالم سمجھنا شاعر صاحب نے پھر بھی شرمندگی سے لال سرخ ہوتے ہوئے اپنے خیالات ان تک پہچانا چاہا تو گھر والوں نے کہا تمھاری اس مسینی شکل کو دیکھ کر ہم تمہارا یقین کر لیتے اگر ہمیں تمہارے کرتوت نہ پتہ ہوتے ،اور یوں شاعر صاحب صدمے سے پیلے ہو گئے۔

(ختم شد)

☆......☆......☆

افسانہ ☆سجدہ ندامت ☆

تحریر:خدیجہ میر۔

تہجد کے وقت بلال سے اٹھا ہی نہیں گیا کیونکہ رات بارہ بجے ساتھ والے قیوم صاحب کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔سارا دن عزیز و اقارب ان کے آخری دیدار کے لیے آتے رہے .اس وجہ سے نماز جنازہ اور تدفین میں تاخیر ہوئی۔اسی لیے آج مولوی بلال کی تہجد کی نماز کسلمندی کی وجہ سے رہ گئی. پچھلے کئی دنوں سے سخت گرمی کی وجہ سے حبس بہت بڑھ گیا تھا.. کل سپہر کے وقت گھر گھر کے آنے والے بادلوں نے بارش کی امید سی بخشی تھی.رات ہلکی ہلکی بوندا باندی نے آہستہ آہستہ موسلا دھار بارش کا روپ دھار لیا اس اچانک بارش نے موسم کی کایا پلٹ دی۔گرمی اور حبس کا یکلخت خاتمہ ہو گیا آج کی صبح کافی ٹھنڈی تھی رات بھر وقفے وقفے سے ہونے والی بارش نے موسم سرد کر دیا۔بلال ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے کے بعد سر پر کریشیے کی ٹوپی جمائے درود کا ورد کئے دروازے کی جانب بڑھا تھا. کوثر نے پیچھے سے آواز دی وہ رک گیا." بار کہا ہے پیچھے سے نہیں ٹوکتے ... کیا ہوا ہے""؟انہوں نے نرمی سے کہا ...جی وہ کل رات سے منی کو بہت تیز بخار ہے" واپسی پر دوا لیتے آنا" کوثر نے پریشانی سے کہا تو بلال کو بھی تشویش ہوئی۔آپ نے رات کو کیوں نہیں کہا میں رات کو لے آتا ابھی مجھے اذان کے لیے دیر ہو رہی ہے واپسی پہ لیتا آؤں گا آپ منی کا خیال رکھیے گا اللہ نگہبان. اتنا کہہ کر وہ مسجد کے لیے چل پڑا سارے راستے وہ منی کے لیے فکر مند ہوتا رہا تھا.اضطراری کیفیت میں وہ دوا کا تو کہہ آیا تھا پر خالی جیب پہ ہاتھ پڑتے ہی دل دھک سے رہ گیا مہینے کے آخری دن چل رہے تھے جیب میں چند دس کے نوٹ ہی پڑے تھے اذان کے بعد آج نماز پڑھا کے وہ دیر تک اپنی بچی کے لیے دعا گو رہا اسے دوا سے زیادہ دعا پہ یقین تھا مولوی بلال نے اپنی بچی کی سلامتی کی وصحت یابی کے لئے ڈھیروں دعائیں مانگ ڈالیں اور اللہ پہ بے پناہ یقین سے ان کی قبولیت کا مان لیے. محلے کے بچوں کو سپارہ پڑھانے چل پڑا گھر لوٹتے شام ہو چکی تھی اپنی پوری زندگی دین میں ڈھال کے وہ اکثر رشتوں سے غافل ہو جاتا تھا بچپن سے آج تک اپنی ہر سانس میں دین کو پرو یا تھا اسکول چھوڑ کے وہ ہوسٹل میں رہا پھر حفظ کی سند کے بعد عالم کی سند لی .ماں بیمار ہو کے چل بسی ابا بھی چلے گئے ـ ـ پر وہ اللہ کی راہ میں ایسی تکلیفوں کو برداشت کر کر کے والدین کے لئے صدقہ جاریہ بنتا گیا۔سب کچھ پا کر وہ اپنے محلے کی ٹوٹی پھوٹی مسجد کا امام بن کر اسے سنوارتا رہا.ثریا ڈھائی سال قبل ان کی زندگی میں آئی تھیں .وہ آپا کی نند تھی ..رشتے کی بات آپا کے سسرال والوں نے ہی کی تھی بلال حد درجہ شریف اور نیک انسان تھا نظر جھکا کے ہر کسی کے سے ملنے والا کم گو مولوی بلال محلے کے سب سے معزز شخصیت تھے. مولوی بن کر دین کی خدمت کا بیڑا تو اٹھا لیا پر شادی کے بعد منیرہ (منی) کی پیدائش سے زندگی کی گاڑی کھینچ تان کے گزر رہی تھی کوئی ہنر یا دنیاوی تعلیم نہ تھی کہ نوکری ہی کی امید ہوتی اس کی زندگی تو بس مسجد سے گھر تک کی تھی کچھ لوگ ماہانہ بطور نذرانہ اسے کچھ نہ کچھ رقم دیتے تھے جس سے زندگی کے شب و روز گزر رہے تھے آج وہ اپنی بچی کو اس حال میں تڑپتے دیکھ کر جان پایا تھا کہ اذیت کیا ہوتی ہے اللہ کی راہ میں اس نے خود کو وقف کر دیا تھا پر آج وہ بے بس سا خود کو اس منجدھار پہ کھڑا پا رہا

تھا.

وہ جب بھی سوچتا دل کے ترازو میں دونوں کو تو لتا، دونوں پلڑے ایک برابر ہی ہوتے۔ بار ہا اللہ کی محبت کو بیٹی کی محبت پہ حاوی کرنا چاہا پر نہ دار دا۔۔۔اولا د سب کچھ نہیں پر سب سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ یہ محبت فطری تھی وہ چاہ کر بھی بیٹی کے پیار کا پلڑا نیچے نہیں کر پایا تھا۔

منی کی طبعیت بہت خراب ہے بلال یہ صرف موسمی بخار نہیں رہا اب، اگر خدانخواستہ منی کو کچھ ہو گیا تو۔۔۔۔؟؟؟ بات پوری کرنے سے قبل انتہائی ضبط سے آنسو کو چھپاتی لبوں سے بے اختیار سسکی نکلنے پہ وہ منہ پر دوپٹہ کا پلو رکھ کے تیزی سے بلال کے سامنے بے صبر نہیں بن سکتی تھی۔

اور اب وہ باپ بن کے سوچ رہا تھا۔ مولوی بلال پس پشت کھڑا تھا بہت دور۔۔۔۔ بیٹی کی تپتی پیشانی کو بار بار چھوتے اس کی حدت کو دل سے محسوس کر رہا تھا۔ آنسو کا گلیشئر یکدم پھگلا تھا اور بہت سارا پانی آنکھوں کے راستے آبشار بن کے گرا تھا۔ دل و دماغ پہ ثبت صبر و استقامت کی ساری آیتیں ایک ایک کر کے ڈھلتی گئیں۔

ڈاکٹر صاحب میری بچی بہت بیمار ہے خدارا اسے بچا لیں۔ اندھیری رات تھی بہت ہی اندھیری وہ آج سارا دن مسجد نہیں جا سکا تھا منی کی طبعیت حد درجہ ابتر تھی میڈیکل اسٹور سے لائی دوائی سے بھی کوئی افاقہ نہ ہوا تھا۔ تو وہ رکشہ کر کے جاوید ڈاکٹر کو بلانے آ گیا تھا۔ آپ اسے یہ دوا کھلا دیں ضرور بہتر ہو جائے گی۔ انشاءاللہ فکر نہ کرو یہ موسمی بخار ہے۔ آرام سے کہہ کر انہوں نے دوائی کا بیگ اٹھا لیا۔

ہر ڈاکٹر صاحب!۔۔۔بلال مضمحل سا کھڑا ہاتھ میں پکڑی دوائی کو دیکھنے لگا جو ایک ہفتے سے وہ منی کو دے رہے تھے پھر بھی افاقہ نہ ہوا تھا۔

کیا ہوا مولوی صاحب؟۔۔۔

اگر آپ گھر چل کر منی کا معائنہ کر لیتے۔۔۔تو۔۔۔اس پہ یہ دوائیاں اثر نہیں کر رہیں، بے بسی کی انتہا تھی زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا دعا سے نہیں دوا کے آسرے پہ وہ یہاں آیا تھا۔ خدا سے نہیں انسان سے مدد کی توقع کی تھی یہ سب پہلی بار ہوا تھا۔

گھر۔۔۔؟ گھر لے جانے کی فیس ہے آپ کے پاس تو لے چلیں۔۔۔ڈاکٹر نے پیشہ ورانہ انداز میں کہا تو بلال چونکا۔

پیسے۔۔۔؟؟؟ ابھی نہیں چند دن تک فیس ادا کر دوں گا، انشاءاللہ۔۔۔بس ڈاکٹر صاحب میری بچی کو ایک بار دیکھ لیں وہ لجاجت سے منت کرنے لگا۔ معذرت خواہ ہوں مولوی صاحب میرا اصول ہے فیس کی ادائیگی سے قبل میں علاج معالجہ یا گھر مریض دیکھنے کے لئے نہیں جاتا، آپ کو تو پتا ہے کتنی مصروفیات ہیں آج کل، ہمہ وقت کی مصروفیت مریضوں سے اتنی فرصت نہیں مل پاتی کہ گھر جا کر مریض کو دیکھ سکوں یہ جو دوائیاں دی ہیں اسے صبح و شام باقاعدگی سے دیں بچی کو ٹھیک ہو جائے گی۔ اس دوا کا کوئی بل نہیں آپ نماز میں ہمارے امام ہیں، اتنا تو حق ہے آپ کا ہم پر، خوش دلی سے کہہ کر وہ مسکرائے، بلال کو لگا وہ اس کا تمسخر اڑا رہا ہو۔

آج بھی ہر ماہ کی طرح میں نے مسجد کے باکس میں دو ہزار کا چندہ ڈالا ہے آپ بس دعا کیجئے گا۔۔۔۔شب بخیر

جلدی جلدی کہہ کر اگلے مریض کو اطلاع گھنٹی دی گئی جس کا مطلب یہ تھا کہ اب وہ جا سکتا ہے وہ سن سا وجود لئے باہر آ گیا۔

اے اللہ ساری عمر کی ریاضت ہے خود کو تیرے لئے وقف کر دیا، اپنی ساری زندگی تیری رضا اور خوشنودی کے لئے گزار دی، تجھ سے ہی مدد کا

طالب ہوں، میری بچی کو بچالیں، اے میرے مالک تیرے بندوں کے لئے رات کی نیند دن کا چین قربان کیا۔ ان کے دل میں میرا احساس جگا دے۔ اے میرے مالک! میں شرمندہ ہوں میرے اس قبیح فعل سے آپ مجھ سے ناراض ہو جائیں گے پر اے بندوں کے مالک کاش تو میرے دل میں اولاد کی محبت و شفقت نہ ڈالتا تو آج میں اس آزمائش سے گزرتا میں اپنی بچی کو سسکتے بلکتے موت کے پل صراط پہ گزرتے کیسے دیکھوں۔ میرے مالک میں بہت بے بس ہوں، مجھے معاف فرما دینا۔ آنسو ٹپ ٹپ گرتے ان کے چہرے کی داڑھی کو بھگو رہے تھے۔ کانپتے ہوئے ہاتھ کی لرزش بتا رہی تھی کہ چندے کے باکس کا قفل کھولتے وہ کس جان کنی کی اذیت سے گزر رہا تھا۔ اندر سے پڑے دو دو ہزار کے نوٹ اور سکے پڑے تھے آنسوؤں سے تر چہرے پہ بے دردی سے ہاتھ پھیر کو اس نے باکس میں پڑے پیسے سمیٹے اور اس کے قدم ڈاکٹر کے کلینک اور اس کے قدم ڈاکٹر کے کلینک کا راستہ ناپنے لگے۔

کچھ ہی دیر میں وہ ڈاکٹر کے ساتھ اپنے گھر کی جانب رواں تھا۔ ثریا۔۔۔ ثریا دیکھو میں ڈاکٹر صاحب کو لے آیا۔

گھر کے پٹ کو عبور کر کے وہ سرخوشی سے چلایا تھا۔ سانس دھڑ ادھڑ دھونکی کی طرح چل رہی تھی۔ ہر سو خاموشی چھائی تھی، گھپ اندھیر۔۔۔ گھمبیر خاموشی۔۔۔ موت کی خاموشی۔۔۔ کمرے میں قدم رکھتے ہی سامنے کے منظر نے حواس مختل کر دیئے، دل گویا دھڑکنا بھول گیا خوموش دل خاموش حواس، یکبارگی کسی نے دل کو آہنی پنجے میں جکڑا تھا۔ وہ تڑپ کر منی کے ساکت وجود سے لپٹ گیا میری جان۔۔۔!!! دل کیا ماتم کرے چیخ چیخ کہ روئے پر اندر لفظوں کی بازگشت کا ایسا شور بپا تھا کہ وہ اف تک نہ کر سکا۔ ثریا اب بیٹی کو سینے سے لگائے پھوٹ پھوٹ کے رو رہی تھی پر بلال ساکت منجمد برف کے مجسمے کی طرح ساکت پتھرائی ہوئی آنکھوں سے ہاتھ میں پکڑے روپوں کو دیکھ تھا اس پل لگا جیسے ہاتھ میں دوزخ کی دہکتی انگاروں کا ٹکڑا ہو۔ وہ بھاگتا ہوا باہر آیا تھا بہت سی آوازیں تھی جو اطراف سے اس کا پیچھا کر رہی تھیں۔

"اور جو امانت میں خیانت کرتے ہیں وہ ہم میں سے نہیں"

اور جو خیانت کرتے ہیں اللہ ان سے اپنی امانت چھین لیتا ہے تیز تیز اٹھتے قدموں میں ایک پتھر حائل ہوا تھا وہ منہ کے بل گر پڑا. اور جنہوں نے نافرمانی کی وہ خلقت میں منہ کے بل گر گئے. آنسو تھے درد تھا، ندامت تھی یا توبہ کا احساس تھا. وہ اٹھ کہ دھیمے قدموں سے مسجد میں داخل. اور توبہ کرنے کے لیے رحمت الٰہی کا در ہمیشہ وا رہتا ہے .... اور وہ اللہ ہی تو ہے جو دنیا اور آخرت میں سب سے بڑا منتظر ہے اپنے بندے کا اس کی توبہ کا اس کے غلط راستے سے صراط مستقیم تک آنے کا. اور جب اللہ تمہیں لغزش پہ توبہ کی توبہ کی توفیق دے تو اٹھو اور تم اپنے رب کی کون کون سے نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ بلال آنسو سے تر بتر چہرے کے ساتھ سجدہ ریز ہو گیا گڑ گڑا کر فریادی بن کر اپنے رب کو منانے لگا اور وہ اللہ ہی تو ہے جو اپنے در پہ آئے سوالی کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا. اے اللہ میں بہت شرمندہ ہوں... بہت بہت شرمندہ... وہ زار و قطار رونے لگا. میری بچی کا دکھ میرا کلیجہ چیر رہا ہے دل ماتم کناں ہے. آنکھیں نم ہیں دل غمگین ہے پر اے اللہ ہم زبان سے وہی کہیں گے جس سے تو راضی ہو. ان للہ و انا الیہ راجعون. ہم تیرا ہی حکم مانتے ہیں تیری ہی رضا پہ راضی ہیں بس تو ہم سے راضی ہو جا بے شک ہم ظالموں میں سے ہیں۔ ہر چیز جو اس زمین پر ہے فنا ہو جانے والی ہے اور صرف تیرے رب کی ذات ہی باقی رہنے والی ہے (الرحمٰن 26_27) سجدے میں اللہ گویا مخاطب ہوا باہر ٹپ ٹپ بارش کی بوندیں گرنے لگیں اور بارش تو رحمت خداوندی ہے جب وہ برستی ہے تو

رب کی ساری ناراضگی ڈھل جاتی ہے. بلال مسجد کے صحن میں کھڑے رب کی برستی رحمت میں لمحہ لمحہ بھیگنے لگا پچھلی خطا ڈھلنے کے بعد ہی وہ اپنے رب کے سامنے جائے گا اسے یقین تھا پورا یقین وہ رب اپنے بندے کا یقین کبھی نہیں توڑتا... ٹھوکر لگی ہے ایسے پورا بکھر گیا ہوں سجدہ کیا ندامت کا پھر سے سنبھل گیا ہوں.

افسانہ ☆غلطی کا سزانامہ ☆

تحریر: قرات الفجر۔

رات کا آخری پہر تھا ہر طرف خاموشی اور ہر کوئی سکون و بے پراوہی سے نیند میں گرا ہوا تھا. وہ آج بھی کسی کونے میں جائے نماز پر بیٹھی نہ جانے رب سے کونسی باتیں کررہی تھی. اذان فجر کی صدائیں بلند ہوئیں تو وہ اٹھ کر باہر آگئی اور آسماں کی طرف دیکھنے لگی. بہت سکون ملتا ہے نا جب رب آپکو پکار رہا ہوتا ہے کہ آو نماز کی طرف آو کامیابی کی طرف' اس نے بند آنکھوں سے سوچا اور پھر اندر کی طرف گئی جہاں اسکا رب پہلے سے اسکا انتظار کررہا تھا.

☆☆☆

آشنا! ناشتہ کرلو' صدف نے ڈائینگ ٹیبل پر بیٹھتے اسے آواز دی..

جی آتی ہوں بھابھی' اس نے اپنا اسکارف ٹھیک کرتے ہوئے کہا..

اسلام وعلیکم! صبح بخیر! روز کی طرح اپنی جگہ پر بیٹھتے اس نے سب کو سلام کیا اور ناشتہ کرنے لگی..

☆☆☆

آشنا ماں باپ کی اکلوتی بیٹی اور ایک بھائی کی بہن تھی احمد اس سے 4 سال بڑا تھا اور اب اسکی شادی بھی صدف کے ساتھ ہوچکی تھی جبکہ آشنا ایم. اے کے فائینل ایئر میں تھی آج کل اسی کے امتحانات کی تیاری میں مصروف تھی.

آشنا! ایک کپ چائے بنادو' احمد نے آفس سے آتے ہی اسے کچن میں دیکھ کر کہا.

چائے تیار ہے بس لاتی ہوں' چائے کپس میں نکالتے ہوئے اس نے کہا..

ایگزیمز کب سے ہیں تمہارے؟ کپ تھام کر احمد اس سے مخاطب ہوا..

اگلے ہفتے سے شروع ہیں بھائی..

ہونہہ اچھا تیاری کیسی چل رہی؟

بہت اچھی..

ویری گڈ! اس کے بعد کیا ارادہ ہے تمہارا؟ جاب کروگی یا ہم تمہاری شادی کا سوچیں کچھ؟ تھوڑے سنجیدہ لہجے میں احمد نے کہا.

وہ حیران ہوئی' شادی؟

ہاں شادی اب تمہاری پڑھائی بھی ختم ہورہی ہے اور میرے خیال سے تمہارا آگے پڑھائی کا بھی کوئی ارادہ نہیں تھا البتہ تم جاب کرنا چاہو تو کر سکتی ہو جب تک تمہاری شادی کا کچھ ہو اور پھر گھر کے حالات تو تم جانتی ہو، تمہاری جاب سے میری بھی کچھ ذمے داری کم ہوجائے گی' احمد

نے تھوڑی مسکراہٹ سے تفصیلی جواب دیا...

وہ کچھ بول نہ سکی بس خاموشی سے احمد کو د

☆☆☆

رات کافی گذر چکی تھی نینداسکی آنکھوں سے بہت دور تھی وہ چاہ کر بھی سونا پائی اسلیے اوپر چھت پر چلی آئی ..

ذمے داری کم کرنے کے لیےعورت باہر جا کر کام کرے؟ تو پھر مرد کس لیے ہے؟ اور بھائی کی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی گھر کے حالات کو کیا ہوا؟ ہم اچھا کھاتے پیتے پہنتے اوڑھتے ہیں اللہ کا دیا ہوا کیا نہیں ہماری پاس؟ وہ سوچتی رہی ..

☆☆☆

بھائی! وہ میں .... آشنا تھوڑا رک کر بولی "وہ میں نے ایک اسکول میں جاب کے لیے اپلائی کیا تھا کل انہوں نے مجھے انٹرویو کے لیے بلایا ہے' بمشکل اس نے کہا.

یہ تو بہت اچھی بات ہے آشنا! احمد نے خوشی سے کہا تو صدف بھی رہ نہ پائی' بہت مبارک ہو آشنا ..

شکریہ بھابھی' بمشکل مسکرا کر وہ وہاں سے چلی گئی ..

دن گذر رہے تھے ایک سال ہو چکا تھا اسے اسکول میں جاب کرتے ہو، یہ الگ بات تھی کہ وہ اسکول کے اسٹاف کے ساتھ زیادہ میل جول نہیں رکھتی تھی اور نہ ہی کسی سے اس کے سلام دعا سے زیادہ کے تعلقات تھے اس کی وجہ شاید اسکا ہر وقت پردے میں رہنا بھی تھا البتہ اسے جو بھی کام یا مسئلا ہوتا تو وہ سعد (جو کہ اس اسکول کا پرنسپل تھا) سے بات کرتی تھی پتہ نہیں کیوں وہ اسے اپنا سا لگتا تھا جیسے وہ بہت پہلے سے جانتی ہو اسے.

مس آشنا؟ سیڑھیوں سے اترتے سعد نے اسے مخاطب کیا.

جی سر؟ آشنا نے اسے آتا دیکھ کر رک کر کہا.

کچھ بات کرنا چاہتا ہوں آپ سے اگر فارغ ہیں تو میرے آفیس میں آ جائیں' سعد نے مسکرا کر کہا اور پھر اپنے آفس کی طرف چل دیا.

مجھ سے کیا بات کرنی ہے انہوں نے' آشنا نے سوچتے ہوئے لمبا سانس لیا پھر وہ بھی سعد کے پیچھے چلی گئی.

☆☆☆

آشنا؟ احمد نے اسے آواز دی.

جی بھائی؟ آشنا کچن سے نکل کر اسکی طرف آئی.

بیٹھو ابا کچھ بات کرنا چاہتے ہیں' احمد نے اسکی طرف دیکھ کر کہا اور وہ خاموشی سے بیٹھ گئی.

تمہارے لیے رشتہ آیا ہے' انکی بات پر وہ چونکی یک دم اسکے ذہن میں کچھ الفاظ آ گئے۔

ہم تو دلوں کو جیتنے کے نہ جانے کتنے حربے اپناتے ہیں اور ایک آپ ہیں کہ ایک ہی وار میں دلوں کے فاتح بن جاتے ہیں"

میرے ایک دوست ہیں انکے بھتیجے اسامہ کا, اکلوتا ہے ماں باپ اسکے بچپن میں ہی کسی حادثے کا شکار ہو گئے تھے اپنا بزنس کرتا ہے' سلمان صاحب بتاتے جا رہے تھے اور وہ نہ جانے کہاں کھوئی ہوئی تھی.

دلوں کے فاتح' وہ زیر لب بڑبڑائی.

☆☆☆

اپنے بستر پر لیٹی وہ چھت کو گھور رہی تھی رات کافی ٹھنڈی تھی اور اسی پھر بھی ٹھنڈ نہیں لگ رہی تھی. زندگی کے کچھ فیصلے کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے نا مجھے بھائی سے بات کرنی چاہیے کہ ابھی مجھے شادی نہیں کرنی ہو سکتا ہے وہ اس معاملے میں کچھ کر سکیں......اور سعد' ذہن کے کسی کونے میں اسکا نام ابھرا' اس نے تھک کر آنکھیں موند لی. کون جانے دل میں کون بسا ہوا ہے.

☆☆☆

مس آشنا؟ کہاں ہوتیں ہیں آج کل آپ؟ کہیں نظر ہی نہیں آتیں' سعد نے کچھ طنزیہ انداز میں مسکرا کر کہا.

جی بس وہ...... . کچھ مصروف تھی' آشنا نے جواب دیا.

اور وہ اسکی آنکھوں میں نہ جانے کیا تلاش کر کے حیران ہوا آشنا سر جھٹک کر وہاں سے چلی گئی سعد اسے دور جاتے دیکھتا رہا.

☆☆☆

آشنا ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ تم خود ہی بتاؤ؟ ابا کبھی بھی راضی نہیں ہونگے اور سعد کا تعلق بھی تو دوسری قوم سے ہے انکی ہر چیز الگ ہے وہ ہماری طرح نہیں ہیں جن کی ساتھ تم پوری زندگی گذار سکو تمہارے لیے اسامہ بہتر ہے' احمد نے دوٹوک انداز میں کہا.

لیکن بھائی' آشنا کچھ بول نہ سکی.

لیکن ویکن کچھ نہیں تمہارا رشتہ اسامہ کے ساتھ طے ہو چکا ہے بس اب تم بھی راضی ہو جاؤ اور شادی کی تیاری شروع کر دو' احمد کہہ کر جا چکا اور وہ آسمان کی طرف دیکھنے لگی.. یا اللہ! اسکی آنکھیں بھیگنے لگی.

عروسی لباس میں ملبوس مکمل دلہن کی طرح سجی سنوری وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی اور اداس بھی..

انسان بھی نا کتنا بے بس ہے' اس نے اسامہ کو دیکھتے ہوئے سوچا.

☆☆☆

یہ کیا تم ہر وقت بوڑھی عورتوں کی طرح حجاب پہنے رکھتی ہو' اسامہ نے اسے حجاب پہنتے ہوئے دیکھ کر ٹوکا.

آشنا نے کچھ نہیں کہا.

اور اکثر تم میرے دوستوں کے آگے بھی نقاب کر لیتی ہو مجھے تمہارا اس طرح سے کرنا بلکل ناپسند ہے اب شادی ہو گئی ہے تمہاری تم میری پسند ناپسند کو جان کر خود کو بدلو پلیز' اسامہ نے خفگی کا اظہار کرتے دوٹوک انداز میں کہا.

کبھی ابا یا بھائی نے تو مجھے نہیں روکا اس سے' آشنا نے اسکی طرف متوجہ ہو کے نرمی سے کہا.

پر میں تمہیں روک رہا ہوں کیوں کہ مجھے ہرگز یہ پسند نہیں کہ تم میری بیوی ہو کر کسی پرانے زمانے کی بوڑھی عورت دکھو.

پرانے اور نئے زمانے میں اللہ کے اصول نہیں بدلے جا سکتے اسامہ! آشنا نے حیرانی سے کہا.

اوکم آن آشنا! یہ کیا تم اصول اور قوانین لے آتی ہو بیچ میں تمہیں تو کچھ کہنا ہی فضول ہے' اسامہ بیزاری سے کہتا باہر چلا گیا اور وہ سکتے کی حالت میں وہی کھڑی رہی..

تم خوش ہو نا اسامہ کے ساتھ؟ اس دن صدف نے فون پر اس سے پوچھا تھا.

جی...... .. خوش ہوں' آشنا نے رک کر جواب دیا.

لیکن' صدف نے کچھ کہنا چاہا.

لیکن کیا بھابھی؟ اگر میں خوش نہ بھی ہوں تو اب کیا کیا جا سکتا ہے؟ اسامہ بہت مختلف ہیں مجھ سے انکو میری ہر بات، ہر چیز سے مسئلہ ہے یہاں تک کہ وہ مجھے حجاب لینے پر بھی ٹوکتے ہیں آپ اندازہ تک نہیں لگا سکتی ایک اچھے رشتے (بطور آپکی نظر میں اچھا) کے چکر میں آپ لوگوں نے مجھے کس عذاب میں گھسیٹ دیا ہے' آشنا کی آنکھوں سے اشک بہنے لگے.

***

دو سال ہونے کو آئے ہیں لیکن مجال ہے کہ تم نے خود کو بدلا ہو آج بھی اسامہ نے وہی قصہ چھیڑا ہوا تھا.

اسامہ میں آپکے پسند کے سارے کام تو کرتی ہوں البتہ آپ مجھے کسی صحیح چیز کو چھوڑ کر غلط کو اپنانے کا کہیں گے تو معذرت میں وہ نہیں کر سکتی' آشنا نے تھکے انداز میں کہا.

(وہ واقعی اب بہت تھک گئی تھی ان سب باتوں سے، کوئی اور نہیں اسکا اپنا شوہر اسکی زندگی کو جہنم بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا تھا)

تمہیں سمجھ نہیں آتی؟ یا میں فضول بکواس کرتا رہتا ہوں؟ جب منع کیا تو چھوڑ کیوں نہیں دیتی تم یہ سب؟' اسامہ اسے بازو سے جکڑ کر غصے سے غرایا.

کیا کر رہے ہیں آپ؟ چھوڑیں! آشنا بے دردی سے چلائی.

مجھے لگتا ہے اب مجھے واقعی چھوڑ دینا چاہیے تمہیں' اسامہ نے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اسے دھکا دیا وہ بیڈ پر جا گری.

جاؤ میں نے تمہیں آزاد کیا میں طلاق دیتا ہوں تمہیں' اسامہ نے چلا کر کہا.

آشنا اسکو تو جیسے کسی نے مٹی کے ملبے تلے دفنا دیا تھا.

☆☆☆

آشنا! تم اس......وقت؟ احمد دروازے پر اسے دیکھ کر پریشان ہوا.

کس کی ساتھ آئی ہو؟ اسامہ کہاں ہے؟ احمد نے تھوڑا آگے ہو کر دیکھنا چاہا. اور وہ وہیں غش کھا کر گر پڑی.

آشنا!

مجھے ہرگز نہیں پتا تھا اسامہ تمہارے ساتھ ایسا کچھ کریگا اور تم نے بھی تو مجھے کچھ نہیں بتایا' کچھ دنوں بعد احمد نے اس سے آخر بات کر ہی لی..
کیا فرق پڑتا ہے بھائی ہم انسان تو ہمیشہ بڑی چیز کے پیچھے بھاگتے ہیں پھر چاہے اس سے کسی کی زندگی ہی کیوں نہ برباد ہو جائے اور آخر میں ہم اسکو اپنا نصیب ٹھراتے ہیں جبکہ اللہ نے ہمیں ہمیشہ دوسرا آپشن دیا ہوا ہوتا ہے لیکن ہم لالچ وحوس میں ، پچھتانے ہوئے کے ساتھ کو جھٹلا کر، کسی اجنبی کو اپنا انتخاب منتخب کرتے ہیں.. آپ نے خود ہی تو کہا تھا سعد سے اسامہ بہتر ہے جبکہ اسامہ تو بدترین نکلا اور آپکی بہن کو غلطی کا سزا نامہ بھی تھما گیا اب آپ بتائیں؟ میرا انتخاب گناہ تھا میرا؟ یا یہ طلاق نامہ گناہ بنے گا اب میرا ؟

☆......☆......☆

☆خود پر اعتماد☆

ازقلم: زارا صدف قمر

ہماری پیدائش سے لے کہ اب تک ہم کئی ہزار انسانوں سے مل چکے ہیں اور روز ملتے ہیں مگر ایک شخص ہے جس سے آپ ہر پل زندگی میں ملتے ہیں ہر موڑ زندگی کا آپکو اس شخصیت سے متعارف کراتا ہے۔ایک نئے روپ میں ایک نئے انداز اور نظریہ کے مسلسل فرق سے آپ اس شخص سے ملتے ہیں وہ کوئی اور نہیں آپکی اپنی شخصیت ہوتی ہے۔
بچپن سے لیکر آج تک ہم کتنی شخصیت سے متعارف ہو چکے ہوتے۔کہیں دودھ والا،کہیں سودا سلف تو کہیں درزی،دھوبی وغیرہ مگر ہم بہت جلد بھول جاتے ہیں کہ گزرے ماہ کس کس سے ملے مگر ہمارا دماغ انکی شخصیت کے عکس کو محفوظ کر لیتا ہے اور ہمیں نت نئے انداز آتے ہے سوچ کے۔اسکی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپکا دماغ لوگوں کی شخصیت کو ملاقات کے بدولت آپکو سوچنے پر مجبور کر رہا ہوتا ہے اور آپ بجائے اپنے دماغ کی باتوں کو سنے بے تحاشہ سوچ کو اپنے اندر جمع کرتے جاتے ہیں اپنے دماغ کی اک نہیں سنتے اور نتیجہ سر درد اور پریشانی ہی نکلتا ہے۔اور پھر کوئی دوا یا چائے۔۔۔ ہر انسان کا کوئی نا کوئی تعلق آپس میں ایک دوسرے سے ہوتا ہے کئی مذہب کا ملاپ تو کئی زبان کا ملاپ اور کئی انسانیت کا حتیٰ کہ اس کائنات نے اس انسانوں کے خوبصورت ملاپ کو انسانیت کا نام دیا ہے۔۔
جو لوگ اس احساس کو سمجھتے ہیں وہ خود کے اندر جھانکنے کا ہنر رکھتے ہیں اور جو لوگ اس لفظ انسانیت کا ٹھیک مطلب نہیں سمجھ پاتے وہ ابھی تک اپنے اندر جھانکنے سے قاصر ہوتے ہیں۔دوسروں سے صحت مندانہ گفتگو ہمیں ہمارے اندر جینے کی نئی جستجو پیدا کرتی ہے۔اگر ہم غور کریں تو ہمارے اردگرد معاشرہ انسانوں سے آباد ہے ہاں مگر یہ بھی سچ ہے کہ اس معاشرہ میں انسانیت کا احساس کرنے والے کم ہی نظر آتے ہیں۔
اعتماد زندگی کا خلاصہ ہے اگر آپ اپنے اوپر اعتماد رکھتے ہیں تو آپ طوفان سے ٹکرا سکتے ہیں۔لیکن یہ وہ طوفان نہیں جو انسانوں کو اپنی موجوں میں بہا لے جاتا ہے۔بلکہ یہ تو وہ طوفان ہوتا ہے جو انسان کی شخصیت کے اعتماد کے پھولوں کو کھلنے سے پہلے ہی توڑ مڑوڑ دیتا ہے۔
اور اگر ایک بار یہ اعتماد بحال ہو جائے تو ٹوٹتا نہیں بلکہ انسان اور مضبوط فیصلے لینے کے قابل ہو جاتا ہے۔لیکن اگر آپکی اندر طوفان اعتماد کے پھولوں کو کونپل بننے سے پہلے ہی تباہ کر گیا تو دوبارہ اعتماد خود اپنی ذات سے حاصل کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور کئی بار ناممکن بھی۔۔
اعتماد جسم کے اندر وہ مضبوط شے ہے جسے انسان کے جسم میں روح کی حیثیت حاصل ہے۔اگر روح نہیں تو جسم مٹی میں ملا دیا جاتا ہے۔بالکل اسی طرح اگر اعتماد نہیں تو انسان خاکسار سمجھا جاتا ہے۔اور خود کی خودی سے ساری عمر ناواقف ہی رہتا ہے۔یہی وجہ ہے جو لوگ تعلیم تو حاصل کر لیتے ہے مگر کچھ بن نہیں پاتے۔کیونکہ وہ اپنی زندگی کے ان کمالات سے انجان ہوتے ہیں۔کہ اگر اپنے اندر جھانکتے تو ضرور شرف پاتے جس سے وہ محروم رہے۔بڑی بڑی ڈگری حاصل کرنے کے باوجود خاندان میں وہ اپنی حیثیت نہیں بنا پاتے ایسی حیثیت جو وہ اپنے اعتماد کے بدولت حاصل کر پاتے خاندان میں کوئی بدمزگی ہو جائے تو اپنے اوپر بھروسہ رکھ کر فیصلہ لینے کے بجائے اس کے

برعکس فیصلہ لیتے ہیں۔۔اور ساری زندگی غلط فیصلوں کی بنا پر پچھتاتے رہتے ہیں۔ایسے میں اگر اپنی شخصیت سے ملے ہوتے اپنے آپ کو جان لیتے تھوڑا بہت ہی سہی تو آپکو پتہ چلتا کہ آپکی فطرت کوئی ظالم نہیں وہ بھی پیار چاہتی ہے جو آپ نے اسے دیا ہی نہیں۔آپکی فطرت آپ سے کیا کام کرانا چاہتی ہے ضرور اللہ کے ہر کام میں مصلحت ہے کس کس چیز سے آپکی روح کو تسکین ملتی ہے۔اور کس کام کو کرکے آپکا ضمیر زندہ ہو جاتا ہے اور کس کام کا کرنے سے ضمیر ملامت کرتا ہے۔آپکو بھٹکنے کی ضرورت نہیں۔۔انسان خود اپنے آپ کے لئے کافی ہے بس اگر چاہے جو تو کائنات کی ہر شہ اسکی مدد کو آ پہنچتی ہے۔۔

یہ اعتماد ہوتا ہے جو آپکو دوزخ کی آگ سے بچانے کی کوشش کرتا ہے اور اور آپکو آپ سے ہی متعارف کراتا ہے اور پھر آپکے ذریعے سے دکھی انسانوں کی مدد کرواتا ہے۔اور آپ فلاحی کام کرتے ہیں اور انسانوں میں مقبول ہو جاتے ہیں اور ایک بار پھر عوام الناس میں بھلائی کا سلسلہ عام ہو جاتا ہے۔اور اعتماد کی آغوش میں ایک نام بنتا ہے جو اللہ واحدہ کا ہے ایسے لوگوں کی زندگی اللہ رب العزت جنت کا نمونہ بنا دیتے ہیں۔۔اور انہیں اپنے پاس سے آسانیاں فراہم کرتے ہیں۔۔اور ان تک آنیوالی پریشانیوں کو بدل ڈالتے ہیں۔بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

مگر یہ سب تو عمل کہلاتا ہے۔اور جب ہی حاصل ہوتا ہے جب آپ کو اعتماد ہو اپنی ذات سے پیار ہو۔

کیا خوب علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

عمل سے دنیا بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی قسمت ہے نا نوری ہے نا ناری ہے۔

اگر آپ عمل کرینگے تو ہی وہ رب فیصلہ کریگا آپ میں اور آپکی ذات میں کہ آپ نے اپنے ظمیر سے لڑ کر جو عمل کئے اپنی ذات کے اندر جھانک کر دیکھا کیا پہچانا صحیح یا غلط اب بدلے میں وہ جنت عطا کریگا یا دوزخ یہ تب ہی ممکن ہے جب آپ نے عمل کئے ہونگے۔

بغیر عمل کے تو جانور بھی زندہ ہے۔

زندگی میں کام کاج جو ضروری ہے وہ عمل کی ایک بنیادی شکل ہے اسکے بغیر ہر جاندار جاندار نہیں۔۔

زندگی تو جانوروں کی بھی بسر ہو رہی ہے۔بچے تو انکے بھی پیدا ہوتے ہیں۔اور ایک وقت آنے پر موت تو انکو بھی نصیب ہوتی ہے۔مگر وہ ہماری طرح عمل، اعتماد اور ضمیر جیسی خوبصورت دولت سے محروم ہیں۔۔

یہ تو انسان کے ہی مقدر میں ہی اللہ نے ڈالی ہے۔جس کا وہ جلد حساب لینے والا ہے اور وہ بہتر حساب لینے والا ہے

☆......☆......☆

☆ انٹرویو ☆

شخصیت: پروفیسر کاشف شہزاد:

ترتیب: علینہ ملک۔

آج ہم آپ کا تعارف ایسے تخلیق کار سے کرا رہے ہیں جو شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں، سماجی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں. انھوں نے اعلی پائے کی غزلیں، نظمیں، ہائیکو، تر یلے، تر و یلے، قطعہ اور تنقیدی نظمیں لکھیں ہیں. انھوں نے شعر و ادب کی دنیا میں جو بلند مقام حاصل کیا ہے اس کے پیچھے صرف اور صرف محنت کا عمل دخل ہے. انھوں نے بہت جلد اپنی ایک الگ شناخت حاصل کی. ساہیوال سے تعلق رکھنے والے ہر دلعزیز شاعر نے بہت جلد اپنی تابناک منزلوں کا تعین کیا اور تھوڑے عرصے میں زیادہ سفر طے کر کے اپنی ادبی و تخلیقی صلاحیتوں کا ثبوت دیا. وہ تقلید نہیں بلکہ اپنے پیٹرن کے قائل ہیں. محبت، موسم، رنگ، بارش اور خواب اُن کی شاعری کے استعارے ہیں. اُن کا اسلوب، لب و لہجہ انتہائی منفرد ہے. کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو بہت لکھتے ہیں بیک وقت بہت رسالوں میں لکھ لکھ کے اپنی تحریر میں یکسانیت لے آتے ہیں. اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مختصر لکھتے ہیں. ایک بار لکھی ہوئی بات بار بار دہراتے نہیں. نئے ٹاپک، نئے موضوع پہ لکھتے ہیں. شاعر و ادیب" پروفیسر کاشف شہزاد" بھی انہی شاعر و ادیب کی صف میں شامل ہیں. جنھوں نے بہت کم لکھا مگر کمال، پر اثر اور دلوں کو چھو جانے والا لکھا. انھوں نے افسانے، افسانچے بھی لکھے. پھر چھوڑ دیے.

"پروفیسر کاشف شہزاد خدمت خلق میں ہمیشہ آگے رہتے ہیں. انکی سماجی خدمات گراں قدر ہیں. انکی محبت اور خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے انھیں "جیون سانجھ" این جی او کے جنرل سیکریٹری منتخب کیا گیا. کاشف شہزاد بحیثیت پروفیسر بھی اپنی خدمات سرانجام دے رہیں ہیں.
انھیں امامیہ کالج میں اردو ادب پڑھاتے ہوئے 23 سال کا عرصہ بیت گیا، مگر اس پیشے سے انکی محبت لگن اور جنون گزرے وقت سے کم تو نہیں ہوا مگر بڑھتا چلا جا رہا ہے، جس کی وجہ سے انھیں امامیہ کالج ساہیوال کے اسٹاف سیکریٹری منتخب کیا گیا. کاشف شہزاد مزید جن فیلڈز میں اپنی خدمات سرانجام دے رہیں ہیں وہ ذیل میں ہیں.
وہ متعدد ماہنامے، سالنامے کے ایڈیٹر۔ مجید امجد اکیڈمی کے جوائنٹ سیکریٹری، امامیہ کالج ساہیوال کے اسٹاف سیکریٹری، سوشل ویلفیر ڈپارٹمنٹ، کمیونٹی ڈیولپمنٹ، کمیونٹی آرگنائزیشن اور وومن ڈیولپمنٹ ڈپارٹمنٹ کے پروجیکشن اور ایونٹ ڈائریکٹر۔ مبصر، صداکار، براڈ کاسٹر، ساہیوال ڈویژن کے پہلے ڈی جے، آر جے، آٹو پین میوزیکل بینڈ کے شاعر اور اینکر، ریڈیو ڈرامہ آرٹسٹ، اسکرپٹ رائٹر، آر جے ٹرینر ہیں.
اور اس کے ساتھ ہی ہم ایک اچھی خبر سناتے چلیں کہ پروفیسر کاشف شہزاد عنقریب ایک لائیو شو کرنے جا رہے ہیں جس میں کاشف شہزاد کی

آواز میں ڈاکٹر واصف علی واصف کی لازوال تحریروں کی وائس ریکارڈنگ کی جائے گی اور یہ لائیو شو ویب سائٹس، فیس بک، موبائل ایپ اور یوٹیوب پر آڈیو اور وڈیو دونوں صورتوں میں نشر کئے جائیں گے۔ امید کرتے ہیں کے ان کے تمام چاہنے والے اور فینز ان شوز کو ضرور دیکھیں، سنیں اور خوب سراہیں گے۔ انشاءاللہ

مزید میں ان کے بارے میں کچھ کہوں تو سورج کو چراغ دکھانے کے برابر ہوگا۔ چنانچہ کاشف شہزاد سے کئے گئے دلچسپ سوالات اور ان کے عمدہ جوابات قارئین کی نظر ہیں۔

سوال: آپ نے لکھنے کا آغاز کب کیا؟

جواب: میں کلاس پنجم میں تھا تو کچی پکی سی سطریں، مصرعے لکھتا تھا۔ پھر گھریلو تربیت نے رہنمائی کی۔

سوال: آپ شاعری کے ساتھ ساتھ کالج میں بطور پروفیسر اپنے فرائض نبھا رہے ہیں اور ماشاءاللہ سماجی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں تو کیا زمہ داری میں کوئی کوتاہی ہوئی؟

جواب: کوتاہی احساسِ زمہ داری میں نہیں۔ بلکہ انسان کی سرشت میں ہے، کہیں نا کہیں ایک انچ کی کمی رہ ہی جاتی۔

سوال: آپکی نظر میں اچھا ادب کیا ہے؟

جواب: میرے خیال میں اچھا ادب وہی ہے جو حسنِ خیال اور حسنِ بیان سے متصف ہو۔

سوال: کیا شاعر معاشرے کے اتار چڑھاؤ میں اس کے بگاڑنے، سنوارنے میں مثبت کردار ادا کر سکتا ہے؟

جواب: شاعر، ادیب معاشرے کی آنکھ، دماغ اور آواز ہوتے ہیں۔ ادب معاشرے پر اور معاشرہ ادب پر براہ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔ لہذا جیسے معاشرہ ادب کو سنوارتا، بگاڑتا ہے۔ بالکل ویسے ہی شاعر ادیب بھی معاشرے کو بگاڑ اور سنوار سکتے ہیں۔ ادبی اور سماجی اور سیاسی تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں بھی موجود ہیں۔

سوال: آپکی نظر میں شاعری کیا ہے؟

جواب: شاعری جزو ایست از پیغمبری، شاعری نعمت غیر مترقبہ، عطائے مالک لم یزل، ایک الوہی قوت کا چھوٹا سا زرہ، معجزہ نما کرشمہ کار، فسوں ساز، زمان ومکاں سے ماورا، وقت کی قید سے آزاد، تحیر آفریں، عطائے رب جلیل۔ سچ تو یہ ہے کہ آدمی شاعر، یا تو ہوتا ہے یا نہیں ہوتا۔ الہامی کیفیت کا پرتو، کشف کا عکس باجمال، آمد کی لذت پایاں سے متصف، آورد کی کی مشاطر کا شہکار

سوال: آپکا نہیں خیال کہ ملک وقوم کے حساس معاملات کو بھی شاعری میں ڈھالنا چاہیے؟

جواب: آج کی جدت آمیز شاعری کم وبیش ہر حساس سماجی موضوع پر خامہ فرسائی کر رہی ہے۔

سوال: آج اردو شاعری کہاں کھڑی ہے؟ آپکی اس بارے میں کیا رائے؟

جواب: آج اردو شاعری جزوی طور پہ دائرے میں سفر کر رہی ہے۔ پھیکے رنگ نمایاں ہیں۔ چاشنی اور سوچ کا دامن تھامتے لہجے کم ہیں۔ تشہیری آوازیں بہت زیادہ ہوگئی ہے۔

سوال: آپکو اپنی شاعری کیسی لگتی ہے؟

جواب: تخلیق اولاد کی طرح ہوتی ہے. جیسی بھی ہو اچھی لگتی ہے. پھر بھی اولاد کی طرح تخلیقات کی بھی تربیت کا سلسلہ جاری رہتا ہے.

سوال: شعر لکھتے وقت آپکو تحریک کہاں سے ملتی ہے؟

جواب: تخلیق کار اپنا خیال و بیان ۲ حوالوں سے حاصل کرتا ہے. اسکو ایک نہیں بلکہ ۲ کائناتیں ودیعت کی گئی ہیں. اس کی ذات اور اسکا وسیب.. اس لیے ذاتی جذبات سے لیکر اجتماعیت تک ہمارے اندر باہر موضوعات ہی موضوعات ہیں. تحرک ہی تحرک ہے. کہیں نہ کہیں سے ہر پل کچھ نہ کچھ ملتا ہی رہتا ہے.

سوال: لوگ کہتے ہیں کہ شاعری بے وجہ نہیں ہوتی؟ کیا آپکو بھی کوئی ایسا جوگ لگا جو اس کا سبب بنا ہو؟

جواب: شاعری مقصود بالذات ہے. اپنی وجہ خود ہے. اسے کسی وجہ کی ضرورت نہیں ہوتی. یہ ہے "جوگ بجوگ، کایا کانڈ، روگ سوگ" یہ سب اسے سروپ دیتے ہیں مگر یہ شاعری کا سبب نہیں.

سوال: شاعری لکھتے ہوئے کیا دماغ میں رکھتے ہیں؟

جواب: شاعری دماغ سے آگے کی بات ہے. خاصے کی چیز ہے. اس کا واسطہ دل سے ہے. اس لیے دماغ میں کچھ نہیں رکھا کرتا. شاعری اپنی لوازمات خود لیکر آتی ہے. یہ "پلاننگ کی محتاج نہیں.

سوال: عام طور پر شاعر اپنے ماحول کی پیداوار ہوتے ہیں کیا یہ بات درست ہے، اور آپ پر اپنے ماحول کے اثرات کس حد تک ہے؟

جواب: شاعر ماحول کی پیداوار نہیں ہوتا. بلکہ اللہ کی عطائے خاص کا مظہر ہوتا ہے.

سوال: آپ موجودہ دور کی شاعری سے مطمئن ہیں؟

جواب: شاعری کے معیار لحہ بہ لحہ بدلتے ہیں. تخلیقی صلاحتیں اپنا اظہار ہر دور میں کرتی ہیں. ادبی دھنک سازی، سماجی تربیت، اخلاقی راہنمائی اور شخصیت کاری میں اپنا حصہ ڈالنا ادب کا اول و آخر فریضہ ہے. اس لیے کسی بھی مرحلے پر عدم اطمینان کرنا مناسب نہیں. البتہ خاص تخلیقی زمرے میں اور کھوکھلی آواز میں امتیاز ضروری ہے.

سوال: کیا یہ درست ہے کہ کوئی بھی شاعر خارجی طور پر اپنا کلام فن پارہ لکھتا ہے؟

جواب: داخلی اور خارجی دونوں عوامل شامل ہوتے ہیں. کبھی اکٹھے ہوکر کبھی الگ الگ.

کیا یہ درست ہے کہ افلاس زدہ شاعر کے کلام میں زیادہ گداز اور جاذبیت ہوتی ہے؟

جواب: کیفیت کوئی بھی ہو شاعری یا نثر میں اپنی چھب ضرور دکھاتی ہے. کیونکہ وہ حالت مصنوعی نہیں ہوتی، حقیقی ہوتی ہے. مگر ایسی مثالیں بھی ہیں جو حقیقی نہ ہونے کے باوجود بے مثال ہیں. مثلا فارسی شاعری میں کلام حافظ جو مے خانہ کی شاعری پہ مبنی ہے مگر وہ خود ایک عالم باکمال تھے. اور ایسی آسائش سے دور تھے

سوال: مضافات کی شاعری اور مرکز کی شاعری کے تناظر میں آپ سمجھتے ہیں کہ مضافات کے شعراء آگے آرہے ہیں یا ان کو دبایا جارہا ہے؟

جواب: ادبی، جغرافیائی اور سماجی تناظر میں "مضافات کا لفظ ایک الگ بحث کی حیثیت رکھتا ہے. اس بات پر اعتراضات اٹھائے گئے ہیں کہ اصل میں مضافات سے کیا مراد ہے...

ہم اسے اپنی سہولت کے لیے چھوٹے اور بڑے شہر سمجھ لیتے ہیں.

چھوٹے شہر کا اندازِ حیات اور بڑے شہر کے امکان ایکدوسرے سے مختلف ہیں. اس لیے ان کو ایک کسوٹی پر پرکھنا درست نہ ہوگا.

چھوٹے شہروں میں ادب کو پرورش کے مواقع کم ملتے ہیں. جبکہ بڑے شہر سہولیات سے آراستہ ہونے کی وجہ سے عام شاعر کو بھی شہرت یافتہ بنادیتے ہیں. لیکن اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ چھوٹے شہروں کا ادب کم اہم ہے. وارث شاہ کی ہیر اور دیگر پنجابی صوفیا کی شاعری اس کی بڑی مثالیں ہیں. دراصل عظیم شاعری بڑے یا چھوٹے شہر سے نہیں اپنی افاقیت سے مراد پاتی ہے.

سوال: حکومت ادب کی سرپرستی کررہی ہے؟

جواب: حکومت برائے نام ہی، ادب کی سرپرستی نہ ہونے کے برابر کررہی ہے. جس سے تخلیقات اور تخلیق کار دونوں کی حق تلافی ہورہی ہے.

سوال: آجکل کے نصاب میں شعروشاعری کے اسباق ہیں کیا آپ اس سے مطمئن ہیں؟

جواب: آجکل کے شعری نصاب سے متفق نہیں.

سوال: آپکی اب تک کتنی تصنیفات منظر عام پر آچکی ہیں؟

جواب: ابھی مجموعہ خیال فرد فرد ہے سوکئی بار ارادہ کرنے کے باوجود ترتیب نہیں دے پایا. بکھرے وجود کو سمیٹنے میں وقت تو لگتا ہے، کسی کو زیادہ کسی کو کم۔

سوال: ماضی اور حال کے کن شعراء کرام کو شوق سے پڑھتے ہیں؟ خواتین شاعرات میں کس کی شاعری پسند ہے؟

جواب: غالب، فیض، فراز، علامہ اقبال ہیں. خواتین میں ادا جعفری، پروین شاکر، کشور ناہید، فہمیدہ ریاض چند اور ہیں...

سوال: آجکل کس شاعر کو بہت شوق سے پڑھ رہے ہیں؟

جواب: آجکل بابا یحیی خان کو پڑھ رہا ہوں "پیار رنگ کالا"

سوال: آپ کے خیال میں شاعری زیادہ مشکل ہے یا افسانہ نگاری؟ آپ نے افسانے لکھنے کیوں چھوڑے؟

جواب: شاعری مشکل ہے.

بس ذاتی مصروفیات کے باعث

سوال: شاعری اور افسانہ لکھتے یا پڑھتے ہوئے کن باتوں کو مدنظر رکھتے ہیں؟

جواب: لکھنے اور پڑھنے کے معیار الگ الگ ہیں. پڑھتے ہوئے نظر تجرباتی ہوتی ہے اور لکھتے ہوئے مشاہداتی. ادب اشتقاقِ حیات ہے. زندگی کا آئینہ ہے.

سوال: آپ شاعری کب سے کر رہے ہیں؟

جواب: 30 برس ہو گئے.

سوال: کبھی بچوں کے لیے شاعری کی؟

جواب: فی الحال تو نہیں

سوال: آپکی آواز میں جذبوں کی شدت بے پناہ ہے، کیا ذاتی زندگی میں بھی آپ ایسے ہی شدید جذبوں کے مالک ہیں؟

جواب: ذاتی زندگی جذبات کی رمق سے عاری ہو تو لہجے میں اسکی دھنک کبھی نہیں جگمگایا کرتی. جذبہ سچا ہو احساس خالص ہو تو اسے اوڑھنا نہیں پڑتا. وہ خود ہی ذات کے نہاں خانے سے زمزم بن کر پھوٹ پڑتا ہے.

سوال: زندگی میں کوئی ایسا کام یا بات رہ گئی ہو جس کی کسک ابھی تک محسوس کرتے ہوں؟

جواب: ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے

سوال: کبھی مایوس ہوئے آپ؟

جواب: مایوسی کی آنچ سے ہی دعا کشید ہوتی ہے. بہت کم مرحلے آئے جو مایوسی کی طرف لے گئے مگر اللہ نے کرم کیا.

سوال: قبولیت کا لمحہ ہو اور دعا کی اجازت ملے تو خدا سے کیا مانگیں گے؟

جواب: دنیا اور عقبیٰ سے آگے ہی کچھ مانگوں گا.

تجھ سے مانگوں میں تجھی کو

کہ سب کچھ مل جائے

سو سوالوں سے یہی سوال اچھا ہے

سوال: آپ کے نزدیک زندگی کیا ہے؟

جواب: دوسروں کے خزاں لمحوں میں رنگ بھرنا ہی مقصودِ حیات ہے.

سوال: اپنی زندگی کو کیسے لیتے ہیں، اب تک زندگی سے جو چاہا وہ پا لیا یا نہیں؟

جواب: زندگی اپنی مرضی کی مالک ہے. مانگنے سے بہت کم بھی دے دیتی ہے اور زیادہ بھی.

سوال: آپ مزاجاً کیسے ہیں، موڈی، سست یا ایکٹیو؟

جواب: میں بہت موڈی ہوں. کچھ کاموں میں سست اور کچھ معاملات میں چست

سوال: اداس ہوتے ہیں تو کیا کرتے ہیں؟

جواب: اداس ہوتا ہوں تو بس چپ ہو جاتا ہوں.

سوال: آپ خود کو کتنا جانتے ہیں؟

جواب: ابھی تک اپنی تلاش میں ہوں.

سوال: اپنی خوبیاں اور خامیاں بتائیں؟

جواب: خامیاں ہی خامیاں ہیں.

سوال: زندگی پلاننگ سے گزارتے ہیں؟

جواب: زندگی میں پلاننگ کرنا ضروری ہے

سوال: آپ کسی کو کیسے پرکھتے ہیں؟

جواب: چہرے اور لہجے سے انسان پرکھتا ہے.

سوال: جس سے محبت کی جائے کیا اس سے نفرت بھی کی جا سکتی ہے؟

جواب: ایسی نفرت محبت میں ایک انچ کی کمی کا باعث ہو سکتی ہے.

سوال: بے بسی......کیا ہے بے بسی؟

جواب: اللہ کے فیصلے سے اختلاف بے بسی ہے.

سوال: پسندیدہ شعر؟

جواب: عصائے مرگ تھامے زندگانی

مری سانسوں کا ریوڑ ہانکتی ہے

سوال: کونسا ملی نغمہ پسند ہے؟

جواب: میرے وطن یہ محبتیں اور پیار تجھ پہ نثار کردوں

سوال: پسندیدہ کھیل؟

جواب: شطرنج

سوال: پسندیدہ رنگ، موسم؟

جواب: سیاہ اور آسمانی اور موسم سرما پسند ہے.

☆ آخر میں پروفیسر کاشف شہزاد کی کچھ شاعری آپ سب کی نظر ☆

نظم ......'دسمبر بات کرتا ہے'......

دسمبر بات کرتا ہے

کئی قصے سناتا ہے

مجھے کہتا ہے کاشف

دیکھ لو پھر سے
میں ماضی کے سبھی منظر سمیٹے آ گیا ہوں
میں بس کچھ دن
محبت کرنے والوں کے
دلوں میں رہنے آیا ہوں
مجھے پھر ہجرتوں کے پر لگا کر لوٹنا ہو گا
دسمبر جب بھی آتا ہے
کئی قصے سناتا ہے
کئی یادیں، کئی باتیں، کئی وعدے، کئی سپنے
یا ماضی کے دھند لکے بہت سے جھانکتے چہرے
اور ان چہروں سے کچھ ہٹ کر
تمہارا کانچ سا پیکر
بہت کچھ یاد آتا ہے
کئی قصے سناتا ہے
تمہاری راہ کی مٹی کو ماتھے پہ سجا لینا
تمہارے گھر کے دروازے کو
مڑ کے دیکھتے رہنا
تمہیں پانے کی خواہش میں
بغاوت خود سے کر لینا
تمہارا ہاتھ تھامے دور تک چلنا، پلٹ آنا
بہت کچھ یاد آتا ہے
دسمبر جب بھی آتا ہے
وہ سارے درد جو کہ سو گئے ہیں
آ جگاتا ہے
تمہارے ڈھیر سے تحفوں کو

آنکھوں سے لگا لینا
تمہارے سامنے ہاتھوں کو باندھے
اشک برسانا
تمہاری دھمکیاں، لہجے کی سختی، ادھ کھلی سسکی
وہ تم سے بات کرنے
دھند میں گھر سے نکل جانا
تمہارا روٹھ جانا، مان جانا
پھر خفا ہونا
بہت کچھ یاد آتا ہے
دسمبر جب بھی آتا ہے
وقت کی سب کرچیاں لیکر
تمہارے پھول سے لہجے پہ
میرے سانس کی تتلی
تیرے دیدار کو ترستا، ٹھٹھرتا آنکھ کا جگنو
وہ کافی کے بنفشی کپ پہ
تمہارے ہونٹ کی مہریں
تمہاری مسکراہٹ کا
میرے دل میں سنہری دھوپ بھر دینا
تمہارے پاؤں چھو کر
سر عقیدت سے جھکا دینا
وہ پہروں فون پہ باتیں، ملاقاتیں
گلابی انگلیوں کا لمس میرے زرد چہرے پر
تمہارے خط پہ ٹپکے آنسوؤں سے گفتگو کرنا
دسمبر جب بھی آتا ہے
تو ہر پل یاد آتا ہے

کسی جھوٹی کہانی سے
کسی شعلہ بیانی سے
کسی کے چپکے سے آنے سے
یا تنہا کر کے جانے سے
کوئی کب روک سکتا ہے
کوئی کیا روک پایا ہے؟
کوئی کیا روک پائے گا؟
دسمبر جب بھی آتا ہے
دسمبر بات کرتا ہے
دلوں میں درد بھرتا ہے
دسمبر بات کرتا ہے

عنوان اشعار
بدن میں سمٹے ہوئے درد کی کہانی کو
میں جب بھی لکھتا ہوں
عنوان عشق لکھتا ہوں
نگاہ حیرت وحسرت سے آسمانوں پر
تجھے خبر نہیں ناداں،
عشق لکھتا ہوں

ہم مسافر ہیں اذیت کی گزرگاہوں کے
زندگی یوں نہ دریچے سے ہمیں دیکھا کر

خواب پوش آنکھوں کو کون سمجھائے
خواہشوں کی بستی میں رتجگے مسلسل ہیں
دوستوں کی دوری نے اک ہنر سکھایا ہے
دشمنوں سے میرے رابطے مسلسل ہیں

☆------------------------☆

☆ کوکنگ ریسیپیز ☆

گاجر کا حلوا:

اجزاء:

گاجر ایک کلو

دودھ دو کلو

گھی ایک پاؤ

ملائی ایک پاؤ

چینی دو سو پچاس گرام یا حسب ذائقہ

الائچی چند دانے

بادام حسب ضرورت

اُبلے انڈے دو (سلائس)

ترکیب:

گاجریں کدوکش کر کے کڑاہی میں ڈالیں• ساتھ دودھ بھی ڈال دیں اور اتنا پکائیں کہ دودھ خشک ہو جائے اور گاجریں گل جائیں۔
پھر گھی ڈال کر بھون لیں۔اور ملائی ڈال کر بھونیں۔اس کے بعد چینی شامل کریں اور مسلسل چمچ چلاتے ہوئے پکائیں کہ چینی کا پانی خشک ہو جائے۔ آخر میں الائچی اور بادام ڈال کر اُتار لیں اور اُبلے انڈوں کے سلائس سے سجا کر پیش کریں۔

☆......☆......☆

انڈوں کا حلوا:

اجزاء:

انڈے چھ عدد

چینی ۲ پیالی

کھویا ایک پاؤ

سبز الائچی   دو تین عدد

زردے کا رنگ

تیل

ترکیب:

ایک بڑے پیالے (bowl) میں انڈے پھینٹ لیں۔

اب ان انڈوں میں کھویا، دو پیالی چینی، زردے کا رنگ اور پسی ہوئی الائچی ڈال کر بلینڈر (blender) میں بلینڈ (blend) کریں۔

پھر اس میں تیل ڈال کر مکس (mix) کریں۔

اب اسے دیگچی (pan) میں ڈال کر خوب اچھی طرح بھون (raost) لیں۔

جب چھوٹے چھوٹے دانے بننے لگیں اور تیل الگ ہونے لگے تو ٹرے (tray) میں ذرا سی چکنائی لگا کر تیار حلوے کو پھیلا دیں۔

پھر اس میں حسب ضرورت باریک کٹے بادام اور پستے ڈال دیں۔

آخر میں چاندی کے ورق (foilsilver) سے گارنش (garnish) کر کے سرو (serve) کریں۔

☆......☆......☆

پیزا سینڈوچ:

اجزاء:

بریڈ سلائس آٹھ عدد

چکن تکہ میٹ ایک عدد (کیوبز میں کٹا ہوا)

پیاز ایک عدد (چھوٹے کیوبز میں کٹی ہوئی)

شملہ مرچ ایک عدد (چھوٹے کیوبز میں کٹی ہوئی)

ٹماٹر ایک عدد (چھوٹے کیوبز میں کٹا ہوا)

مکھن چار اونس

نمک آدھا چائے کا چمچ

کالی مرچ آدھا چائے کا چمچ

زیتون چار سے چھ عدد (کٹے ہوئے)

اوریگانو ایک چائے کا چمچ

چیڈر چیز ایک کپ (کدوکش کی ہوئی)

پیزا سوس آدھا کپ

لال مرچ آدھا چائے کا چمچ (کٹی ہوئی)

ترکیب:

پہلے مکھن کو بریڈ سلائسز پر لگائیں۔

ایک پیالے میں پیاز، ٹماٹر، شملہ مرچ، چکن تکہ میٹ کیوبز، نمک، کالی مرچ، زیتون، اوریگانو، چیڈر چیز، پیزا سوس اور کٹی لال مرچ ڈال کر مکس کریں۔

اب بریڈ کے ایک سلائس کو ٹوسٹر پر رکھیں اور درمیان میں فلنگ بھر کر دوسرا سلائس رکھ دیں۔

پھر اسے پانچ منٹ کے لیے ٹوسٹ کر لیں۔

باقی بریڈ سلائسز بھی اسی طرح تیار کریں۔

☆......☆......☆

نظم

جہاں جائے جدھر دیکھے

تیرا ہی عکس نظر آئے

کیسے بھلا دے تمہیں

کیسے ہم دل کو سمجھائے

وہ جو بھول گیا ہے تجھے

کیوں تُو یاد رکھتا ہے اُسے

کیوں تُو جلتا ہے اُس کیلئے

کیوں تُو تڑپتا ہے اُس کیلئے

کیوں اُس کیلئے یہ بے چینی ہے

کیوں اُس کیلئے یہ پریشانی ہے

وہ جو ایک راز بن گیا ہے

درد کا تیرے احساس بن گیا ہے

نہیں اُس کو فکر تیری وفاؤں کی

آہٹ بھی سنائی دیتی نہیں تیری صداؤں کی

اب کہاں تیرے لیے محبت اُس کی نگاؤں میں

خوش ہے اے دل وہ اور کسی کی باہنوں میں

از قلم: ((کامران فرمان علی))

☆......☆......☆

غزل

ماضی کی منڈیر پر بیٹھیں، بہت شور مچاتی ہیں
اپنی اور بلاتی ہیں، یادیں بلبل ہوتی ہیں

جتنا پیار سے سوچو گے یہ آنسو دے کے جاتی ہیں
یا تو پھر بھی آتی ہیں، یادیں سنگدل ہوتی ہیں

کئی راز بھی پنہا ہیں، اور خدشے بھی ہزاروں ہیں
کھو نہ جانا اس میں تم، یادیں جنگل ہوتی ہیں

عشق کے سوکھے صحرا میں، گرج برس کو آتی ہیں
دل کی آگ بجھاتی ہیں، یادیں جل تھل ہوتی ہیں

پہلے آتی جاتی سانسوں میں ارتعاش سا پیدا کرتی ہیں
پھر پورا وجود ہلاتی ہیں، یادیں ہلچل ہوتی ہیں

کتنی گہری، کتنی چوڑی، کسی کو کچھ پتہ نہیں
جو سوچے وہ دھنستے جائے، یادیں دلدل ہوتی ہیں

از: عائشہ مجیب

☆......☆......☆

نظم

ہجومِ دنیا سے جس دم یارب گھبراسی جاتی ہوں
تو ایسے میں یارب تجھ کو پکارتی ہوں
دل میرا زور سے فریاد کرتا ہے
آنکھوں سے میری اشک بہتے ہیں
مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے یارب
کہ جب میں اپنے احساسات کو لفظ نہیں دے پاتی
تو وہ میرے کہنے سے پہلے ہی
کچھ اس قدر نزدیک سے
اور اس قدر رحمت بھری مسکان سے مجھ کو تکتا ہے
تسلی دیتا مجھ کو تھپکتا اور مجھ کو سنتا ہے
کہ فریاد کو میری اپنی شدت
صدا کی بےیقینی پر
محبت ہونے لگتی ہے۔۔!
شاعرہ: انا بیہ رحمٰن (ڈیرہ غازی خان)

نظم

ساری ساری رات جاگنے کا تجربہ کر کے
میں خوش نہیں ہوں تجھے جدا کر کے
کیسے کہہ دوں؟ کہ تجھ سے محبت نہیں ہے مجھے جاناں۔۔؟؟
تڑپ اٹھتی ہوں تجھے کسی کرب میں دیکھ کے
میں جو اب بیٹھی ہوں پورے مان کے ساتھ سلامت یہاں۔۔
کسی نے مجھ کو مانگا ہے، رب سے التجا کر کے۔۔
تو پھر میں کیسے نہ روؤں خیر کی اسکے حق میں دعا کر کے
جو محبت ہی نہیں کرتے عشق کی ابتداء کر کے۔۔
عام سمجھ کے کیا تھا نہ تم نے یوں نظر انداز مجھ کو جاناں۔۔؟؟
لے میں بھی چھوڑ رہی تجھ کو انمول کر کے۔۔
مانگ بھی لوں گی، میں دعا سے اسے رب سے انابیہ
ابھی تو چھوڑ رہی ہوں اُسے انمول کر کے۔۔!
شاعرہ/انابیہ رحمٰن! (ڈیرہ غازی خان!)

☆......☆......☆

نظم

میرا اا ایمان ہے......
دوری سے بڑھتی ہے الفت
میں نے یہ بھی سن رکھا ہے......
مسلسل نظر اندازی سے بھی
تراشی جاتی ہے محبت
مگر سن جاناں......
مجھے خدشہ ہے......!!!
کہ اس طرح میرا ضبط آزمانے سے
کہیں چھو نہ لے اس پریم کو دیمک!!
از: ثانیہ ارباب شہزاد

Send your feedback ,
articles ,novels & poet-
ry on this
EMAIL :
Saatrang.magzine@g
mail.com